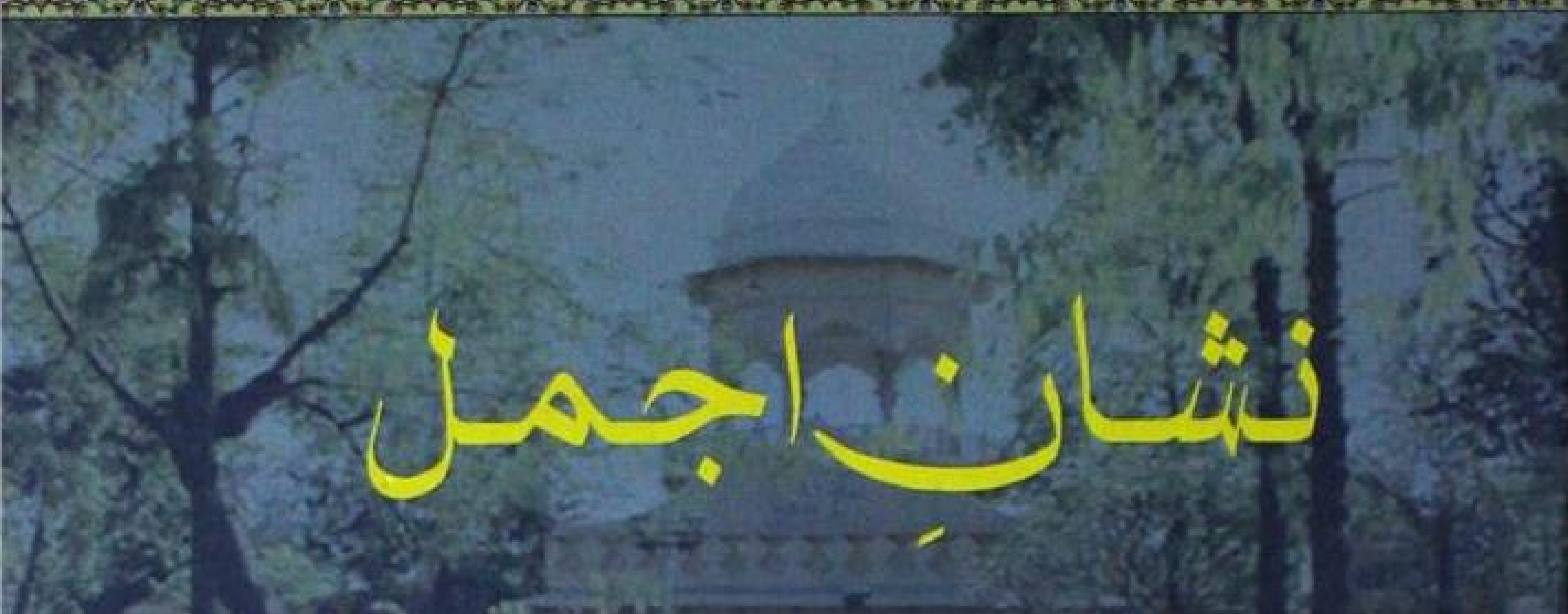
نشانِ اجمل



تالیف و ترتیب

حکیم محمد فضیل　　حکیم فخر عالم

۲۰۱۶ء

نشانِ اجمل

تالیف و ترتیب

حکیم محمد فضیل
حکیم فخر عالم

البلاغ پبلی کیشنز، دہلی

۲۰۱۶ء

©جملہ حقوق بحق مؤلفین محفوظ

نام کتاب : نشان اجمل

مؤلفین : حکیم محمد فضیل، حکیم فخر عالم

اشاعت اول : فروری ۲۰۱۶ عیسوی

تعداد : ۷۰۰

ناشر : البلاغ پبلی کیشنز، دہلی

قیمت : ۴۰۰ روپے

کمپوزنگ : امجد علی

ISBN: 978-93-83313-41-9

ملنے کا پتہ:

البلاغ پبلی کیشنز

این-1، ابوالفضل انکلیو

جامعہ نگر، نئی دہلی-110025

فون نمبر:-011-26942592

abpublications@gmail.com

فہرست

اظہارِ حال

اہلِ نظر کے سامنے اس پیش کش کی اہمیت بیان کرنے کی چنداں ضرورت نہیں، تاہم اس محرک کی وضاحت ضروری ہے جس سے ہمیں اس کی تحریک ملی ہے، ۲۸/اپریل ۲۰۱۵ء کو سنٹرل کونسل فار ریسرچ ان یونانی میڈیسن، نئی دہلی اور جامعہ ملیہ اسلامیہ، نئی دہلی کے درمیان اشتراک عمل کا ایک معاہدہ ہوا، اس سلسلہ میں قدر مشترک بنی مسیح الملک حکیم اجمل خاں کی شخصیت۔ ان کی ذات جس قدر یونانی طب کے لیے اہم ہے، اس سے کہیں زیادہ اہل جامعہ کے لیے اہمیت رکھتی ہے۔ اس لیے جامعہ کے کیمپس میں قائم ہونے والے یونانی طب کے علمی تحقیقی ادارہ کو حکیم اجمل خاں کے نام معنون کیا گیا۔ ۱۹/ستمبر ۲۰۱۵ء کو اس کی پہلی مشاورتی میٹنگ منعقد ہوئی، اس میں ادارہ کے اراکین اور یونانی کونسل کے سربراہانِ اعلیٰ کے ساتھ طبی دنیا کے کئی عمائدین اور جامعہ ملیہ اسلامیہ کے متعدد ماہرین مشرقیات نے شرکت کی، اس میں دیگر کئی امور کے علاوہ یہ بھی طے پایا کہ دونوں ادارے مل کر مسیح الملک حکیم اجمل خاں کے یومِ ولادت ۱۲/فروری ۲۰۱۶ء کو ایک ایسا سیمینار منعقد کریں گے، جس میں ان کی ہمہ جہت شخصیت کے تمام پہلوؤں پر گفتگو کی جا سکے۔ اب تک حکیم اجمل خاں پر جو سیمینار منعقد ہوئے ہیں ان میں گفتگو کا محور ان کی طبی خدمات رہی ہیں، مگر اس سیمینار میں اطباء کے ساتھ زبان وادب، نیز تاریخ اور سیاسیات کے ماہرین کو بھی دعوت دی گئی ہے تاکہ مختلف مجالوں سے جڑی ان کی خدمات کا احاطہ ہو سکے۔ موجودہ سیمینار کا یہ پہلو اسے سابقہ سیمیناروں سے ممتاز کرتا ہے۔

حکیم اجمل خاں کی شخصیت پر یہ سیمینار ایک ایسے موقع پر ہو رہا ہے، جب آیورویدک اینڈ یونانی طبی کالج، نئی دہلی اپنی تاسیس کے سو برس پورے کر کے دوسری صدی میں داخل ہو رہا ہے۔ ۲۹/مارچ ۱۹۱۶ء کو لارڈ ہارڈنگ نے کالج کی عمارت کا سنگ بنیاد رکھا تھا۔ یہ ہندوستان کی طبی تاریخ

کا نہایت اہم واقعہ تھا، اسے پورے تزک و احتشام کے ساتھ سیلیبریٹ کرنا چاہیے۔ یہی جذبہ 'نشان اجمل' کی پیش کش کا محرک بنا ہے۔ ہماری اس کاوش سے حکیم اجمل خاں کی شخصیت پر منعقد ہونے والا یہ سیمینار، موصوف کی سب سے اہم طبی یادگار 'آیورویدک اینڈ یونانی طبی کالج' کے تاسیس کی صدی تقریب سے جڑ کر اس کا جشنِ صد سالہ بن گیا ہے۔

'نشانِ اجمل' کو ۱۲؍فروری ۲۰۱۶ء کو منعقد ہونے والے سیمینار کے موقع پر 'آیورویدک اینڈ یونانی طبی کالج' کے نشان یادگار کے طور پر پیش کیا جا رہا ہے، اس لیے اس کے تمام تر محتویات اسی کالج سے متعلق ہیں، اس کالج کا آغاز 'مدرسہ طبیہ' کی صورت میں ہوا تھا، ۱۹۰۳ء میں اس کے معاون ادارہ کے طور پر 'ہندوستانی دواخانہ' قائم ہوا، ۱۹۰۹ء میں اس کا ذیلی ادارہ 'مدرسہ طبیہ زنانہ' وجود میں آیا۔ ان تمام اداروں کے تعارف کے ساتھ ان سے متعلق بے حد اہم دستاویزی ریکارڈ بھی اس مجموعہ میں شامل ہیں، جو اب تک عام دسترس سے دور تھے۔ 'مدرسہ طبیہ' کے زمانہ کی تین سالانہ رپورٹیں، جو اس کے تینوں بانی برادران حکیم محمد عبدالمجید خاں، حکیم محمد واصل خاں اور حکیم محمد اجمل خاں کے دورِ سکریٹری شپ سے تعلق رکھتی ہیں، نیز 'مدرسہ طبیہ زنانہ' کے پہلے اور ۳۵ویں سالانہ جلسہ کی رپورٹیں، شعبۂ تحقیقات سے متعلق ڈاکٹر سلیم الزماں صدیقی کی پیش کردہ پہلی رپورٹ اور وہ اہم سہ سالہ رپورٹ جسے حکیم اجمل خاں نے کالج بلڈنگ کی رسمِ افتتاح کے موقع پر مہاتما گاندھی کے سامنے پیش کیا تھا، اس مجموعہ کا حصہ ہیں۔ حکیم اجمل خاں کی وفات کے بعد ان کے وارثین کے درمیان پیدا ہونے والے نزاع کو اس کالج کے انحطاط کا نقطۂ آغاز سمجھا جاتا ہے، اس کالج کی تاریخ سے اس واقعہ کا اہم تعلق ہے، لہٰذا اس سے متعلق کچھ دستاویزیں بھی مجموعہ کا حصہ ہیں، انہیں پڑھے بغیر اس قضیہ کے مالہ و ماعلیہ کو نہیں سمجھا جا سکتا، جس کی وجہ سے کالج میں کشمکش کا دور شروع ہوا، کئی بزرگ اساتذہ کی علیٰحدگی عمل میں آئی اور شعبۂ تحقیقات بند ہوا۔

آیورویدک اینڈ یونانی طبی کالج کی اہمیت صرف اس قدر نہیں ہے کہ وہ حکیم اجمل خاں کی یادگار ہے، اس کا ایک قابل ذکر پہلو یہ بھی ہے کہ یہ ہندوستان کی اولین طبی درسگاہ ہے، اس لیے اجملیات کے شائقین کے علاوہ اداروں کی تاریخ سے دلچسپی رکھنے والوں کے لیے 'نشانِ اجمل' ایک نہایت معتبر حوالہ ہے۔

'نشانِ اجمل' کی تالیف اور جمع وترتیب محض اس لیے ممکن ہو سکی کہ پروفیسر رئیس الرحمان صاحب نے ہماری حوصلہ افزائی اور مناسب رہنمائی کی اور اس سلسلہ میں اپنی طرف سے ہر ممکنہ تعاون پیش کیا۔

حکیم محمد فضیل　　　　حکیم فخر عالم

مدرسہ طبیہ دہلی

حکیم فخر عالم

مدرسہ طبیہ دہلی ہندوستان میں طبی تعلیم کا اولین ادارہ ہے، اس کے قیام سے پہلے یہاں کوئی طبی درسگاہ نہیں تھی۔ حصول طب کا کسی قدر ذریعہ اس عہد کے مدارس میں پڑھائی جانے والی طبی کتابیں تھیں، عملی مشق کے لیے طلبہ نامور اطباء کی خدمت میں حاضر ہو کر مطب و معالجہ کی تربیت حاصل کرتے تھے۔

مدرسہ طبیہ کے قیام سے پہلے دہلی میں طبی تعلیم کے سلسلہ میں شریف خانی اطباء کے مطبوں کو مرجعیت کا درجہ حاصل تھا، یہی طریقہ ہندستان کے دوسرے شہروں میں بھی رائج تھا، مگر اس تعلیمی نظام کا دائرہ نہایت محدود تھا۔ محض کچھ کتابوں کی تعلیم اور کسی قدر مطب کی مشق پر یہ سلسلہ ختم ہو جاتا تھا۔ مزید برآں اس طریقۂ تعلیم سے صرف خاندان کے افراد یا مخصوص تلامذہ ہی مستفید ہو سکتے تھے۔

مدرسہ طبیہ کے قیام سے پہلے حکیم محمود خاں کے مطب میں بھی طبی تعلیم کا اہتمام تھا، وہ خود طلبہ کو درس دیتے تھے، اس کے علاوہ اپنے بڑے بیٹے حکیم عبدالمجید خاں کی علمی لیاقت اور فنی ذوق کو دیکھتے ہوئے طلبہ کو پڑھانے کی ذمہ داری انہیں بھی تفویض کر رکھی تھی۔

حکیم عبدالمجید خاں نے تعلیم کے اس روایتی طریقہ کو منظم اور مربوط کرنے کی غرض سے مدرسہ طبیہ کی بناء ڈالی اور گلی قاسم جان میں ایک مکان کرایہ پر لے کر اس مدرسہ کا باقاعدہ آغاز کیا۔ اس کے اجرا کے وقت حکیم محمود خاں، نواب عبداللطیف خاں کے علاج کے لیے کلکتہ گئے ہوئے تھے، حکیم عبدالمجید خاں نے انہیں اس بابت اطلاع دیتے ہوئے لکھا تھا: ''دست بستہ گزارش است کہ فدوی مدرسہ طبیہ توکل علی اللہ جاری کردہ است'' یہ خط 1308 ہجری کو میں لکھا گیا ہے۔[1]

اس مدرسہ کی ابتداء 1883 میں ہوئی، مگر باقاعدہ افتتاح 23 جولائی 1889 میں ہوا اور ڈپٹی کمشنر دہلی کے ہاتھوں یہ رسم انجام پائی۔ حکیم عبدالمجید خاں نے تعلیمی نظام کی تنظیم کے لیے پہلا

کام یہ کیا کہ جماعتوں کے قواعد وضوابط وضع کر کے الگ الگ سشن مقرر کیے اور کتابوں کے نام کے بجائے جدید طرز پر درجات کا سلسلہ شروع کیا۔ ابتدائے شوال سے لے کر آخر شعبان تعلیمی میقات قرار پائی۔ مدرسہ طبیہ میں فارسی اور عربی کی دو الگ جماعتیں قائم تھیں اور مدت تعلیم دو سال تھی، پھر بڑھا کر تین سال کر دی گئی۔ وقتاً فوقتاً نصاب تعلیم میں بہت سی تبدیلیاں آئیں۔ علم تشریح کی کمی محسوس کرتے ہوئے حکیم صادق کی ''شرح تشریح اعضاء مرکبہ'' داخل نصاب کی گئی۔ حکیم عبدالمجید خاں، حکیم واصل خاں اور حکیم اجمل خاں تدریسی فرائض انجام دیتے تھے۔ فارسی کی تمام کتابیں حکیم جمیل الدین پڑھاتے تھے۔ حکیم محمد احمد خاں کلیات نفیسی اور شرح اسباب کے استاذ تھے، انھوں نے حکیم واصل خاں کے انتقال کے بعد ایک عرصہ تک اعلیٰ جماعت کے طلبہ کو درس دیا۔ 2

حکیم عبدالمجید خاں کی یہ طبی تحریک سرسید کی تعلیمی تحریک کی معاصر ہونے کے ساتھ بالکل اس کے شانہ بہ شانہ بڑھ رہی تھی۔ 1892 میں جب دہلی میں محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کا ساتواں اجلاس منعقد ہوا تو حکیم اجمل خاں اس کی استقبالیہ کمیٹی کے صدر تھے۔ کانفرنس کے اجلاس میں نواب سعیدالدین احمد خاں نے ایک تجویز پیش کی کہ مدرسہ طبیہ کو دارالعلوم، علی گڑھ کی شاخ بنا دیا جائے، مگر یہ تجویز منظور نہیں ہوئی۔ 3

مدرسہ طبیہ کے قیام کا اہم مقصد طبی تعلیم کی تنظیم اور یونانی طب کو اس کے روایتی خول سے باہر نکالنا تھا۔ دراصل 1857 کے بعد پیدا ہونے والے حالات میں یونانی طب کا روایتی وجود اندیشوں کے دائرہ میں تھا، ایسے حالات میں تعلیمی تنظیم کے ساتھ ایک داعیہ یہ بھی تھا کہ اسے ایسے قالب اور اسلوب میں پیش کیا جائے جو جدید علمی دنیا کے لیے قابل فہم ہو، اس ضرورت کی تکمیل کے لیے یونانی طب کو نئے تعبیراتی اسلوب میں پیش کیے جانے کی ضرورت تھی، ایک اہم مقتضایہ بھی تھا کہ طلبہ یونانی طب کے ساتھ مغربی طب سے اس قدر واقف ہوں کہ وہ طبی میدان میں ہورہی نت نئی دریافتوں سے استفادہ کر سکیں۔ اس ضرورت کے تحت مدرسہ طبیہ میں مغربی طب کی تعلیم کو شروع سے اہمیت دی گئی۔

حکیم اجمل خاں نے اکمل الاخبار میں اس مدرسہ کے اغراض ومقاصد بیان کرتے ہوئے لکھا تھا:

''یہاں طلبہ کے لیے ڈاکٹری کی تعلیم کو لازمی قرار دیا گیا ہے۔ اور نعشوں کی تشریح اور مختلف

قسم کے آپریشن دیکھنے کے لیے سول ہسپتال سے اجازت حاصل کرلی گئی ہے اور ہسپتالوں کی حاضری کو لازمی قرار دیا گیا ہے۔ علم طبیعی اور جدید سائنس کے لکچروں کو سننے اور طبعیات کے تجربے دیکھنے کا بھی ذریعہ پیدا کیا گیا ہے"۔[4]

حکیم عبدالمجید خاں، حکیم واصل خاں اور حکیم اجمل خاں نے یہاں طبی تعلیم کا جو منہج اختیار کیا تھا، اس کے محرک وہ مخصوص عوامل تھے، جو ہندوستان میں مغربی علوم وفنون اور مغربی نظام تعلیم کی آمد کے بعد یہاں پیدا ہوئے تھے۔ ان تقاضوں اور طب کی تعلیمی بدحالی اور فنی پسماندگی کے اسباب کو شریفی خاندان کے ان طبیبوں نے بہت پہلے محسوس کرلیا تھا اور انہوں نے یہ بھانپ لیا تھا کہ اب محض قدیم طبی سرمایہ کی تعلیم وتعلم پر تکیہ ناکافی ہے۔ اس لیے اس مدرسہ کے بانیان اس رجحان کے حامی تھے کہ اطباء اپنے اسلاف کی روایات اور ان کے عظیم ورثہ کی پاسبانی کے ساتھ بقدر ضرورت جدید طبی سائنس سے بھی واقف ہوں تاکہ وہ قدیم صداقتوں کو جدید زاویوں سے پرکھنے کے لائق ہوسکیں۔

حکیم اجمل خاں مدرسہ طبیہ کو محض ایک تعلیم گاہ کے بجائے، طب کی ایک تحریک سمجھتے تھے۔ لہٰذا اس کے دائرہ کو وسیع کرنے کے لیے ایک ایسے آرگن کی ضرورت تھی، جو حلقۂ اطباء سے رابطہ کا ذریعہ ہو۔ چنانچہ 1902 میں جب حکیم اجمل خاں رامپور سے دہلی آئے تو انہوں نے "مجلّہ طبیہ" کے نام سے مدرسہ کا آرگن جاری کیا۔ یہ ایک ماہانہ رسالہ تھا، جس میں مدرسہ کی خبروں کے علاوہ طبی مضامین شائع ہوتے تھے۔[5]

1911 میں مسیح الملک حکیم اجمل خاں شہنشاہ جارج پنجم کی تاجپوشی کے موقع پر نواب صاحب رامپور کے قائم مقام کی حیثیت سے انگلستان گئے۔ وہاں سے واپسی پر فرانس، جرمنی، آسٹریلیا اور ترکی کی سیر کے ساتھ ان ممالک میں طب کی ترقیوں کا گہری نظر سے مطالعہ کیا۔ یہاں کے مشاہدات سے جو تجربے حاصل کیے تھے اس کی روشنی میں انہوں نے طب قدیم کی اصلاح وتجدید اور ترقی کے لیے مدرسہ طبیہ میں بہت سے اقدامات کیے۔ مسیح الملک کا یہ سفر طبی ریفارم کے حوالہ سے تاریخی حیثیت کا حامل ہے۔[6]

اس سفر سے واپسی پر مسیح الملک نے مدرسہ طبیہ کی توسیع اور اس کے تعلیمی نظام کو جدید اسلوب عطا کرنے کا ایک خاکہ تیار کیا۔ 15 اکتوبر 1912 کو انجمن طبیہ کے سالانہ جلسہ میں انہوں نے ایک مفصل رپورٹ پیش کی اور انجمن کے ممبران کے سامنے اپنے توسیعی منصوبوں کا ذکر کرتے ہوئے کہا

کہ ''مدرسہ طبیہ کی تاسیس کے جو مقاصد تھے وہ مدرسہ طبیہ سے پورے نہیں ہو سکتے، ان کی تکمیل کے لیے ایک ایسی درسگاہ کی ضرورت ہے۔ جس سے یونانی اور ویدک کی مکمل تعلیم کا مقصد حل ہو سکے۔ جس میں طلبہ کو نہ صرف کتابی بلکہ عملی تعلیم بھی دی جا سکے اور اس درسگاہ سے ایسے فارغین نکلیں جو یونانی اور ویدک کی نہایت اعلیٰ اور مکمل تعلیم حاصل کرنے کے ساتھ جراحی اور ڈاکٹری کے مسلمہ مفید حصہ تک دسترس رکھتے ہوں، جنھیں انسانی مشین کے متعلق قدیم اطباء کے اقوال ہی یاد نہ ہوں بلکہ انہیں خود اس کی بصیرت حاصل ہو''۔[7]

مدرسہ طبیہ کو کالج کی شکل عطا کرنے کے منصوبہ کا یہ پہلا اظہار تھا۔ مدرسہ طبیہ کو کالج کا درجہ دینے کے منصوبہ کو نواب رامپور کی تائید اور تعاون حاصل تھا۔ 13 فروری 1921 کو کالج کی بلڈنگ کی رسم افتتاح کے موقع پر مسیح الملک نے سالانہ رپورٹ میں اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے کہا تھا ''مجھے اس موقع پر ہز ہائنس جناب نواب صاحب والیٔ ریاست رامپور کا ذکر خیر کرنا چاہیے، جنہوں نے سب سے پہلے مجھے مشورہ دیا تھا کہ اب وقت آگیا ہے کہ طبی اسکول کو کالج بنا دیا جائے اور موجودہ ضروریات طب کو پیش نظر رکھ کر کالج کے لیے ایک وسیع عمارت تعمیر کی جائے۔ اس غرض کے لیے انہوں نے ان بارہ سو روپیہ کے علاوہ جو وہ پہلے سے عطا فرما رہے تھے، پچاس ہزار روپیہ کی گراں قدر رقم عطا فرمائی''۔[8]

اس توسیعی منصوبہ کے لیے مدرسہ طبیہ کی قدیم عمارت ناکافی تھی۔ لہٰذا مسیح الملک نے قرولباغ میں ایک وسیع قطعۂ آراضی خریدنے کا پروگرام بنایا۔ چیف کمشنر نے اس زمین کی جو قیمت مقرر کی وہ بہت زیادہ تھی، مگر لارڈ ہارڈنگ کے ایماء پر کمشنر نے یہ زمین حکیم صاحب کو ان کے حسب منشا قیمت پر عطا کی۔[9]

مسیح الملک کی دعوت پر 19 مارچ 1916 کو لارڈ ہارڈنگ نے قرولباغ میں کالج کی نئی عمارت کا سنگ بنیاد رکھا۔ اس عمارت کی تعمیر پر اس وقت سات آٹھ لاکھ روپے خرچ ہوئے تھے۔[10]

رسم تنصیب کے موقع پر حکیم اجمل خاں نے وائس رائے لارڈ ہارڈنگ کی خدمت میں پیش کردہ ایڈرس میں کالج کے نصب العین کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا تھا ''گو کہ ہمارے ملک میں ویدک اور یونانی کی تعلیم پرائیویٹ طریقہ پر ہو رہی ہے اور کئی مدرسے ان علوم کی اشاعت کر رہے ہیں، لیکن ان کے معیار تعلیم کو بلند کرنے اور مغربی طب کے بعض ضروری حصوں سے فائدہ اٹھانے کی غرض سے ہم کو ضرورت تھی کہ ہم ایک ایسا کالج بنائیں جو ہماری ضرورتوں کے لیے کافی ہو سکے اور جس میں

باقاعدہ دیسی طب کی تعلیم اناٹومی اور سرجری کے ساتھ دی جائے"۔[11]

حکیم رشید احمد لکھتے ہیں "کالج کی اس پرشکوہ عمارت کو دیکھ کر سر آغا خاں نے کہا تھا "یہ کالج ہندوستان کا نہیں بلکہ یورپ کا طبی کالج معلوم ہوتا ہے"۔مزید لکھتے ہیں "جب کالج کے افتتاح کا وقت آیا تو ترک موالات کا زمانہ تھا لہٰذا حکیم صاحب نے وائس رائے کے بجائے گاندھی جی کے ہاتھوں یہ رسم انجام دلوائی۔اگر اس وقت حکیم صاحب وائس رائے کو افتتاح کی دعوت دیتے تو یہ بخوشی منظور کر لی جاتی اور امید تھی کہ کالج کے لیے پانچ لاکھ روپے نقد اور پانچ ہزار روپیہ ماہانہ اعانت کا اعلان ہو جاتا اور حکومت کے اس اقدام کے بعد ہندوستان کی ریاستوں سے گرانقدر اعانتوں کی توقع تھی اور کالج کے فارغین کی حکومت کی نگاہ میں زیادہ وقعت ہوتی"۔[12]

13 فروری 1921 کو گاندھی جی کے ہاتھوں اس عمارت کا افتتاح عمل میں آیا۔مسیح الملک نے افتتاحی تقریب میں نواب رامپور، سیٹھ جمال رنگون، مہاراجہ پٹیالہ، بیگم بھوپال، مہاراجہ گوالیار، مہاراجہ اندور اور لالہ سلطان سنگھ رئیس دہلی کا بطور خاص ذکر اور شکریہ ادا کیا۔اس عمارت کی تعمیر کے لیے سیٹھ جمال رنگون نے پچاس ہزار کی رقم خود پیش کرنے کے علاوہ دوسرے لوگوں سے چندہ دلوایا تھا۔ان کی کوششوں سے رنگون سے ڈھائی لاکھ کا چندہ ہوا تھا۔[13]

1912 میں مسیح الملک نے مدرسہ طبیہ کو کالج میں تبدیل کرنے کی اسکیم تیار کی اور طبی تعلیم کے متوازی ویدک تعلیم کا بھی اہتمام کیا۔1914 سے کالج میں ویدک تعلیم کا آغاز ہوا، ساتھ ہی بورڈ آف ٹرسٹیز میں ہندوؤں کو کافی تعداد میں شامل کیا۔کالج سے آیوروید اور ہندوؤں کو جوڑنے کے پیچھے کچھ سیاسی مصلحتیں معلوم ہوتی ہیں، اس لیے کہ اس زمانہ میں مسیح الملک سیاست سے وابستہ ہو چکے تھے اور سیاسی دنیا میں سیکولر شبیہ کے حامل سمجھے جاتے تھے۔ممکن ہے وہ طبیہ کالج سے آیوروید اور ہندوؤں کو جوڑ کر اپنی سیاسی امیج اور تعلیمی مشن میں سیکولر رنگ پیدا کرنا چاہ رہے ہوں۔اس کی ایک ممکنہ وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ اس زمانہ میں تحریک آزادی کا بگل بج چکا تھا اور دیر سویر ملک کو آزاد ہونا تھا، آزادی کے بعد قائم ہونے والے جمہوری نظام حکومت میں مسلمان اس ملک میں اقلیت میں ہوتا، ان حالات میں یونانی طب کو بہر کیف آیوروید کے تابع ہونا تھا۔مسیح الملک کی دور رس سیاسی بصیرت نے ان پیش آنے والے حالات کا اندازہ کر کے ان کی پیش بندی کے طور پر پہلے ہی آیوروید اور یونانی کو جوڑنے کی تدبیر کر لی تھی۔لیکن آیوروید اور ہندوؤں کو اس ادارہ سے جوڑنے کی اس وقت بظاہر وجہ یہ

تھی کہ میڈیکل رجسٹریشن ایکٹ کے خلاف ایجی ٹیشن اور دیسی طبوں کے حقوق کے تحفظ اور بازیابی کے سلسلہ میں مشترکہ جدوجہد کے لیے ویدوں اور ہندوؤں کو ساتھ لینا ضروری تھا۔

مسیح الملک نے سیاحت فرنگ کے بعد نصاب کی اصلاح اور اس کی تجدید و تدوین کے مسائل کی طرف خاص توجہ فرمائی اور عملی اقدامات کیے اور ایک اہم قدم اٹھاتے ہوئے یونانی اور ویدک دونوں کے نصاب میں فزیالوجی اور کیمسٹری کی تعلیم کو لازمی مضمون کی حیثیت سے شامل کیا، ان کے اس اقدام سے طلبہ میں شورش بھی پیدا ہوئی، مگر انہوں نے اسے حسن تدبیر کے ساتھ فرو کر دیا۔[14]

مسیح الملک کا خیال تھا کہ اجنبی اور غیر مانوس زبان میں تعلیم سے طلبہ پر دوہرا بوجھ پڑتا ہے اور فنی مسئلوں کے ساتھ لسانی پیچیدگیوں کو سلجھانے میں ایک مدت صرف ہو جاتی ہے، اس لیے وہ ایسی زبان میں تعلیم کے حامی تھے، جو طلبہ کے لیے مانوس ہو۔ اس لیے اردو کو تعلیمی زبان کا درجہ دیا اور اردو زبان میں درسیات کی تیاری کے لیے اہتمام اور عملی اقدام کیے۔[15]

مسیح الملک کے ذہن میں اس کالج کی بابت نہایت وسیع منصوبے تھے، وہ اس کے کردار کو صرف ایک درسگاہ تک محدود کرنے کے بجائے، اسے طب کا ایک مرکزی ادارہ بنانا چاہتے تھے، تا کہ یہ کالج طب کی تعلیم گاہ کے ساتھ ہندستان میں طب کا پالیسی ساز ادارہ بنے، اور طب کے ایک مرکزی ادارہ کے بطور طبی تعلیم کے میدان میں قیادت کے فرائض ادا کرے۔ اس کالج کو دوسری طبی تعلیم گاہوں کے لیے ماڈل اور نمونہ بنانے اور اسے طبی دنیا میں رہنما اور مشعل بردار کا مرتبہ عطا کرنے کے لیے ضروری تھا کہ یہ کالج اس وقت کے تعلیمی مسئلوں کا حل پیش کرتا اور قائدانہ اہلیت کا ثبوت دیتا۔ اس عہد کا سب سے اہم مسئلہ تعلیمی نصاب تھا۔ حکیم اجمل خاں نے وقت کے اس اہم داعیہ کو محسوس کرتے ہوئے جولائی 1926 میں کالج سے ملحق شعبۂ تحقیقات کی بنیاد ڈالی، علمی و عملی تحقیقات، اس شعبہ کا مطمح نظر قرار پائیں۔ مسیح الملک چاہتے تھے کہ علمی شعبہ میں طب کے ماہرین، قدیم نصاب پر جدید معلومات کی روشنی میں تنقید و تنقیح کر کے طب کا ایک بہتر نصاب تیار کریں۔ اس کے لیے انہوں نے ایک کمیٹی بنائی تھی، جس کے ساتھ وہ خود بھی کام کرتے تھے۔ حالانکہ اس زمانہ میں وہ رامپور اور مسوری میں مقیم تھے مگر کمیٹی کے اجلاس میں پابندی سے شریک ہوتے تھے۔[16]

مسیح الملک نے مسوری کے زمانۂ قیام میں علمی شعبہ کے اراکین کو پابند عہد کرنے کے لیے ایک عہد نامہ پر کمیٹی کے دستخط لیے۔ دستخط کنندگان میں ان کے علاوہ حکیم محمد الیاس خاں، حکیم محمد کبیر الدین،

حکیم فضل الرحمان، حکیم عبد الحفیظ، ڈاکٹر سید ناصر عباس کے نام شامل ہیں۔ [17]

تحقیقات کا دوسرا شعبہ ادویات سے متعلق تھا۔ اس کے قیام کا مقصد یہ تھا کہ یونانی مفردات کا جدید سائنسی تناظر میں مطالعہ کیا جائے، ادویہ معلومہ کی فہرست میں نئے مفردات کا اضافہ کیا جائے اور مرکبات کو تحلیل و تجزیہ کے ذریعہ پرکھ کر، حاصل شدہ معلومات کی روشنی میں ان کی اس طرح اصلاح کی جائے کہ ان کی خصوصیات تو برقرار رہیں، لیکن ان میں ندرت پیدا ہو جائے اور وہ موجودہ سائنٹفک دنیا میں قبولیت کا مرتبہ حاصل کر سکیں۔ اس کے لیے ایک ماہر فن کی ضرورت تھی، چنانچہ شعبہ کی طرف سے ڈاکٹر سلیم الزماں صدیقی کو فنی تربیت کے لیے جرمنی بھیجا گیا، انہوں نے جرمنی سے تربیت حاصل کر کے ریسرچ آفیسر کی حیثیت سے شعبۂ تحقیقات کی ذمہ داری سنبھالی۔ [18]

کالج اور اس کے ذیلی شعبوں کے انتظامی امور، شریفی خاندان کے کسی مخصوص فرد کے بجائے انجمن طبیہ نام کی مجلس منتظمہ کے سپرد تھے۔ حکیم اجمل خاں اس کے صدر تھے، جب انجمن کی جگہ بورڈ آف ٹرسٹیز قائم ہوا تو وہ اس کے سکریٹری منتخب ہوئے۔ ان دونوں عہدوں کے اختیارات یکساں تھے۔ بورڈ کا سکریٹری منتخب ہونے کے بعد حکیم اجمل خاں کو انتظامی امور میں معاونت کے لیے ایک جوائنٹ سکریٹری کی ضرورت تھی، انہوں نے اس عہدہ پر پیرزادہ محمد حسین (سابق سشن جج) کو ایک معقول مشاہرہ پر مامور کیا۔ [19]

12 اگست 1911 میں دفعہ 21، 1860 کے تحت انجمن طبیہ کا رجسٹریشن ہوا۔ 15 اکتوبر 1915 کو یہ انجمن دی بورڈ آف ٹرسٹیز آف دی آیورویدک اینڈ یونانی کے نام سے موسوم ہوئی اور انجمن کے تمام اختیارات اور منصبی فرائض اور اس کی تحویل کی تمام جائدادیں بورڈ کے ٹرسٹیوں کے حق میں منتقل کر دی گئیں۔ بورڈ نے 35 ٹرسٹیوں پر مشتمل ایک منتظمہ کمیٹی تشکیل دی جس میں حکیموں اور ویدوں کی تعداد مساوی رکھی گئی تھی۔

مختلف شعبوں کی نگرانی اور ان کے انتظام و انصرام کے لیے مندرجہ ذیل چھ کمیٹیاں قائم کی گئیں:

1۔ سب کمیٹی برائے ہندوستانی دواخانہ

2۔ سب کمیٹی برائے رسائن شالہ

3۔ تعلیمی سب کمیٹی

4۔ سب کمیٹی ہسپتال

5۔ سب کمیٹی برائے تعمیرات واسٹور

6۔ ریسرچ (علمی وعملی) سب کمیٹی

کالج کی ریسرچ سب کمیٹی میں حکیم محمد احمد خاں، ڈاکٹر مختار احمد انصاری، نواب ابوالحسن خاں، لالہ رام پرشاد، سردار مہتاب سنگھ، ڈاکٹر سید محمد جنید قریشی، ڈاکٹر سلیم الزماں صدیقی، قاضی عبد الغفار، حکیم محمد الیاس خاں، حکیم محمد ظفر احمد خاں، پنڈت ہری رنجن ممبر تھے۔[20]

دسمبر 1927 میں مسیح الملک کے انتقال کے بعد ان کے بیٹے حکیم محمد جمیل خاں بورڈ آف ٹرسٹیز کے سکریٹری منتخب ہوئے۔ حکیم محمد احمد خاں سے اختلاف کی وجہ سے انتظامی کشمکش کا سلسلہ رہا، تقریباً ایک ماہ تک ان کے خلاف کالج میں اسٹرائک رہی۔ 1929 میں انہیں اس عہدہ سے علاحدہ کر کے بورڈ نے حکیم محمد احمد خاں کو سکریٹری مقرر کیا۔ 1937 میں حکیم محمد جمیل خاں دوبارہ سکریٹری بنے اور 1949 تک طبیہ کالج ان کی زیر نگرانی رہا۔ 10 اکتوبر 1949 کو حکومت نے جمیل خاں کی جگہ کالج پر ریسیور مقرر کر دیا۔[21]

1952 میں دہلی اسمبلی نے طبیہ کالج ایکٹ منظور کیا۔ اس کے مطابق 27 اپریل 1953 کو طبیہ کالج بورڈ کی تشکیل عمل میں آئی۔ کرنل بشیر حسین زیدی اس بورڈ کے چیرمین بنائے گئے۔ بورڈ کے قیام کے بعد کالج کے انتظام میں کسی قدر سدھار ہوا، لیکن پھر 1963 سے بدنظمی شروع ہوگئی اور یہ سلسلہ چھ سال تک قائم رہا۔ 1967 میں ہر دیال دیوگن طبیہ کالج بورڈ کے چیرمین منتخب ہوئے، انہوں نے بدنظمی کے دور سے کالج کو نکالنے کی کوشش کی۔ 1963 میں حکومت ہند کے ذریعہ ویاس کمیٹی کی تشکیل ہوئی، جس نے طبیہ کالج کے نصاب کو مفید اور موثر بنانے کے لیے کئی اہم تبدیلیاں کیں، حکومت کے سرکلر سے ایک نیا نصاب جاری ہوا، سابقہ نصاب کی طرح اس کی مدت تعلیم پانچ سال تھی۔ ہائر سکنڈری داخلہ کی اہلیت قرار پائی، جس میں سنسکرت اور عربی داں طلبہ کو ترجیح دی جاتی تھی۔ 1970 میں کالج کی طرف سے مستقبل کے لائحہ عمل کے تحت حکومت کو ایک تین نکاتی اسکیم ارسال کی گئی تھی، جس میں پوسٹ گریجویٹ تعلیم کا منصوبہ بھی شامل تھا۔[22]

اس کالج میں 1970 سے پی جی تعلیم کا منصوبہ تھا، مگر یہ اسکیم بہت دیر سے روبہ عمل ہوئی اور شروع ہونے کے کچھ ہی دنوں بعد کالج میں اساتذہ کی مطلوبہ تعداد اور ضروری انفرااسٹرکچر کی کمی جیسے مسائل سے دوچار ہو کر التواء کا شکار ہوگئی۔

یہ کالج برطانوی عہد حکومت میں قائم ہونے والا طبی تعلیم کا پہلا منظم ادارہ تھا، اس نے طبی تعلیم کے میدان میں جو نقوش ثبت کیے تھے، وہ اتنے دوررس اور دیرپا تھے کہ اس عہد کے دوسرے تعلیمی اداروں میں اس کی تقلید کی گئی، نصاب تعلیم کے حوالے سے اس کالج کے قائم کردہ خطوط کی اب تک پیروی کی جارہی ہے۔

1927 کے بعد اس کالج پر انحطاط کا جو سلسلہ شروع ہوا تھا وہ اب تک قائم ہے۔ اس کالج نے اپنے قیام کے ابتدائی زمانہ میں طبی تعلیم کے میدان میں رہنمائی اور مشعل برداری کا کردار ادا کیا تھا، مگر روشن ماضی کا یہ واقعہ اب محض ایک یاد بن کر رہ گیا ہے۔ اس وقت یہ ادارہ صوبہ دہلی کے زیر انصرام ہے۔ اور اس کی وہی حالت ہے جو ہندوستان میں دوسرے صوبائی سرکاری اداروں کی ہے۔

حوالہ جات

1۔ اجمل اعظم، انتظار حسین۔ ص 76

2۔ تذکرۃ الخواجگان۔ ص 96، 99، 110

3۔ حیات اجمل، قاضی عبدالغفار۔ ص 23 تا 27

4۔ اجمل اعظم، انتظار حسین۔ ص 76

5۔ تذکرہ مسیح الملک، حکیم محمد حسن قرشی۔ ص 21، 22

6۔ ایضاً ص 36 تا 40

7۔ سیرت اجمل، حکیم جمیل خاں۔ ص 72، 73

8۔ آیورویدک اینڈ یونانی طبی کالج، دہلی کی سہ سالہ رپورٹ 1918 تا 1920

9۔ حکیم اجمل خاں، کوثر چاندپوری۔ ص 155

10۔ تذکرہ مسیح الملک، حکیم محمد حسن قرشی۔ ص 58

11۔ سیرت اجمل، حکیم جمیل خاں۔ ص 96، 97

12۔ حیات اجمل، حکیم رشید احمد خاں۔ ص 65، 66، 75

13۔ آیورویدک اینڈ یونانی طبی کالج، دہلی کی سہ سالہ رپورٹ 1918 تا 1920

14 تذکرہ مسیح الملک، حکیم محمد حسن قرشی۔ ص 39، 40

15۔ ماہنامہ حامی الشفا (اجمل اعظم نمبر) ص 63 اور حیات اجمل مؤلفہ حکیم رشید احمد خاں۔ ص 44-45

16۔ حیات اجمل، قاضی عبدالغفار ص 410۔ 411 اور قانون عصری، حکیم محمد الیاس خاں۔ ص 23-24

17۔ اے جرنی آف ریسرچ ان یونانی میڈیسن۔ ص 11

18۔ حیات اجمل، قاضی عبدالغفار۔ ص410۔411

19۔ حیات اجمل، حکیم رشید احمد خاں۔ ص115

20۔ دستور العمل برائے بورڈ آف ٹرسٹیز

21۔ دلی اور طب یونانی، حکیم سید ظل الرحمٰن۔ ص37۔38

22۔ بیاض اجمل، انور علی دہلوی۔ ص19-20

کتابیات

- اجمل اعظم، انتظار حسین، ناشر یادگار اجمل، گلبرگ، لاہور، 1995
- اے جرنی آف ریسرچ ان یونانی میڈیسن، شائع کردہ سی سی آر یو ایم، نئی دہلی 2005
- آیورویدک اینڈ یونانی طبی کالج کی سہ سالہ رپورٹ (1918 تا 1920) جو مہاتما گاندھی کے سامنے اس کی رسم افتتاح کے موقع پر 13 فروری 1921 کو پڑھی گئی، مطبوعہ غنی المطابع، دہلی
- بیاض اجمل، انور علی دہلوی، (آیورویدک اینڈ یونانی طبی کالج کی سالانہ رپورٹ، پیش کردہ برہم دت شرما بتاریخ 29 مارچ 1970) پیش کش آیورویدک اینڈ یونانی طبی کالج، بورڈ
- تذکرۃ الخواجگان، حکیم خواجہ احسان اللہ، شائع کردہ یونانی شفاخانہ لشکر، 1941
- تذکرہ مسیح الملک، حکیم محمد حسن قرشی، ناشر ناظم مشیر الاطباء، چشمۂ زندگی، حویلی کابلی مل، لاہور 1928
- حکیم اجمل خاں، کوثر چاندپوری، ناشر نسیم بکڈپو، لکھنؤ، اشاعت 1973
- حیات اجمل، حکیم رشید احمد خاں، ناشر عالمی اردو مرکز، دہلی، اشاعت دوم 2002
- حیات اجمل، قاضی عبدالغفار، انجمن ترقی اردو ہند، علی گڑھ، اشاعت 1950
- دستور العمل برائے بورڈ آف ٹرسٹیز آیورویدک اینڈ یونانی، طبی کالج دہلی جو 15 اکتوبر 1915 کو وضع ہو کر نافذ العمل ہوا۔ ترمیم شدہ 26 اکتوبر 1925
- دلی اور طب یونانی، حکیم سید ظل الرحمٰن، اردو اکادمی، دہلی، اشاعت ثانی 2011
- سیرت اجمل، حکیم جمیل خاں، ہندوستانی دواخانہ دہلی، سنہ اشاعت نامعلوم
- ماہنامہ حامی الشفا (اجمل اعظم نمبر) جنوری، فروری 1963 مقام اشاعت باب الشفاء، میرٹھ

●●●

مدرسہ طبیہ زنانہ۔ دہلی

حکیم فخر عالم

مدرسہ طبیہ کے ذیل میں قائم مختلف اداروں میں مدرسہ طبیہ زنانہ کا ایک امتیاز یہ تھا کہ دوسرے اداروں کا قیام، فنی ضرورت کے تحت ہوا تھا، لیکن اس کے قیام کے محرک صرف سماجی داعیے تھے۔ حکیم اجمل خاں نے محسوس کیا کہ دوسرے معاشرتی حقوق کی طرح عورتیں صحت کے جائز حق سے بھی محروم ہیں۔ تہذیب اور شرافت جیسے ناموں پر ان کا یہ بنیادی حق ان سے سلب کر لیا گیا ہے۔ چنانچہ لاپرواہی کے نتیجہ میں زچگی کے دوران وہ بڑی تعداد میں لقمۂ اجل بن جاتی ہیں۔ زچہ بچہ کے تمام معاملات ناخواندہ دائیوں کے سپرد ہیں، اس افسوس ناک صورتحال کو دیکھتے ہوئے حکیم اجمل خاں نے ایک زنانہ مدرسہ کے قیام کی تحریک شروع کی، ان کی کوششوں سے تھوڑے ہی عرصہ میں چالیس ہزار کی خطیر رقم جمع ہوگئی۔ مالی فراہمی کے بعد مسیح الملک نے محلہ چوڑی والان میں ایک وسیع مکان کرایہ پر لے کر زنانہ طبی مدرسہ اور زنانہ طبی شفاخانہ کی شروعات کی۔[1]

مدرسہ طبیہ زنانہ کے ذریعہ یونانی طریقۂ علاج کو ہر سطح پر معاصر تقاضوں سے ہم آہنگ کرنے کے علاوہ اسے سماجی داعیوں سے جوڑنے کا سلسلہ شروع ہوا۔ اس کے قیام سے طبی تعلیم ایک نئی جہت سے روشناس ہوئی اور ایک نئی ضرورت کا احساس سامنے آیا۔

13 جنوری 1909 کو لوئی ڈین بہادر لفٹنٹ گورنر، پنجاب کی بیگم کے ہاتھوں اس مدرسہ کا افتتاح ہوا اور یکم مئی 1909 کو باقاعدہ تعلیمی سلسلہ شروع ہوا۔ لیڈی سر لوئی ڈین حکیم اجمل خاں کے اس منصوبہ کو دیکھ کر بے حد متاثر ہوئیں اور انہوں نے حکیم صاحب کے اس جذبہ کو بیحد سراہا۔[2]

کالج کا ایک سال مکمل ہونے پر 16 اپریل 1910 کو چوڑی والان میں واقع مدرسہ زنانہ و شفاخانہ کے کیمپس میں ایک عظیم الشان جلسہ کا اہتمام کیا گیا اس میں مردوں اور عورتوں کے لیے تقریبوں

کا علاحدہ انتظام تھا، نواب احمد علی خاں بہادر فرمانروا ریاست مالیر کوٹلہ نے مردانہ تقریب کی صدارت فرمائی، زنانہ جلسہ کی صدارت کے لیے مہارانی نرسنگھ گڑھ کا نام طے تھا، مگر طبیعت ناساز ہونے کی وجہ سے وہ تشریف نہیں لاسکیں اس لیے ان کی جگہ لالہ لال سنگھ کی بیگم نے تقریب کی صدارت فرمائی۔ 3

یہ کالج اپنی وضع کا پہلا ادارہ اور تعلیمی میدان میں ایک نیا تجربہ تھا۔ حکیم اجمل خاں نے یہ تجربہ ایسے دور میں کیا تھا، جب ہندوستان جیسے قدامت پسند ملک میں عورتوں کے لیے اس قسم کی پیشہ ورانہ تعلیم تو کجا عام تعلیم کا تصور بھی بہت کم تھا۔ یہ واقعہ حکیم اجمل خاں کی جدت پسندانہ اور انقلابی سوچ کا غماز ہے۔

حکیم اجمل خاں نے مدرسہ طبیہ کی بنیاد ڈال کر ہندوستانی مسلمانوں کو عورتوں کے باب میں عام تعلیم سے آگے، عصری تعلیم کی ضرورت کے تئیں بھی سوچنے پر مجبور کر دیا۔ جس وقت حکیم اجمل خاں نے زنانہ طبی مدرسہ کی تحریک شروع کی تھی، وہ انہی جیسا شخص کر سکتا تھا۔ انہوں نے اپنے احباب کو اس کاز کے لیے آمادہ کر کے دراصل اپنی ذہن ساز صلاحیتوں کا ثبوت دیا تھا۔

ابتداء میں یہ ''مدرسہ دائیان'' کے نام سے موسوم تھا، کچھ دنوں تک اسی نام سے جاری رہا، لیکن اس لفظ سے اس کی عظمت کا مفہوم متاثر ہو رہا تھا، دائی کے لفظ سے لوگوں کا ذہن اس پیشہ کی طرف منتقل ہو جاتا، جو دائیوں سے منسوب تھا، جسے سماج میں مبتذل سمجھا جا رہا تھا۔ یہ غلط فہمی مدرسہ سے استفادہ کی راہ میں رکاوٹ بن رہی تھی۔ لہٰذا اس کے ذمہ داروں نے اس کا نام بدل کر مدرسہ طبیہ زنانہ تجویز کیا۔ 4

کالج میں لڑکیوں کو یونانی، آیوروید اور ایلوپیتھی کی نظری اور عملی تعلیم دی جاتی اور زنانہ ہاسپٹل میں بیمار خواتین کا ان تینوں طریقوں سے علاج کیا جاتا، تاکہ طالبات کی عملی تربیت ہو سکے اور خواتین کو علاجی سہولت مل سکے۔

اس کالج میں دو جماعتیں قائم تھیں، جماعت ''الف'' کا نصاب چار سال پر مشتمل تھا، اس میں طالبات کو یونانی اور آیورویدک کی تعلیم کے ساتھ جدید طب کے ضروری مباحث اور شفاخانہ کی عملی مشق کرائی جاتی تھی۔ اس نصاب کی تکمیل کے بعد یونانی طالبات کو 'طبیبہ قابلہ' اور ویدک طالبات کو 'ویددھانتری' کی سند دی جاتی۔ جماعت ''ب'' کا نصاب دو سال پر مشتمل تھا، اس جماعت کی طالبات کو زبانی اور عملی طور پر دائی گیری سکھائی جاتی تھی، دو سالہ تربیت کے بعد ان طالبات کو 'قابلہ' یعنی دائی کا سرٹیفکٹ دیا جاتا۔ اس جماعت کے لیے ایک رعایت تھی کہ اگر کسی طالبہ کے بارے میں

لیڈی ڈاکٹر کو اطمینان ہو جائے کہ اس نے دو سال سے پہلے ہی دائی کا کام سیکھ لیا ہے تو اسے مقررہ مدت سے پہلے ہی قابلہ کا سرٹیفکٹ مل سکتا تھا۔[5]

زنانہ طبی کالج میں مذہبی تفریق کے بغیر وہ تمام لڑکیاں داخلہ کی اہل تھیں، جو اردو، ہندی پڑھنے لکھنے کی صلاحیت رکھتی ہوں، شریف الطبع ہوں، جسمانی طور پر صحت مند ہوں اور متعدی امراض میں مبتلا نہ ہوں۔[6]

جو لڑکیاں اردو اور ناگری نوشت و خواند نہیں جانتیں، ان کی تعلیم کے لیے مبادی جماعتیں قائم تھیں، ان میں اردو اور ناگری کی تعلیم کے لیے دو استانیاں مامور تھیں۔[7]

اس کالج کے یونانی شعبہ میں تعلیم کی زبان اردو تھی، مگر اس زبان میں درسی ضرورت کی سلیس اور عام فہم کتابیں دستیاب نہیں تھیں، حکیم اجمل خاں کی ہدایت پر ان کے شاگرد حکیم عبد الرزاق نے لڑکیوں کا نصاب تیار کیا۔ وہ اس کالج میں استاذ بھی تھے۔ مدرسہ میں پردہ کے نظام کی وجہ سے پردہ کی اوٹ سے لڑکیوں کو تعلیم دیتے تھے۔[8]

زنانہ طبیہ کالج ایک اقامتی ادارہ تھا، یہاں لڑکیوں کی اخلاقی تربیت اور ان کی نگرانی کے لیے لیڈی منصرمہ کا انتظام تھا، کالج کے ذمہ داروں نے طالبات کے مذہبی احساسات کی رعایت کرتے ہوئے ہندو اور مسلم لڑکیوں کے قیام و طعام کا علاحدہ بندوبست کیا تھا۔[9]

1928 کے پراسپیکٹس میں شائع تعلیمی اور انتظامی اسٹاف کی تفصیلات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت حکیم محمد جمیل خاں انتظامی بورڈ کے سکریٹری اور خواجہ غلام سبطین جوائنٹ سکریٹری تھے۔ ڈاکٹر سید ناصر عباس پرنسپل، حکیم مولوی محمد حفیظ الرحمٰن وائس پرنسپل، پنڈت گنگا سہائے پروفیسر ویدک تھے، ڈاکٹر شریف النساء خانم لیڈی ڈاکٹر کا فریضہ انجام دینے کے ساتھ ایلوپیتھی مضامین کی تدریس پر مامور تھیں۔ مسرت جہاں بیگم یونانی کی معلمہ تھیں۔ سلطان جہاں بیگم بورڈنگ ہاؤس کی منصرمہ تھیں۔ ملکہ بیگم کمپاؤنڈر اور منشی اصغر علی دفتر کے محرر تھے۔[10]

1928 کا پراسپیکٹس اس زمانے کا ہے جب حکیم اجمل خاں کے بعد ان کے صاحبزادہ حکیم محمد جمیل خاں مجلس منتظمہ کے سکریٹری منتخب ہوئے تھے۔ یہ پراسپیکٹس حکیم اجمل خاں کی حیات 1918 کا مرتبہ ہے۔[11] اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مسیح الملک کی وفات کے بعد نئے ذمہ داروں نے مسیح الملک کے قائم کردہ خطوط پر ہی تعلیمی نظام کو جاری رکھا تھا۔

زنانہ طبیہ کالج میں منعقد 24 فروری 1935 کی کانوکیشن تقریب میں مسز محمود وائس پرنسپل زنانہ طبیہ کالج نے جو رپورٹ پیش کی تھی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بیگم میاں محمد رفیع سکریٹری لیجسلیٹو اسمبلی کے ہاتھوں کامیاب طالبات کو اسناد عطا کی گئیں، بیگم صاحبہ اس تقریب کی صدر تھیں۔ 12

حکیم اجمل خاں، ان سے پہلے ان کے برادران اور ان کے بعد ان کے صاحبزادہ حکیم محمد جمیل خاں کے زمانۂ انصرام میں یہ روایت رہی ہے کہ اس خاندان کے قائم کردہ اداروں کی تقریبات میں ملک کی نامور سماجی اور سیاسی شخصیتوں کو مدعو کیا جاتا تھا، اس کا مقصد طبی کاز سے حلقۂ خواص کو جوڑنا تھا اور یہ اس عہد کی بڑی اہم ضرورت تھی۔

حوالہ جات

1۔ حیات اجمل، حکیم رشید احمد خاں، ناشر عالمی اردو مرکز، دہلی، اشاعت دوم 2002۔ ص 72-71

2۔ تذکرہ مسیح الملک، حکیم محمد حسن قرشی، ناشر ناظم مشیر الاطباء و چشمۂ زندگی، حویلی کابلی مل، لاہور، 1928۔ ص 25

3۔ مدرسہ طبیہ زنانہ و شفاخانہ زنانہ دہلی کے پہلے سالانہ جلسہ کی رپورٹ جو 16 اپریل 1910 کو پیش کی گئی تھی، شائع کردہ مطبع مجتبائی۔ ص 7-4

4۔ ایضاً ص 2-1

5۔ پراسپکٹس شعبۂ زنانہ، (مرتبہ اگست 1918) شائع کردہ قیصر ہند پریس، دہلی، جون 1928

6۔ ایضاً

7۔ ملاحظہ ہو حوالہ 3 کا ص 12

8۔ ایضاً ص 11-10

9۔ ایضاً ص 12-11

10۔ ملاحظہ ہو حوالہ نمبر 5

11۔ ایضاً

12۔ رپورٹ زنانہ طبیہ کالج جسے کالج کانوکیشن کے موقع پر 24 فروری 1935 کو مسز محمود وائس پرنسپل نے پیش کیا تھا، مطبوعہ جید پریس، دہلی

●●●

ہندستانی دواخانہ

حکیم فخر عالم

یونانی دواسازی کی تاریخ میں ہندستانی دواخانہ ایک مثالی حیثیت کا حامل ہے۔ یہ اس دور کی یادگار ہے۔ جب دیسی ادویات کو دیانت اور احتیاط سے تیار کرنے کا کوئی ادارہ نہیں تھا، صرف عطاری کی دوکانیں تھیں، جو شخصی کاروبار کی حیثیت رکھتی تھیں۔ جہاں پیشہ ورانہ رجحانات کے باعث دیانت داری کا فقدان تھا۔ صحیح اور معیاری دواؤں کی عدم دستیابی کے سبب اطباء کو سخت دشواریوں کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا اور طبیب کی صحیح تشخیص اور تجویز کے باوجود یونانی معالجہ کے مطلوبہ نتائج برآمد نہیں ہو رہے تھے۔ لہٰذا ایک ایسے ادارہ کی ضرورت تھی، جہاں دیانت داری کے ساتھ نسخوں کے صحیح اجزاء کے مطابق یونانی ادویہ جدید ڈھنگ سے تیار ہوں، جنہیں مطب و معالجہ میں پورے اطمینان کے ساتھ استعمال کیا جا سکے۔

ان عصری داعیوں کے علاوہ دواخانہ کا قیام، مدرسہ طبیہ کی تعلیمی ضرورت کا بھی حصہ تھا۔ اس لیے کہ محض درس کے ذریعہ طلبہ کو ادویہ کی زبانی معلومات فراہم کرنا اس وقت تک بے سود تھا؟ جب تک کہ طلبہ خود مشاہدہ کر کے ادویہ کی شناخت، اصلی و نقلی مفردات کے درمیان تمیز اور مرکبات کی تیاری کے طریقوں و ہنر کو نہ سیکھ لیں۔ ان مقاصد کے حصول کے لیے 1903 میں دواخانہ کی بنیاد ڈالی گئی۔

مدرسہ طبیہ کے بانی حکیم عبدالمجید خاں ایک ایسا دواخانہ قائم کرنا چاہ رہے تھے جہاں مدرسہ کے طلبہ دواشناسی اور دواسازی کی تعلیم حاصل کر سکیں اور اس کے ذریعہ مریضوں کو خالص دوائیں بہم پہنچائی جائیں، لیکن مختلف وجوہ سے وہ اس خیال کو عملی صورت نہ دے سکے۔

حکیم عبدالمجید خاں کے انتقال کے بعد ان کے منجھلے بھائی حکیم واصل خاں نے مدرسہ کی انتظامی

ذمہ داریاں سنبھالیں۔ انہوں نے اپنی جانشینی کے زمانہ میں حکیم اجمل خاں کے ساتھ مل کر دواسازی کی ایک کمپنی کی شروع کی۔

یونانی اور ویدک میڈیسن کمپنی کے نام سے قائم ہونے والا یہ ادارہ مشترک سرمایہ سے بنایا گیا تھا۔ اس کمپنی میں شہر کے ممتاز افراد کے حصص تھے۔ حکیم واصل خاں اور حکیم اجمل خاں کی تحریک پر مرزا اکبر علی خاں رئیس، نواب فیض احمد خاں رئیس، لالہ جگل کشور وکیل، لالہ ہزاری مل جوہری، مولوی عبدالاحد مالک مطبع مجتبائی، شمس العلماء سید احمد شاہی امام جامع مسجد دہلی، میر جمال وغیرہ کے علاوہ دہلی اور بیرون دہلی کے رؤساء اور معززین نے سرمایہ کی فراہمی میں حصہ لیا تھا۔

حکیم واصل خاں کے بعد حکیم اجمل خاں نے ادارہ جاتی ذمہ داریاں سنبھالیں۔ انہوں نے کاموں کی تنظیم کے لیے ایک اہم قدم اٹھایا اور شہر کے ممتاز رؤساء اور اطباء کی ایک انجمن قائم کی اور مدرسہ طبیہ اور اس کے ذیلی اداروں میں جمہوریت کی روح پیدا کرنے کے لیے سارے ادارہ جاتی کام انجمن کو سونپ دئے۔

اداروں کے پھیلتے دائرہ کی وجہ سے مالی ضرورتیں بھی بڑھ رہی تھیں۔ لہٰذا ان کے استحکام اور بندوبست کے لیے مستحکم مالی ذرائع کی ضرورت تھی۔ لہٰذا مسیح الملک نے یونانی اینڈ ویدک میڈیسن کمپنی کے حصہ داروں کو اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ اپنے حصص مدرسہ طبیہ کے حق میں فروخت کر دیں، کمپنی کے شرکاء بلا تامل راضی ہو گئے۔ بعضوں نے اپنا حصہ چھوڑ دیا، جو لوگ قیمت لینا چاہ رہے تھے انہیں انجمن نے اپنے سرمایہ سے خرید لیا۔ انجمن کی تحویل میں آنے کے بعد ہندستانی دواخانہ کے نام سے اس ادارہ نے شناخت بنائی۔

ہندستانی دواخانہ میں دواسازی اور انتظامی معاملوں کا ایک مکمل اور جامع نظام تھا۔ دواسازی کے جدید آلات اور سائنٹفک طریقوں سے فائدہ اٹھانے کے ساتھ دواسازی کے قدیم طریقوں کے محاسن بروئے کار لائے جاتے۔ یہاں دواؤں کی تیاری کے لیے ایسے افراد مامور تھے، جنہیں ادویہ کی شناخت اور تیاری میں مہارت تھی۔ ہر ذمہ داری کے کام پر ماہرین اور تجربہ کار مقرر رہتے۔ مجربات اور قیمتی دواؤں کی تیاری خاص نگرانی میں انجام پاتی۔ تیار شدہ دواؤں کا علمی طریقوں پر طبیب کے ذریعہ امتحان کیا جاتا اگر کسی دواء کی تیاری میں کوئی خامی رہ جاتی یا جن دواؤں کی مدت حیات ختم ہو جاتی انہیں ضائع کر دیا جاتا۔

مولوی حبیب الرحمان رامپوری دواخانہ کے پہلے منیجر تھے۔ میر انوار احمد اور ان کے والد میر فخر الدین، حکیم اجمل خاں کے بڑے معتمد تھے۔ خاص خاندانی مجربات اور اکسیری وقیمتی ادویات کی تیاری انہی کے ذمہ تھی، مسیح الملک کی نگرانی میں خواجہ غلام السطین و میر سید جمال الدین نے انتظامی اصلاحات اور فروغ کے سلسلہ میں بڑی اہم خدمات انجام دیں۔

15 اکتوبر 1915 کو دی بورڈ آف ٹرسٹیز آف دی آیورویدک اینڈ یونانی کی تشکیل کے بعد انجمن طبیہ کے تمام اختیارات اور جائداد بورڈ کے ٹرسٹیوں کو منتقل ہو گئے تو ہندستانی دواخانہ بھی بورڈ کی تحویل میں آ گیا۔ دواخانہ کے انتظام وانصرام کے لیے سب کمیٹی برائے ہندستانی دواخانہ قائم کی گئی۔ یہ کمیٹی سات ممبران پر مشتمل تھی، مدن موہن لال، حکیم غلام کبریا خاں، حکیم محمد احمد خاں، قاضی عبد الغفار، لالہ رام پرشاد، ڈاکٹر رام ناتھ ترویدی اور منیجر ہندستانی دواخانہ اس سب کمیٹی کے ممبر تھے۔

حکیم اجمل خاں تاحیات ہندستانی دواخانہ کی سرپرستی کرتے رہے۔ ابتداءً وہ انجمن طبیہ کے صدر کی حیثیت سے پھر بورڈ آف ٹرسٹیز کے سکریٹری کے طور پر انتظامی نگراں رہے۔ چونکہ کالج کا دارومدار دواخانہ کی آمدنی پر تھا، حکیم اجمل خاں یا ان کے خاندان کی سرپرستی کے بغیر دواخانہ کی کوئی قدر و قیمت باقی نہیں رہ سکتی تھی، لہٰذا بورڈ کے دستور العمل میں یہ دفعہ بھی رکھی گئی تھی کہ جب تک کالج دواخانہ کی امداد سے بے نیاز نہ ہو جائے اس وقت تک انتظامی امور کی ذمہ داری اس خاندان کے افراد کے پاس ہی رہے۔

اس دواخانہ نے بے شمار مریضوں کو فائدہ پہنچانے کے علاوہ مدرسہ طبیہ اور اس کے دوسرے شعبوں کو مضبوط مالی بنیاد فراہم کرنے میں بہت اہم کردار ادا کیا اور ان کے اخراجات کی کفالت میں بڑا تعاون پیش کیا۔ اس دواخانہ نے اعلیٰ اور معیاری دواسازی کا جو نمونہ پیش کیا وہ آج بھی قابل تقلید ہے۔ یونانی دواسازی کی موجودہ دنیا میں بھی اس قسم کے اداروں کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔

ہمارے عہد میں یونانی طب کی پسماندگی کی جو وجوہات ہیں، ان سب میں بڑی وجہ یہ ہے کہ یونانی فارمیسی کا شعبہ نہایت کمزور اور بدحال ہے۔ اور ایلوپیتھی کی عوامی مقبولیت اور پسندیدگی کی اہم وجہ

یہ ہے کہ اس نے دواسازی کے میدان میں کمال پیدا کر کے علاج ومعالجہ اور دواؤں کے استعمال کو نہایت سہل بنادیا ہے، جو کہ آج کے زمانہ میں پسند و ناپسند کا بڑا پیمانہ ہے۔ اجمل برادران نے ان داعیوں کو بہت پہلے محسوس کر کے عملی اقدامات کیے تھے، مگر موجودہ طبی دنیا میں یہ شعبہ توجہ سے یکسر محروم ہے۔

حکیم اجمل خاں ہندستانی دواخانہ کو کافی اونچائیوں تک لے جانے کا ارداہ رکھتے تھے وہ ہندستان کے مختلف بڑے شہروں میں اس کی شاخیں قائم کر کے اس کے دائرہ کو وسیع کرنا چاہتے تھے، اگر انہیں زندگی نے کچھ اور مہلت دی ہوتی تو وہ ایسا ضرور کرتے۔

حکیم اجمل خاں کے انتقال کے بعد ان کے بیٹے حکیم جمیل احمد بورڈ کے سکریٹری منتخب ہوئے مگر ان کی سکریٹری شپ کا زمانہ نہایت کشمکش کا تھا، اور انتظامی معاملات کو لے کر خاندان کے لوگوں میں بڑی رسہ کشی رہی، اس کا اثر ہندستانی دواخانہ پر بھی پڑا۔

1929ء سے 1937ء تک حکیم محمد احمد خاں بورڈ کے سکریٹری اور ہندستانی دواخانہ کے ذمہ دار رہے۔ 1949ء تک کی باقی مدت میں حکیم جمیل احمد خاں بورڈ کے سکریٹری اور ہندستانی دواخانہ کے نگراں تھے، مگر ان دونوں کے زمانہ میں ہندستانی دواخانہ ترقی کے بجائے تنزل کا شکار رہا۔

خاندانی اختلافات کے باعث ایک وقت ایسا آیا کہ حکیم محمد احمد خاں نے ہندستانی دواخانہ کے مقابلہ میں ''دواخانہ حکیم اجمل خاں'' کے نام ایک ذاتی کمپنی شروع کردی۔ اس سے ہندستانی دواخانہ کا کاروبار بہت متاثر ہوا اور اسے نقصان پہنچا۔

1949ء کے بعد شریفی خاندان کا تعلق اس دواخانہ سے ختم ہوگیا۔ اور 1953ء میں طبیہ کالج بورڈ کے قیام کے بعد یہ دواخانہ بورڈ کی تحویل میں آکر دہلی حکومت کے زیر اثر آگیا۔

اب ہندستانی دواخانہ ختم ہو چکا ہے۔ اس کی عمارت آیورویدک اینڈ یونانی طبیہ کالج کے زیر تصرف ہے۔ مرزا غالب کی حویلی کے سامنے گلی قاسم جان میں واقع یہ عظیم ملی میراث ناخلف ہاتھوں برباد ہوکر عبرت کی ایک عمارت بن کر رہ گئی ہے۔ اس وقت اس عمارت میں یونانی، آیوروید اور ایلوپیتھی او پی ڈی۔ قائم ہے۔

مطالعاتی مآخذ

1۔ آیورویدک اینڈ یونانی طبی کالج کی سہ سالہ رپورٹ (1918 تا 1920ء) جو مہاتما گاندھی کے سامنے اس کی رسم افتتاح کے موقع پر 13 فروری 1921ء کو پڑھی گئی، مطبوعہ غنی المطابع، دہلی

2۔ تذکرہ مسیح الملک از حکیم محمد حسن قرشی، ناشر ناظم مشیر الاطباء و چشمۂ زندگی، حویلی کابلی مل لاہور۔ 1928ء

3۔ حیات اجمل از حکیم رشید احمد خاں، ناشر عالمی اردو مرکز، دہلی۔ اشاعت دوم 2002ء

4۔ دستور العمل برائے بورڈ آف ٹرسٹیز آیورویدک اینڈ یونانی طبی کالج دہلی جو 15 اکتوبر 1915ء کو وضع ہو کر نافذ العمل ہوا۔ ترمیم شدہ 26 اکتوبر 1925ء

5۔ دلی اور طب یونانی از حکیم سید ظل الرحمان، اردو اکادمی، دہلی۔ اشاعت ثانی 2011ء

●●●

رپورٹ سالانہ

مدرسہ طبیہ دہلی بابت سال یازدہم

جس کو

حکیم محمد عبدالمجید خاں (سکریٹری) نے جلسۂ عام منعقدہ ۲۳/مارچ

۱۹۰۰ء

مطابق ۲۱/ذیقعدہ ۱۳۱۷ ہجری نبوی جمعہ کے دن بصدارت جناب

صاحب کمشنر بہادر

قسمت دہلی پڑھا اور دہلی کے

مطبع روزانہ اخبار واقع کوچہ رائمان میں باہتمام منشی امیر احمد منیجر چھپی ۱۳۱۷ ہجری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کیفیت جلسہ سالانہ مدرسہ طبیہ دہلی بابت سال یازدہم ۱۶-۱۳۱۷ ہجری

خداوند کریم کا ہزار ہزار شکر ہے کہ مدرسہ طبیہ دہلی کا بارہواں سالانہ جلسہ بتاریخ ۲۱/ ذیقعدہ ۱۳۱۷ھ یوم جمعہ مطابق ۲۳/ مارچ ۱۹۰۰ء کو صبح کے آٹھ بجے منعقد ہوا۔ مدرسہ کے خیر طلب جناب نواب محسن الملک مولوی مہدی علی خاں صاحب بہادر سکریٹری محمڈن کالج، علی گڑھ اور نیز دیگر معززین ورؤساء باہر سے تشریف لائے تھے اور دہلی کے معزز اصحاب ورؤساء وہجوم عوام الناس بکثرت جمع ہوگیا تھا۔ قبل از وقت صاحب والاشانِ عالی جناب اونریبل۔ ایچ۔ سی۔ فنشا صاحب بہادر کمشنر و سپرنٹنڈنٹ قسمت دہلی و عالی جناب مسٹر ایم ڈگلس صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر ضلع دہلی رونق افروز ہوئے۔ نواب سعید الدین احمد خاں صاحب کی تحریک ورائے بہادر لالہ رام کشن داس صاحب کی تائید سے صاحب کمشنر بہادر چیرمین جلسہ بنائے گئے۔ سکریٹری نے حسب اجازت صاحب پریسیڈنٹ رپورٹ سالانہ سنائی۔ جس سے تمام حاضرین پر بہت اثر پڑا بعد ختم ہونے رپورٹ کے ہمدرد قوم نواب محسن الملک بہادر نے اسپیچ دیا۔ جس کے مضمون سے مدرسہ کی اعانت اور قوم کو توجہ دلانی مقصود تھی پریسیڈنٹ صاحب نے بغور ملاحظہ فرمایا۔ اسپیچ کے ختم ہوتے ہی فخر قوم شمس العلماء مولوی حافظ نذیر احمد صاحب نے دلکش نظم پڑھی، جس سے جملہ حاضرین محظوظ ہوئے، جو نثر آپ نے فرمانی چاہی تھی بوجہ قلت وقت پوری نہ ہوئی اس لیے وہ بھی درج کی جاوے گی۔ مولوی صاحب کی نظم کے اختتام کے بعد اونیریری سکریٹری صاحب کھڑے ہوئے اور چیئرمین کی اجازت سے یہ تحریک پیش کی کہ گورنمنٹ عالیہ کو جو نمایاں فتوحات جنوبی افریقہ میں حاصل ہورہی ہیں، ان سے اہل ہند میں ایک عام ولولہ خوشی کا پھیل رہا ہے اس لیے اس مبارک موقع پر اس جلسہ کی جانب سے حضور وایسرائے بہادر و حضور نواب لفٹنٹ گورنر بہادر پنجاب کی خدمت میں مبارک باد کے تار بھیجے جائیں، جن میں اظہار وفاداری و مسرت کیا جائے، چنانچہ خان صاحب غلام محمد حسن خاں میونسپل کمشنر نے مسودہ ہر دو تاروں کا بہ آواز بلند جلسہ کے روبرو پڑھ کر سنایا اور بہ اتفاق رائے یہ تحریک منظور ہوئی، پھر صاحب کمشنر بہادر نے اپنے

دست خاص سے طالب علموں کو اسناد و تمغے و کتب انعامی تقسیم فرمائیں۔ اثناء تقسیم میں صاحب موصوف نہایت خوشی کے ساتھ لفظ مبارک فرماتے جاتے تھے۔ اس سال دس طلبہ کو تمغے و سند عطا ہوئے منجملہ دس تمغوں کے پانچ تمغے طلائی اور پانچ تمغے نقرئی تھے۔ طلائی تمغوں میں سب سے بڑا تمغہ ریاست جودھپور سے ایک طالب علم کو عطا ہوا ہے، یہ نئی بات ہے کہ اب تک کسی ریاست سے تمغہ عطا نہیں ہوا تھا۔ تقسیم انعام کے بعد صاحب والاشان صاحب کمشنر بہادر نے بزبان انگریزی اسپیچ دیا، جس سے مدرسہ کو نہایت تقویت ہوئی اور سکریٹری صاحب کی کوشش کی قدردانی ظاہر ہوئی۔ صاحب کمشنر بہادر کی اسپیچ ختم ہونے کے بعد جناب شمس العلماء مولوی منشی محمد ذکاءاللہ صاحب نے انجمن مدرسہ طبیہ کی جانب سے چیئرمین صاحب و حکامِ ضلع کا شکریہ ادا کیا۔ جلسہ کی آرائش حسب دستور سابق ہوئی۔ الغرض قریب ساڑھے دس بجے کے جلسہ بخیر وخوبی ختم ہوا۔

•••

رپورٹ سالانہ مدرسہ طبیہ

دہلی

بابت سال یازدہم ۱۶و۱۳۱۷ ہجری مطابق ۱۸۹۹و۱۹۰۰ء

عالیجناب صدر انجمن صاحب! و جناب ڈپٹی کمشنر بہادر و دیگر اصحاب! میں کمال مسرت اور خوشی کے ساتھ آج مدرسہ طبیہ کی گیارہویں سالانہ کارگزاری کی رپورٹ آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں اور ان تمام معزز اصحاب کو جو مدرسہ کے ساتھ گہری دلچسپی رکھتے ہیں اور اس کی خدمات کو قدر شناس نگاہوں سے دیکھتے ہیں یہ کہہ کر مبارک باد دیتا ہوں کہ مدرسہ طبیہ نے اپنی مفید اور نیک کوششوں کو گیارہ سال تک مسلسل انجام دینے کے بعد بارہویں مبارک سال میں جب کہ تمام ملک سوتھ افریقہ کی برٹش فتوحات پر اپنے وفادار جوش کو خلوص کے ساتھ عام طور پر ظاہر کر رہا تھا قدم رکھا۔ اس لیے امید ہے کہ اس سال کی برکتیں گورنمنٹ برطانیہ کی وفادار رعایا اور اس کے تمام مفید کاموں کے لیے عام ہوں گی۔

افریقہ میں برٹش فتوحات کی خوشی آج کل براعظم ہندوستان میں ایسی ہی ثابت ہو رہی ہے جیسی کہ جسم کے لیے روح۔ اس لیے ان کی عام مجالس میں خواہ اُن کا انعقاد کسی غرض سے ہو اس گہری اور خلوص سے بھری ہوئی خوشی کے نمایاں آثار دکھائی دیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ میں آج کے جلسہ میں مدرسہ طبیہ کی سالانہ رپورٹ معزز صدر انجمن اور حاضرین جلسہ کو سناتے وقت اس خوشی کے اظہار کو مدرسہ کی رپورٹ کے لیے حقیقی افتخار کا باعث سمجھتا ہوں۔

معزز صدر انجمن صاحب! مجھے اس بات کے بیان کرنے کی اجازت دیجئے کہ جو شاندار فتوحات ہماری گورنمنٹ عالیہ کو براعظم افریقہ کی خونریز لڑائیوں میں حاصل ہوئی ہیں، اُن سے ہماری انجمن کو بے اندازہ مسرت ہوئی ہے اور جس طرح اس شاندار گورنمنٹ کی کامیابی کے لیے جس کا سایہ علوم وفنون کی پرورش کر رہا ہے، اہل ہند اپنے معبود حقیقی سے دعائیں مانگ رہے ہیں اُسی طرح اِس انجمن کے اراکین بھی سچی وفاداری اور خالص محبت کے ساتھ دعاؤں میں شریک ہیں۔

حضرات پچھلے سال آپ کو یاد ہوگا کہ ہمارے سالانہ جلسہ میں اس مدرسہ کے مربی جناب کلارک

صاحب بہادر سابق کمشنر دہلی اور جناب میجر ڈیوس صاحب بہادر سابق ڈپٹی کمشنر دہلی الوداعی طور پر شریک تھے اور ان کے تشریف لے جانے کے خیال سے تمام جلسہ میں حاضرین کے چہروں سے افسردگی و ملال ظاہر تھا۔ خدا کا شکر ہے کہ عہدہ دارانِ ممدوح کا نعم البدل ہم کو ملا ہے۔ گرامی قدر صدر انجمن کو بھی مدرسہ کے ساتھ کامل ہمدردی اور اس کی ترقی سے پوری دلچسپی ہے اور حضور بھی ایسے ہی علم دوست اور قدردانِ فنون ہیں جیسے کہ عالیجناب کمشنر صاحب سابق جناب کپتان ڈگلس صاحب بہادر حال ڈپٹی کمشنر دہلی نے ایک برس کی قلیل میعاد میں اپنی بیدار مغزی اور ہر دلعزیزی و اخلاق کا سکہ شہر میں بٹھایا دیا ہے اور اپنی منصفانہ اور بے طرفدارانہ تدبیر سے صاف ظاہر کر دیا ہے کہ حضور ملکہ معظمہ قیصرۂ ہند کے اصول حکومت پر حضور ممدوح کو کامل توجہ ہے کہ جہاں کہیں اہل ملک میں کوئی مفید عام کام جاری ہوتا ہے، اس کو گورنمنٹ عالیہ مادرانہ شفقت کی نگاہ سے دھیان کرتی ہے اور اپنی وجاہت و شرکت سے ہمت دلایا کرتی ہے۔

جناب صدر انجمن صاحب! مدرسہ طبیہ کی بنیاد صرف اس غرض سے رکھی گئی ہے کہ اس میں یونانی طب کی تعلیم کامل طور پر دی جائے اور ضرورت کے مطابق ڈاکٹری بھی اس میں شامل کی جائے اس غرض کو مدرسہ نے اب تک ملحوظ رکھا ہے اور میں یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ ہم سب کی مساعی ایک حد تک مشکور ہوئی ہیں۔ مدرسہ کی شہرت ہندوستان کے اطراف میں سرایت کرتی جاتی ہے اور اس کے ڈگری یافتہ طبیب ہندوستان کی بڑی بڑا آبادیوں کے مرکزوں میں کامیابی کے ساتھ معالجہ میں مصروف اور ملک کی خدمت میں سرگرم ہیں۔

عالیجناب صدر انجمن! میں سمجھتا ہوں کہ جس مضمون کو میں تقریباً ہر سال بیان کرتا رہا ہوں اس کا پھر اعادہ کرنا ضرور بدنما معلوم ہوتا ہے، لیکن جس حالت میں مدرسہ کی بنیاد ہی اس بات پر مبنی ہو تو ضرورت اس کے اظہار پر مجبور کرتی ہے۔ اس مدرسہ کا قیام اس کے معاونوں اور سرپرستوں کی امداد پر موقوف ہے۔ کئی سال سے برابر اس امر کی شکایت درپیش ہے کہ مدرسہ کی امداد کافی طور پر نہیں ہوتی اور جو بلند خیالات مدرسہ کی آئندہ حالت کے متعلق آنریری سکریٹری کے دل میں ہیں، وہ ابھی تک عملی طور پر ظاہر نہیں ہوئے، جو فائدہ اس غیر مکمل نمونہ سے موجودہ حالت میں اہل ہند کو پہنچ رہا ہے اس سے بلاشبہ یہ اندازہ آپ ضرور کر سکتے ہیں کہ اگر اس کی تکمیل ہو جائے تو نفع رسانی کا پیمانہ کہاں تک وسیع

ہو سکتا ہے۔

باوجود مدرسہ کے مفید عام ہونے اور اہل ہند کو اس کی طرف محتاج ہونے کے یہ بات ظاہر کرنی شرم سے خالی نہیں ہے کہ اس کی آمدنی سے اس سال اس کا خرچ سات سو روپیہ کے قریب زیادہ رہا جس کا بوجھ مدرسہ کے مستقل سرمایہ پر پڑا۔ چونکہ مدرسہ کی شہرت اب زیادہ ہوتی جاتی ہے اور طالب علم بھی نسبتاً زیادہ آتے ہیں اس لیے ان کے وظائف اور دوسرے اخراجات میں زیادتی ہونی ایک لازمی بات ہے۔ ایسی حالت میں کس قدر افسوس کی بات ہے کہ باوجود ضروریات وہ نمایاں ثبوتوں کے امداد میں کمی اور اہل ہمت کی فیاضی پر اوس پڑتی جاتی ہے۔

سال زیر رپورٹ میں ۱۴۳ر طالب علم مدرسہ میں داخل ہوئے اور سال گزشتہ میں ۱۳۵ر داخل ہوئے تھے۔ اس سال ۸۹ر طالب علموں نے سالانہ امتحان دیا اور گزشتہ سال میں ۷۹ر طالب علم شریکِ امتحان تھے۔ مدرسہ کی حاضری کا اوسط اس سال ۷۳ اور ڈاکٹری جماعت کا ۲۰ر رہا۔

امتحان سالانہ:

اعلیٰ اور دوسری جماعت کا تحریری امتحان اس سال حکیم محمد اجمل خاں صاحب نے لیا۔ رامپور سے بند سوالات رجسٹری کے ذریعہ سے آئے اور نگراں امتحان نے احتیاط کے ساتھ طالب علموں کو سوالات دیئے۔ تیسری جماعت کا تحریری امتحان حکیم وکیل احمد صاحب ناظم پربھنی ضلع اورنگ آباد (ریاست حیدر آباد) نے لیا۔ جماعت اعلیٰ کے تقریری امتحان کے ممتحن خود سکریٹری اور حکیم عبدالرشید خاں صاحب تھے۔ دوسری جماعت کا تقریری امتحان حکیم قاسم علی صاحب اور حکیم عبدالرحمٰن صاحب نے لیا۔ اسی طرح حکیم احمد سعید خاں صاحب اور حکیم عبدالرزاق صاحب نے تیسری جماعت کا امتحان لیا۔ جماعت چہارم کے ممتحن حکیم عبدالرشید خاں صاحب تھے۔ ڈاکٹری جماعت کے فریق اول کا امتحان ڈاکٹر ہیم چندر صاحب سین اور ڈاکٹر امیر چند صاحب نے لیا اور فریق دوم کے ممتحن ڈاکٹر ہیم چندر صاحب سانیال ہوئے۔ ڈاکٹری جماعت کے ممتحن صاحبوں نے جو سوالات کیے تھے وہ اشاعت کی غرض سے میرے پاس بھیجے ہیں، جنھیں میں نے رپورٹ کے ایک حصہ میں جگہ دی ہے۔

عالیجناب صدر انجمن صاحب! جماعت اعلیٰ میں ۱۶ر طالب علموں نے امتحان دیا تھا جن میں سے ۱۲ر کامیاب ہوئے۔ جماعت دوم کے ۲۰ر طالب علموں میں سے ۵ر فیل اور ۱۵ر کامیاب ہوئے

جماعت سوم کے ۱۹؍طالب علموں میں سے ۱۷پاس اور ۲؍فیل ہوئے۔ جماعت چہارم میں ۲۴؍طالب علم شریک امتحان تھے جن میں سے ۲۰؍ پاس اور ۴؍فیل ہوئے۔ ڈاکٹری جماعت میں ۱۴؍امتحان دینے والوں میں سے صرف ایک فیل ہوا۔

سند و تمغہ:

گزشتہ سال میں گیارہ طالب علم کامیاب ہوئے تھے مگر ان میں سے ایک طالب علم نے مطب میں بیٹھنے اور بیماروں کو دیکھنے کے فرائض کو انجام نہیں دیا اس لیے اس جلسہ میں عالیجناب صدر انجمن صاحب دس کامیاب طالب علموں کو سند اور تمغے عطا فرمائیں گے۔ میں مناسب سمجھتا ہوں کہ اس جگہ اُن اصحاب کے گرامی نام شکریہ کے ساتھ درج کروں جنہوں نے ان کامیاب طالب علموں کو تمغے مرحمت فرمائے ہیں۔

نمبر شمار	اسمائے گرامی تمغہ دہندگان	قسم تمغہ	تعداد
۱	ریاست جودھپور	طلائی	ایک
۲	منشی محمد قاسم صاحب ملازم ریاست جودھپور	طلائی	ایک
۳	منشی سید امیر علی شاہ صاحب رئیس بلگرامی	طلائی	ایک
۴	حافظ حکیم محمد اجمل خاں صاحب	طلائی	ایک
۵	حکیم احمد سعید خاں صاحب	طلائی	ایک
۶	خاں صاحب غلام محمد حسن خاں صاحب میونسپل کمشنر دہلی	نقرئی	ایک
۷	منشی شوکت حسین صاحب رئیس مراد آباد	نقرئی	ایک
۸	منشی محمد سعید صاحب رئیس ضلع چھپرا	نقرئی	ایک
۹	رائے بہادر منشی درگا پرشاد صاحب	نقرئی	ایک
۱۰	رائے بہادر لالہ گور سہائے مل صاحب	نقرئی	ایک

وظائف طلبہ:

سال زیر رپورٹ میں ۳۵؍طالب علموں کو وظیفہ دیا گیا۔ ان میں سے ۲۰؍طالب علموں کو مدرسہ نے اور ۱۵؍کو معاونین نے وظیفہ دیا۔ جو مجموعی رقم وظائف پر اس سال صرف ہوئی ہے، اس کی تعداد

ایک ہزار دو روپیہ ساڑھے بارہ آنے ہے۔

میں ذیل میں ان حضرات کے اسماء بھی ظاہر کرنے مناسب سمجھتا ہوں جو سال زیر رپورٹ میں وظائف عطا فرماتے رہے ہیں:

نمبر شمار	اسمائے گرامی وظائف دہندگان	تعداد وظائف
۱	نواب سعید الدین احمد خان صاحب رئیس دہلی	یک
۲	شیخ وحید الدین صاحب رئیس میرٹھ	دو
۳	شیخ محمد رفیع الدین صاحب رئیس دہلی	دو
۴	مولوی محمد سمیع اللہ خان صاحب	یک
۵	رائے حکم چند صاحب چیف جج حیدر آباد دکن	یک
۶	محمد رفیق صاحب جج عدالت خفیفہ لکھنو	یک
۷	سردار امریک سنگھ صاحب رئیس گوجرانوالہ	یک
۸	محمد کرم اللہ خان صاحب رئیس دہلی	یک
۹	رائے بہادر لالہ گور سہائے مل صاحب	یک
۱۰	شمس العلماء منشی محمد ذکاء اللہ صاحب	یک
۱۱	حاجی نور محمد صاحب	یک
۱۲	لالہ پورن مل صاحب	یک
۱۳	سکریٹری	یک

●●●

تقریر نواب محسن الملک بہادر سالانہ جلسہ مدرسہ طبیہ دہلی میں

جناب صدر انجمن صاحب! میں چند سال سے اس جلسہ میں شریک ہوا کرتا ہوں صرف پچھلے سال مدرسۃ العلوم اور سرسید احمد میموریل فنڈ کی وجہ سے مجھے باہر جانا پڑا اور یہاں نہ آسکا جس کا مجھے بہت افسوس رہا مگر آج پھر اس جلسہ میں شریک ہونے کی عزت اور خوشی نے میرا رنج دور کر دیا اور میں یہ دیکھ کر کہ مجلس کی شان وشوکت ویسی ہی ہے جیسی کہ ہمیشہ ہوا کرتی تھی اور مختلف طبقہ کے معزز حضرات اسی شوق و ذوق سے شریک ہیں جیسے کہ ہمیشہ شریک ہوا کرتے تھے اور حاضرین کی دلچسپی اور قسمت وضلع کے حکام کی ہمدردی بھی ویسی ہی نظر آتی ہے، جیسی کہ پچھلے جلسوں میں نظر آتی تھی، نہایت خوش ہوں اور اس ظاہری حالت کو دیکھ کر مجھے امید تھی کہ مدرسہ کی ترقی اور طلبہ کی زیادتی اور سرمایہ کی فراہمی بھی اطمینان اور خوشی کے لائق ہوگی مگر افسوس ہے کہ اس رپورٹ کے سننے سے جو اس مدرسہ کے بانی اور اس انجمن کے سکریٹری جناب حاذق الملک حکیم عبدالمجید خاں صاحب نے سنائی وہ خوشی کے خیالات بالکل جاتے رہے اور وہ خیالی توقعات مایوسی سے بدل گئے اور آخر کار ثابت ہوا کہ یہ مدرسہ بھی ایک مسلمانی مدرسہ اور یہ انجمن بھی ایک مسلمانی انجمن ہے اور مسلمانوں کی غفلت اور بے توجہی اور زبانی ہمدردی اور پست ہمتی اور بدنصیبی کا اثر یہاں بھی ویسا ہی ہے جیسا کہ اس زمانہ میں مسلمانوں کے ہر قومی کام میں نظر آتا ہے اور گو مسلمانوں کی حالت اور ان کے قلب ماہیت کے لحاظ سے جو کچھ میں نے یہاں دیکھا اور سنا اور اس پر کچھ تعجب کرنے کی وجہ نہیں ہے مگر اس خیال سے کہ اور قومی کاموں میں جس کو بعض نیک دل اور بھی خواہان قوم نے ہندوستان کے مختلف مقامات میں جاری کیا ہے ہمارے بھائیوں نے کوئی نہ کوئی حیلہ مدد نہ دینے اور غفلت اور بے توجہی کو کسی نہ کسی پردہ میں چھپانے کا پیدا کر رکھا ہے، مگر اس مدرسہ اور اس کے بانی کی نسبت کوئی بات ایسی نہیں ہے کہ وہ مدد کی مانع ہوتی یا اس کے لیے کوئی حیلہ شرعی پیدا ہو سکتا اور اسی لیے مجھے اس مدرسہ کے ترقی نہ کرنے اور اس کے لیے کافی سرمایہ جمع نہ ہونے پر تعجب ہے اور میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اس مدرسہ کو مدد نہ دینے کے لیے کیا عذر کیا جاتا ہے اور وہ کون سے اسباب ہیں جو اس کے مانع ہیں۔

کیا اس کا بانی فاسد العقیدہ ہے اور مسلمانوں کو اس کے عقائد پر دہریت اور کفر کا شبہ ہے اور اس

کے کام میں مدد کرنے کو وہ اعانت فی الکفر والفسق سمجھتے ہیں یا وہ ایسا شخص ہے۔ جس کی عزت اور جس کا رسوخ قوم میں نہیں ہے۔

یا وہ کام جو یہاں شروع کیا گیا ہے کوئی بدعت سیئہ ہے جو جاری کی گئی ہے اور وہ ہمارے آباء و اجداد اور پچھلے بزرگان ملت کے طور و طریقوں کے خلاف ہے اور مثل اور نئی باتوں کے صرف یورپ کی تقلید و پیروی کے خیال سے وہ کام اختیار کیا گیا ہے۔

یا وہ تعلیم جو اس مدرسہ میں دی جاتی ہے ہمارے ملکی اور قومی خیالات کے خلاف ہے اور وہ نفرت اور حقارت کی نظر سے دیکھی جاتی ہے اور قوم کو اس کی خواہش اور طبیعت کے برعکس اس پر آمادہ کیا جاتا ہے۔

یا گورنمنٹ وقت اور ہمارے حاکم اس کے مخالف ہیں اور اس مدد کرنے سے ان کی نارضامندی کا خیال ہے۔ آخر وجہ کیا ہے کہ اس کام میں مدد نہیں کی جاتی اور وہ عذر کیا ہے جو اس میں اعانت نہ کرنے کے لیے پیش کیا جاتا ہے، جہاں تک میں خیال کرتا ہوں ان باتوں میں سے کوئی ایک بات بھی میں اس مدرسہ اور اس کے بانی کی نسبت نہیں دیکھتا۔ بانیِ مدرسہ یعنی جناب حاذق الملک حکیم عبدالمجید خاں صاحب بجائے اس کے کہ فساد عقائد میں بدنام ہوں، ان کی دینداری اور پابندیِ صوم وصلوٰۃ مشہور ہے اور وہ سچے اور پکے مسلمانوں کے عمدہ نمونہ سمجھے جاتے ہیں۔ ان کے مذہبی خیالات میں نہ نئی روشنی کی جھلک پائی جاتی ہے، نہ ان کے طرز معاشرت میں کوئی نشان جدید شائستگی کا معلوم ہوتا ہے بلکہ سر سے قدم تک جدھر دیکھو مسلمانی ہی مسلمانی نظر آتی ہے۔ ان کی صورت اور سیرت، معاشرت اور مجالست، پوشاک و خوراک بود و باش ہر چیز ایسی ہے کہ جو مسلمانوں کے خیالات اور طبیعت کے موافق ہے اور جس کو ہر مسلمان نہایت عزت اور خوشی سے دیکھتا ہے، دینداری اور حسن عقائد کے علاوہ وہ بلحاظ خاندانی شرف کے بھی نہایت مشہور اور ممتاز ہیں اور شاہی زمانہ سے لے کر اب تک نہایت اعلیٰ درجہ کے معزز مسلمانوں میں ہیں ان کا خاندان قدیم زمانہ سے مرجع خلایق رہا ہے اور وہ خود بھی اپنے مکارم اخلاق اور محاسن عادات اور پاکی طبیعت اور ملکی اور قومی ہمدردی کے لحاظ سے فخر خاندان بلکہ فخر قوم سمجھے جاتے ہیں اور کیا ہندو اور کیا مسلمان سب کے دلوں میں ان کی نہایت عزت و وقعت ہے، ذاتی رسوخ بھی ان کا ایسا ہے کہ دہلی والے اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں اور جن کو ان کے ساتھ باہر

جانے کا اتفاق ہوا ہے اس سے ان کی مقبولیت اور مرجعیت عام دیکھ کر مسرت آمیز تعجب ہوتا ہے غرضیکہ ان کی ذاتی حالت بلحاظ مذہبی خیالات کے اور بہ نظر طرز معاشرت کے اور بوجہ مکارم اخلاق کے ایسی ہے کہ جس قدر مسلمان اس کام میں ان کی مدد کرتے وہ کم تھی۔ اب رہا دوسرا سبب کہ آیا یہ کام سلف کے طریقوں کے خلاف ہے اور یورپ کی کورانہ تقلید پر شروع کیا گیا ہے، یہ بھی اس پر صادق نہیں آتا بلکہ برعکس اس کے یہ زندہ رکھنا اس طریقہ کا ہے جو اسلام کے عروج کے ابتدائے زمانہ سے اب تک ہمارے بزرگوں میں جاری رہا ہے اور قائم اور باقی رکھنا اس سنت کا ہے جس کو ہر زمانہ اور ہر ملک میں ہمارے بزرگوں نے نہایت شوق سے جاری رکھا اور جس کی وجہ سے ساری دنیا میں وہ مشہور اور نامور اور ہزار برس تک یورپ کے معلم اور رہنما رہے۔

صاحبو! علم طب وہ علم ہے جس کو اگرچہ مسلمانوں نے یونانیوں سے لیا مگر اس میں ایسی ترقی کی اور اسے اتنا بڑھایا اور اس میں اتنی نئی تحقیقات کی اور اتنی تصنیفیں کیں کہ اپنے استاد یونانیوں سے بہت بڑھ گئے اور ہمارے بزرگوں میں ایسے نامور طبیب گزرے جنہوں نے جالینوس اور بقراط سے بھی بڑھ کر اس فن میں کمال حاصل کیا، ان کی تصنیفات کا ترجمہ لیٹن زبان میں کیا گیا۔ یورپ کے مختلف مقامات میں وہ چھاپی گئیں اور ایک ہزار برس تک انہیں کا درس وہاں ہوتا رہا۔ بقراط اور جالینوس کی کوئی کتاب یورپ کے مدارس طبیہ میں داخل نہ تھی بلکہ سترہویں صدی تک بوعلی سینا اور ابوبکر رازی ہی کی کتابیں پڑھائی جاتی تھیں۔

جابر ابو موسیٰ ہمارے ہی قوم وملت کا تھا جس نے آٹھویں صدی عیسوی میں ان مرکبات کو ایجاد کیا اور ان ابتدائی عملیات عرق کشی وغیرہ کو جاری کیا جن سے یونانی بالکل ناواقف تھے اور ہزار برس پہلے وہ اکتشافات اور ایجادیں شائع کیں کہ اگر وہ نہ ہوتیں تو یورپ کے بڑے نامور موجد بھی کچھ نہ کر سکتے تھے۔ اس کی کتاب نتائج التکمیل کا ترجمہ ۱۶۷۲ء میں فرانسیسی میں ہوا اور اس سے اس فن میں یورپ کو بہت بڑی مدد ملی۔

ابوبکر محمد بن زکریا رازی جو یورپ میں الرازی کے نام سے مشہور ہے اور جو نویں صدی میں پیدا ہوا تھا ہمارے ہی بزرگوں میں سے تھا جس کی تصانیف کا ترجمہ لیٹن زبان میں ہوا اور جس کی کتابیں اب سے چار سو برس پہلے وینس اور پیرس میں چھاپی گئیں اور یورپ کے طبی دارالعلوموں میں

ایک مدت اس کی تصنیفات درس میں رہیں۔ ابوبکر رازی ہی وہ شخص تھا جس نے بقراط اور جالینوس وغیرہ نامور حکماء یونان کی بہت سی غلطیاں نکالیں اور معالجات میں اکثر ان سے اختلاف کیا اور وہ یورپ کا استاد صدیوں تک مانا گیا اس کی کتاب کا ترجمہ ۱۱۲۷ء میں کیا گیا اور سولہویں صدی کے شروع میں جب کہ یورپ میں چھاپہ کا فن ایجاد ہوا، اس کی کتاب کا ترجمہ چھاپا گیا۔

بوعلی سینا کا نام اس سے کچھ کم یورپ میں مشہور نہ تھا جتنا کہ ہم مسلمانوں میں مشہور ہے، اس کی تصنیف کا اثر یورپ میں اتنے زمانہ تک رہا کہ اسے ملک الاطبا کہتے ہیں۔ اس کی تصنیفات کا ترجمہ تمام دنیا کی زبانوں میں ہوا اور دس صدی تک طب کا دارو مدار انہیں پر رہا فرانس اور اٹلی کے دارالعلوموں میں طبی تعلیم کی بنا اسی کی تصنیفات پر رہی اور اٹھارہویں صدی تک اس کی تصنیفات طبع ہوتی رہیں۔ اس کی تصنیفات کی قدر و منزلت کا جو یورپ میں تھی، اس سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ اس کا قانون جو یورپ میں جاری تھا اس کو بقول ایک فرانسیسی عالم کے فرانس میں متروک ہوئے پچاس سال سے زیادہ کا زمانہ نہیں گزرا۔

ابن رشد بھی مسلمان ہی تھا جو بارہویں صدی عیسوی میں اسپین کے شہر قرطبہ میں پیدا ہوا اور اس کی تصنیفات طب میں مثل اس کی دیگر کتابوں کے جو فلسفہ اور حکمت پر تھیں بار بار یورپ میں طبع ہوتی رہیں۔

ابومروان عبدالملک بن زہر بھی ہمارے ہی قوم کا تھا جس نے بارہویں صدی عیسوی میں بڑی شہرت حاصل کی اور جس نے جراحی اور معالجات اور خواص الادویہ تینوں کو یکجا کر دیا اور جس کے خیالات ان معاملات میں صحیح اور درست ثابت ہوئے۔

شیخ ابوالقاسم بن عباس اندلسی بھی ہمارے ہی نامور اسلاف میں سے تھا، جو گیارہویں صدی عیسوی میں ہوا ہے۔ جس نے بہت سے آلات جراحی ایجاد کیے اور جن کی تصویریں اس کی کتابوں میں درج ہیں۔ ایک یورپ کا عالم لکھتا ہے کہ اُن کل جراحیوں کا جو چودھویں صدی عیسوی کے بعد گزری ہیں اسی کی تصنیفات پر دارومدار تھا، اس کی تصنیفات کی قدر و منزلت کا جو یورپ میں تھی اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ ۱۴۹۷ء میں اس کی پہلی کتاب لیٹن زبان میں طبع ہوئی اور آخر تصنیف اس کی ۱۸۶۱ء میں، جس کو چالیس برس سے بھی کم عرصہ ہوتا ہے، یورپ میں چھاپی گئی۔

سلرنو جو اٹلی کے جنوب میں ایک بہت خوش آب و ہوا مقام ہے وہاں زمانہ متوسطہ میں ایک نہایت مشہور مدرسہ طبیہ تھا اور تمام مورخین یورپ اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ اس مدرسہ کی شہرت جو یورپ میں اول سمجھا جاتا تھا۔ عربوں ہی کے سبب سے تھی۔ ایک فرانسیسی عالم لکھتا ہے کہ نویں صدی عیسوی کے وسط میں جس وقت نارمنوں نے جزیرۂ صقلیہ اور اٹلی کے اس حصہ کو جو عربوں کے قبضہ میں تھا، لے لیا۔ انہوں نے ان کے مدرسہ طبیہ کی بھی ویسی ہی حمایت کی جیسی کہ کل دوسرے اسلامی نظامات کی، اور ایک مشہور عالم عرب کو اس مدرسہ کا منتظم مقرر کیا اور عربی تصانیف طبیہ کا ترجمہ لیٹن میں کرایا اور درس میں رکھا۔

حضرات! تاریخ سے ناواقفیت اور اپنے بزرگوں کے حالات سے لاعلمی بھی کیا بری چیز ہے جس سے انسان نہایت خطرناک غلطی میں پڑ، گا ہے اور خود اپنی نگاہوں میں اپنے آپ کو سبک اور خفیف سمجھتا ہے۔ اسی علم طب کی نسبت اگر مسلمان اپنی تاریخ دیکھیں اور جو فرق ہمارے بزرگوں کی حالت میں یورپ کے عیسائیوں سے تھا اس پر مورخانہ نظر ڈالیں تو نہایت دل خوش کن خیالات قومی فخر و عزت کے ان کے دل میں موجزن ہوں اور اپنے بزرگوں کی احیاء سنت کا تازہ جوش پیدا ہو۔ افسوس ہے کہ ہمارے بیخبر اور ناواقف بھائی مسلمانوں کو یہ بھی تو معلوم نہیں کہ ان کے بزرگ اس زمانہ میں جب کہ اہل یورپ وبا اور طاعون وغیرہ دوسری سخت بیماریوں کو مذہبی گناہوں کی سزا سمجھتے تھے اور اپنے پیروں اور ولیوں کی پرستش اور ان کی قبروں کی مٹی اور ان کے دم کیے ہوئے پانی کو اس کا علاج سمجھتے تھے، اس وقت ہمارے بزرگ ان امراض کو غلاظت اور تعفن کا نتیجہ اور طبی احکام کی مخالفت کے گناہوں کی سزا سمجھتے تھے اور جسم اور مکان اور راستوں کی صفائی اور طبی ہدایتوں پر عمل کرنے کو ان امراض کے دور کرنے کا ذریعہ بتاتے اور اس پر عمل کرتے تھے۔ ۱۷۲۱ء میں جس وقت لیڈی میری ورٹلی مانٹ گونے قسطنطنیہ سے ٹیکا لگانے کی مسلمانی ایجاد کو یورپ میں داخل کیا تو یورپ کے مذہبی علماء نے اس کی اسقدر مخالفت کی کہ اگر انگلینڈ شاہی خاندان نے اس ایجاد کو قبول نہ کیا ہوتا تو ہرگز کام میں نہ لائی جاتی اور اس بات سے یورپ بھی انکار نہیں کرتا کہ مسلمانوں نے علوم طبیہ کی ہر شاخ میں عموماً اور علامات امراض اور قرابادین اور ادویات اور طرق علاج اور فن جراحی میں خصوصاً بہت بڑی ترقی کی اور ادویہ مرکبہ کے تو گویا وہ موجد ہیں اور اکثر مرکبات جو اس وقت تک مستعمل ہیں۔ شربت، لیپ، ضماد،

دہنیات، روغن، عرقیات وغیرہ انہیں سے یورپ کو پہنچے ہیں۔ دواؤں کے استعمال کے وہ طریقے بھی انہوں نے ہی نکالے ہیں جو اب اتنے زمانہ کے بعد نئی ایجادوں کے نام سے مشہور کیے جاتے ہیں اور اس علم کے جاننے والے اور اس میں کمال رکھنے والے عالم مسلمان اس کثرت سے گزرے ہیں کہ بقول ایک جرمنی مورخ کے ان کی تعداد پانچ لاکھ سے زیادہ ہے اور اس پر تعجب یہ ہے کہ نہ صرف وہی مسلمان عالم طب کے جاننے والے تھے جو دنیاوی علوم میں نامور گزرے ہیں بلکہ تاریخ ہم کو بتاتی ہے کہ اکثر بڑے بڑے مفسر اور متکلم اور فقیہ جو علوم دینیہ میں پیشوا اور امام سمجھے جاتے تھے وہ طب میں بھی اور نہ صرف طب میں بلکہ مطب میں بھی نہایت کمال رکھتے تھے۔

خلفا اور سلاطین اسلام نے بھی اس علم کی طرف ایسی توجہ ظاہر کی اور اس علم کے جاننے والوں کی ایسی قدر کی ہے کہ جس کی نظیر دنیا کی تاریخ میں نہیں ملتی اور بلا لحاظ ملت و مذہب کے انہوں نے طبیبوں کی ایسی قدر کی اور دربار میں ایسے درجے دیئے کہ مشکل سے اس زمانہ کے مسلمانوں کو جو خود اپنی تاریخ سے ناواقف ہیں یقین آسکتا ہے۔ میں بطور مثال کے صرف ایک نام لیتا ہوں۔ تیسری صدی میں جبریل بن بختشیوع نامی ایک طبیب عیسائی مامون کے دربار میں تھا، جس کو ایک لاکھ پندرہ ہزار درہم ماہوار خزانہ سرکاری سے ملا کرتے تھے اور علاوہ تنخواہ کے جو اور وقتوں میں اسے خلیفہ دیا کرتا تھا اس کی تعداد لاکھوں تک پہنچتی ہے اور زر عطیہ شاہی کے علاوہ خاندان شاہی اور دربار وزارت سے جو روزینے اس کے مقرر تھے اس کی سالانہ تعداد ستائس لاکھ درہم تھی اور یہ قدردانی نہ صرف ایک خلیفہ اور ایک سلطان کے اوپر محدود تھی بلکہ تم ایسی صدہا نظیریں پاؤ گے۔ اگر تم صرف طبقات الاطباء کو اٹھا کر دیکھو جو ساتویں صدی ہجری میں تالیف ہوئی اور جس کا مصنف ایک مشہور عالم ابن ابی اصیبعہ ہے۔ اگلے زمانہ کو جانے دو تمہارے دلّی کے بادشاہ اور امیر اور ہندوستانی ریاستوں کے رئیس اور امراء کے درباروں اور گھروں میں جو عزت طبیبوں کی تھی اور جس طرح کی ناز برداری وہ طبیبوں کی کرتے تھے اس کے دیکھنے والے اب بھی موجود ہیں اور اس کو بھی جانے دو اب بھی اس گئے گزرے زمانہ میں جو قدر و منزلت یونانی طبیبوں کی رئیسوں اور امیروں میں ہے اور پبلک کو ان کی طرف جیسا میلان اور رغبت اور ان کے علاج کے فائدہ پر جس قدر اعتقاد اور اطمینان ہے، وہ تم سب جانتے ہو اور خود اس مدرسہ کے بانی حاذق الملک اور ان کا سارا خاندان اس پر شاہد ہے کہ صرف اسی علم طب کی وجہ سے وہ آج نہ

صرف دہلی بلکہ ہندوستان کے اکثر حصوں میں مشہور اور معزز ہیں اور اسی علم کی وجہ سے ان کو وہ عام مقبولیت حاصل ہے کہ کسی بڑے رئیس اور بڑے امیر کو بھی حاصل نہ ہوگی۔

پس جب یہ خیال کیا جائے کہ اس مدرسہ میں وہ علم سکھایا جاتا ہے جس کی تعلیم مذہبی علوم کی تعلیم کے برابر مسلمانوں میں جاری تھی اور جس کی تکمیل اور ترقی میں مسلمانوں نے تمام دنیا میں اعلیٰ درجہ کی عزت اور شہرت حاصل کی تھی اور جس کی شاگردی کا یورپ کو اب تک اقرار ہے اور جن کی تصنیفات ہزار برس تک یورپ کی درسگاہوں میں جاری رہیں تو اس علم کی تعلیم جاری کرنا گویا اپنے بزرگوں کا نام زندہ کرنا اور اپنے آبائی طریقوں کو قائم رکھنا ہے۔ پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ کیوں مسلمان اس طبیہ مدرسہ کی مدد کرنے اور اس کی مالی حالت کو ترقی دینے میں تساہل کرتے ہیں۔

یہ امر بھی مدد دینے کا مانع نہیں خیال کیا جاسکتا کہ جو تعلیم اس مدرسہ میں دی جاتی ہے ملکی اور قومی خیالات کے مخالف ہے اور قوم اپنی عادت اور طبیعت کے برعکس اس پر آمادہ کی جاتی ہے۔ اس لیے کہ گو ڈاکٹری کو کیسی ہی کچھ ترقی اس زمانہ میں ہوئی ہے اور ہر شہر اور قصبہ میں گو کتنے ہی شفاخانے قائم کیے گئے ہوں مگر ملک اور قوم کے بڑے حصہ کو ابھی تک جو اعتقاد یونانی مطب پر ہے وہ ڈاکٹری علاج پر نہیں ہے اور کہنہ امراض کے لیے تو عموماً یونانی ہی طب مفید سمجھی جاتی ہے اور ہر شہر اور قصبہ میں یونانی طبیبوں کی طرف اب تک بہ نسبت ڈاکٹروں کے لوگوں کی زیادہ رغبت ہے۔ مگر چونکہ لائق طبیب اور ذی علم حکیم روز بروز کم ہوتے جاتے ہیں اور یونانی مطب کے لیے گورنمنٹ کی طرف سے کوئی شرط اور قید نہیں ہے، نہ اس کے لیے کوئی ڈگری اور سند مقرر ہے اس لیے جاہل طبیب روز بروز زیادہ ہوتے جاتے ہیں اور باوجود نہ جاننے اس فن کے لوگوں نے اپنے آپ کو طبیب مشہور کر کے مطب کی دوکان جاری کر رکھی ہے اس لیے اس سے بہت بڑا نقصان ہوتا ہے اور لوگوں کی جانیں خطرہ میں پڑتی ہیں اور یہ ایک ایسی مصیبت ہے کہ جس کا انسداد خود گورنمنٹ کو کرنا مناسب تھا۔ مگر جب کہ گورنمنٹ نے اس میں دست اندازی کرنا مناسب نہ جانا تو وہ تدبیر جو ہمارے معزز دوست حکیم حاذق الملک نے اختیار کی وہ نہایت قدر کے لائق تھی، یعنی ایک تعلیم یافتہ فرقہ یونانی طبیبوں کا تیار کیا جائے اور جس طرح اور علوم وفنون کی باقاعدہ تعلیم ہوتی ہے، یونانی طب کی بھی تعلیم دی جائے اور جو لوگ اس علم کو حاصل کریں ان کے باقاعدہ امتحان لیے جائیں اور جو امتحان میں پورے اتریں ان کو سند دی جائے تا کہ جاہل اور

نادان طبیبوں کے ہاتھ سے جو نقصان پبلک کی جانوں کو پہنچ رہا ہے اس سے خدا کی خلق محفوظ رہے اور بجائے جاہل طبیبوں کے تعلیم یافتہ طبیب مل سکیں اور یہ وہ تدبیر تھی کہ قوم اور ملک کی خواہش اور طبیعت کے موافق اور اس کے مذاق کے مطابق تھی اور اس لحاظ سے یہ امید کرنا بے جا نہ تھا کہ یونانی طب کی طرف رغبت کرنے والے اور نادان طبیبوں سے خلق خدا کو بچانے والے اس مدرسہ کی ایسی مدد کرتے کہ وہ میڈیکل کالج کے درجہ پر پہنچ جاتا اور حکیم حاذق الملک کو اپنے تجربہ اور خیالات کے موافق اصلاح کرنے اور یونانی طب کو زمانہ حال کی ضروریات کے موافق بنانے کا موقعہ ملتا اور ڈاکٹری اور یونانی طب میں جو پیوند لگانا اور دونوں قسم کے طرق علاج کو مناسب طریقہ سے باہم ملانا جس طرح وہ چاہتے ہیں اسے وہ اچھی طرح کر سکتے اور اس قابلیت اور تبحر سے جو ان کو طب میں حاصل ہے کچھ تعجب نہ تھا کہ وہ اپنے خیالات کو اس خوبی سے ظاہر کرتے اور اس مدرسہ کو ایسی ترقی دیتے کہ پبلک اس طرف پوری متوجہ ہوتی اور اس سے پورا فائدہ اٹھاتی اور گورنمنٹ کا التفات بھی اس کی طرف ہوتا اور کیا عجب ہے کہ ایک دن ایسا آتا کہ مثل ڈاکٹری کے یونانی طب کے حاصل کرنے والوں کو بھی گورنمنٹ کی طرف سے ڈگریاں اور درجے ملتے مگر اس پر بھی جب ہم دیکھتے ہیں کہ ان لوگوں کی طرف سے بھی اس مدرسہ کو.......... مدد نہیں پہونچتی جو یونانی طب کی طرف نہایت راغب ہیں تو نہایت تعجب ہوتا ہے اور یہ وہم پیدا ہوتا ہے کہ کہیں گورنمنٹ کی بے توجہی یا حکام کی نارضامندی کا خیال تو مانع امداد نہیں ہے مگر یہ صرف یہ ایک بے اصل خیال ہے اور مشاہدہ اس کے بالکل برعکس ہے، اس لیے کہ گو بمقابلہ اس ترقی کے جو ڈاکٹری نے اس زمانہ میں کی ہے گورنمنٹ اور وقت کے حاکم یونانی طب کو خود جاری کرنا پسند نہ کریں اور نہیں کرتے مگر دو خیال سے گورنمنٹ کے اعلیٰ عہدہ دار ابتدا سے اس مدرسہ کی طرف متوجہ رہے ہیں اور امید ہے کہ آئندہ بھی رہیں ایک یہ کہ اس گورنمنٹ کا اصول یہ ہے کہ جس کام کو پبلک اپنے لیے مفید سمجھ کر کرے اور فی نفسہ اس سے کسی قسم کا فائدہ ہو یا کم سے کم اس میں گورنمنٹ اور پبلک کا ضرر نہ ہو اس میں مداخلت نہ کی جائے بلکہ کام کرنے والوں کی ہمت بڑھائی جائے اور ان کے کام مہربانی کی نظر سے دیکھے جائیں دوسرے یہ کہ وہ اس امر کو ضروری اور مفید سمجھتے ہیں کہ بجائے جاہل اور نادان طبیبوں کے سند یافتہ اور تعلیم پائے ہوئے طبیب مطب جاری کریں اور اسی وجہ سے قسمت و ضلع کے حکام ہمیشہ اس جلسہ میں شریک ہوتے اور اس کام کو استحسان کی نظر سے دیکھتے اور کام

کرنے والوں کی ہمت بڑھاتے ہیں اور اس لحاظ سے میں کہہ سکتا ہوں کہ اس مدرسہ کی مدد گورنمنٹ کی نگاہ میں قابل قدر ہوگی اور مدد کرنے والے عزت کی نظر سے دیکھے جائیں گے، مگر افسوس ہے کہ باوجود اس کے کہ کوئی امر مدد کا مانع نہیں ہے بلکہ برخلاف اس کے جو جو مدد دینے کی خیال میں آئیں وہ سب موجود ہیں مگر اس پر بھی افسوس ہے کہ قوم مدد نہیں کرتی۔

ہم لوگوں میں سخت عیب یہ ہے کہ جس کام کو مفید بھی سمجھتے ہیں اور جس کی طرف رغبت بھی رکھتے ہیں اور جس کی ضرورت کو بھی تسلیم کرتے ہیں اس میں کچھ مدد نہیں کرتے اور سوائے زبانی باتوں کے اصلی توجہ اس طرف کچھ بھی نہیں کرتے اور اسی سبب سے ہمارے عام کام ابتر اور ہماری تمام انجمنیں ذلیل اور ہمارے تمام قومی کام متبذل اور ہماری قوم کے تمام بہی خواہ دل شکستہ اور مایوس رہتے ہیں اور کسی کام کا جو ہم لوگ کرتے ہیں مدرسہ ہو یا کالج، شفاخانہ ہو یا یتیم خانہ، ندوہ ہو یا کانفرنس دار العلوم علی گڑھ ہو یا مدرسہ طبیہ دہلی ہر جگہ قوم کا مرثیہ پڑھا جاتا اور سرمایہ نہ ہونے پر ہر جگہ نوحہ سنایا جاتا ہے۔ اس عام شکایت سے نہ کوئی انجمن خالی ہے نہ کسی قومی کام کرنے والے کی زبان پر حسرت و افسوس کے سوا کوئی دوسری صدا ہے۔

اور چونکہ انسانی خصلت کا خاصہ ہے کہ تا بہ امکان اپنے آپ کو الزام اور ملامت سے بچائے اس لیے جہاں تک ہوسکتا ہے مدد دینے اور اپنی غفلت اور بیدردی اور دوں ہمتی چھپانے کے لیے کوئی نہ کوئی حیلہ اور عذر پیدا کرلیا جاتا ہے، جیسا کہ ہم دیکھتے ہیں کہ مدرسۃ العلوم علی گڑھ اور اسی قسم کی اور درس گاہوں کو جن کو بعض بہی خواہانِ قوم نے قائم کیا ہے، یہ کہہ کر مدد دینے سے اغماض کیا جاتا ہے کہ یہ تعلیم فی نفسہ دین و مذہب کے برخلاف کفر و الحاد کی پھیلانے والی ہے۔ ندوہ کو بھی ہم دیکھتے ہیں کہ اس کی مخالفت کی صدائیں اس بنا پر بلند کی جاتی ہیں کہ اس میں مختلف فرقے مسلمانوں کے شریک کیے گئے ہیں اور وہ فرقے مسلمانوں کے جن کو متقشفین فقہاء نے کافر اور فاسق قرار دیا ہے شریک کیے جاتے ہیں اور اس طرح خدا اور رسول کی مخالفت کی جاتی ہے اور اس لیے اس میں مدد دینا ممنوع و حرام بتایا جاتا ہے۔ مگر میں نہیں سمجھتا کہ مدرسہ طبیہ میں مدد نہ دینے کا کیا عذر پیش کیا جاتا ہے اس کی مخالفت میں میں نے تو نہ کسی دین دار عالم سے کوئی بات سنی نہ کسی دولتمند دنیا دار سے، لیکن یہاں بھی بے توجہی قوم کا وہی رونا ہے جو ہر جگہ رویا جاتا ہے۔ آخر اس عام اور مشترک مصیبت کا سبب کیا ہے۔ میرے

نزدیک اس کے سبب کے تلاش کرنے میں کچھ زیادہ غور و فکر کی حاجت نہیں ہے، قوم کی غفلت اور مل کر کام نہ کرنے کی عادت اور قومی قوتوں کی تفریق اس کا اصلی باعث ہے۔

یورپ کے قومی کاموں پر جب ہم نظر کرتے ہیں اور اس کی کامیابی کو دیکھتے ہیں کہ جو کام قوم کی بہبودی اور فلاح کا شروع کیا جاتا ہے وہ کمال کے اعلیٰ درجہ پر پہونچ جاتا ہے اور مدرسہ ہو یا کالج شفا خانہ ہو یا یتیم خانہ مذہبی انجمن ہو یا علمی سوسائٹی ہر ایک کام میں عظمت و جلال اور شوکت و اقبال کی صورت نظر آتی اور اس کے سرمایہ کی مقدار اور تعداد دیکھ کر عقل حیران ہوتی ہے، اس کا سبب صرف یہ ہے کہ وہاں ہر شخص کو قوم کا خیال ہے اور ہر فرد بشر اپنے آپ کو قومی جسم کا ایک عضو سمجھتا ہے اور ہر متنفس کو مل کر کام کرنے کی عادت ہے اور ہر کام متفقہ کوشش سے کیا جاتا ہے اور ہر شخص اپنی طبیعت اور خیال کے موافق ہر ایک کام میں جس کو وہ قوم کے لیے مفید سمجھتا ہو مدد دیتا اور بقدر اپنی حالت اور حیثیت اور استطاعت کے شریک ہوتا ہے، اس لیے وہاں جو کام شروع کیا جاتا ہے وہ پورا ہوتا ہے اور اسی سبب سے دنیا میں ان کی عزت اور عظمت کا سکہ بیٹھا ہوا ہے اور وہ قوم ہر بات میں روز بروز ترقی کرتی جاتی ہے اور سلطنت ہو یا تجارت، علم ہو یا تمدن، تہذیب ہو یا شایستگی ہر چیز میں دنیا پر مسلط ہوتی جاتی اور ایشیا کے ہر حصہ میں اپنی بزرگی اور برتری کا حق پیدا کرتی جاتی ہے اور ایشیا کی دوسری قومیں خود غرضی اور اختلاف اور غفلت اور نزاع کے سبب سے اپنے حقوق چھوڑتی جاتی اور یورپ کی محکوم اور مغلوب ہوتی جاتی ہیں۔

اگر دنیا کی تاریخ پر خیال کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ کسی قوم نے بغیر اتفاق اور اتحاد کے ترقی نہیں کی اور کسی قوم کا زوال سوائے باہمی نزاع اور خود غرضی کے نہیں ہوا۔ پرانی قوموں کی تاریخ کے بوسیدہ صفحے ڈھونڈھنے کی کیا حاجت ہے تم کو خود اپنی قوم کی ترقی اور زوال کی تاریخ دیکھنی کافی ہے۔ مسلمانوں نے اس دنیا میں جیسی ترقی کی اور ان کا عظمت و جلال جیسا کچھ دنیا نے دیکھا اس کا سبب بھی صرف اتفاق اور اتحاد تھا اور صرف قومی قوتوں کے اجتماع نے کیا بلحاظ سلطنت کے کیا بہ نظر علم کے اور کیا بہ خیال تمدن و تہذیب کے، ان کو تمام دنیا کی قوموں میں معزز اور ممتاز کر دیا تھا، اسی اتحاد نے ایک ایسا اسلامی جسم پیدا کر دیا تھا جس میں آزادی اور زندہ دلی کی روح تھی۔ جس کی رگوں میں غیرت و حمیت کا خون تھا۔ جس کے دل میں ترقی کا جوش اور تکمیل کا ولولہ تھا۔ جس کے بازو پر برکت کے فرشتے سایہ

فگن تھے۔ جس کے سامنے تعصب و جہالت کے ہیبت ناک دیو سجدہ کرتے تھے اور جس کے قدموں کے تلے خود غرضی اور غفلت و کاہلی کے ناپاک بھوت روندے جاتے تھے، جب تک اتفاق اور اتحاد کی روح اس اسلامی جسم میں باقی رہی ہر کام اس کا درست رہا اور اس کی ہر بات میں ترقی ہوتی رہی مگر جب وہ روح کمزور ہونے لگی اور اضمحلال شروع ہوا، اس کے ہر فعل میں ابتری اور ہر کام میں خرابی پیدا ہوئی یہاں تک کہ اب وہ ایک جسم رہ گیا ہے جس کی جان نکل گئی ہے یا اگر کچھ باقی ہے تو صبح و شام نکلنے والی ہے اب اس کی صحت اور قوت کا اعادہ مشکل اور نہایت مشکل بلکہ ناممکن ہے۔ کہاں ہے روح القدس کہ پھر اس جسمِ بے جان میں جان ڈالے اور کہاں ہے مسیحا نفس جو قم باذن اللہ کہہ کر اسے زندہ کرے، بظاہر کچھ امید نہیں ہے کہ یہ مریض اچھا ہو یا یہ مردہ زندہ ہو یعنی ہماری منتشر قوتیں پھر مجتمع ہوں اور ہمارا کوئی قومی کام پورا ہو۔

جناب حکیم حاذق الملک صاحب اگر چہ اس مدرسہ طبیہ میں مدد نہ کرنے کی قوم گنہگار ہے اور سخت گنہگار ہے مگر آپ مجھے معاف کریں گے کہ اس گناہ میں میں آپ کو بھی شریک دیکھتا ہوں جو قومی کام اور لوگوں نے شروع کیے ہیں وہ قوم سے مدد لینے کے لیے کچھ نہ کچھ کوشش کرتے ہیں اور قوم اگر ان کی مدد نہیں کرتی تو وہ مجبور ہیں کیونکہ سوائے رغبت دلانے یا ملامت کرنے کے کوئی دوسرا ذریعہ ان کے پاس ایسا نہیں ہے کہ وہ قوم کو مدد دینے پر مجبور کر سکیں مگر آپ کی حالت بالکل اس کے برخلاف ہے اگر آپ چاہتے تو قوم سے بہت کچھ مدد لے سکتے اور اگر آپ کو منظور ہوتا تو اب تک اس مدرسہ کے لیے بہت بڑا سرمایہ جمع کر لیتے، میں دیکھتا ہوں کہ آپ کا گھر خیراتی شفاخانہ ہے اور صبح سے شام تک دوا لینے کے لیے صدہا بیمار جمع رہتے ہیں اور یہ بھی میں دیکھتا ہوں کہ وہ سب کے سب غریب اور مفلس ہی نہیں بلکہ دولت مند اور صاحب استطاعت بھی ہوتے ہیں اور آپ بلا امتیاز مفلس اور دولتمند کے سب کا مفت علاج کرتے ہیں بلکہ دوا بھی اپنے پاس سے دیتے ہیں اور اس طرح پر صدہا روپیہ آپ اپنی ذات کا اس کام میں صرف کرتے ہیں گو یہ ایک بڑی فیاضی کا کام ہے اور ہر طرح سے آپ کی قدر و منزلت کے شایاں ہے اور اسی سبب سے آپ کی حکمت کا جیسا شہرہ ہے ویسی ہی آپ کی فیاضی بھی مشہور ہے مگر آپ مجھے معاف کیجیے کہ اس میں فیاضی کی تعریف نہیں کر سکتا جب کہ میں دیکھتا ہوں کہ آپ کے پاس صدہا ایسے لوگ آتے ہیں کہ اگر آپ چاہیں تو نہایت آسانی سے وہ معالجہ کی فیس اور دوا

کی قیمت دے سکتے ہیں تو کیوں آپ ان سے فیس اور قیمت نہیں لیتے اور اس کو اس مدرسہ کے فنڈ میں جمع نہیں کرتے، میں یہ نہیں کہتا کہ آپ اس فیس اور قیمت کو خود اپنے لیے لیں اور اپنی ذات پر خرچ کریں بلکہ ہر شخص سے جو دینے کی طاقت رکھتا ہو اس کی حالت اور استطاعت کے موافق معالجہ کی فیس دوا کی قیمت لے کر اسے مدرسہ کے فنڈ میں جمع کیا کریں اگر آپ ایسا کرتے تو آج ایک بڑا سرمایہ اس کام کے لیے آپ کے مدرسہ کے لیے جمع ہو جاتا اور اس سے آپ اس قابل ہوتے کہ مدرسہ کو کالج کے درجہ پر پہونچا دیتے اور بجائے دس بیس طالب علموں کے سینکڑوں طالب علم اس کالج میں دکھائی دیتے، مدرسہ اور کالج کی ضرورت اور حاجت کے موافق ایک عمدہ عمارت بھی تیار ہو جاتی۔ کتابوں اور آلات کا ضروری ذخیرہ بھی مہیا ہو جاتا اگر آپ انصاف کریں تو کیا یہ قومی گناہ نہیں ہے جواب تک آپ نے کیا اور کیا اب آپ کو اس سے توبہ کرنے کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی اگر آپ چاہیں کہ مدرسہ ترقی پائے اور میں یقین کرتا ہوں کہ آپ ایسا ہی چاہتے ہیں پھر کیا وجہ ہے کہ آپ وہ کام نہیں کرتے جس سے آپ کی خواہش اور آرزو پوری ہو اور جو مفید اور قابل قدر کام آپ نے شروع کیا ہے وہ تکمیل کو پہنچے۔ شعر

چرا نستانی از ہر یک جوے سیم
کہ گرد آید ترا ہر روز گنجے

مجھے امید ہے کہ آپ اب اس کا خیال فرمائیں گے اور آئندہ سال کے جلسہ میں آپ اس کے عمدہ نتیجے ظاہر کر سکیں گے۔ فقط

•••

تقریر شمس العلماء مولوی حافظ محمد نذیر احمد صاحب

جو تم نے سر ہو کے حاذق الملک طب کی تعلیم عام کردی
تو فی الحقیقت خدا کے بندوں پر اُس کی نعمت تمام کردی
یہ ہوسکے کس سے جز تمہارے کہ وقف خدماتِ خلق ہو تم
کہ صبح سے جو مطب میں بیٹھے تو ایسے بیٹھے کہ شام کردی
قریب گرنے کے ہو رہی تھی یہ طبِّ یونان کی عمارت
کہ تم نے طبیہ مدرسے سے کسی قدر روک تھام کردی
خدا جزایت دہد بدنیاوٗ اجروا فی بدار عقبےٰ
کہ بہر بہبود و نفع مخلوق ایں ہمہ اہتمام کردی
اگر یہ سچ ہے تو میرے نزدیک خرقِ عادت سے کم نہیں ہے
کہ جنبش نبض سے مرض کی بیان حالت تمام کردی
حکیم صاحب ہمارے نسخے میں صرف دینار کا ہو شربت
کہ مفلسی کے مرض نے اپنی تو زندگی بھی حرام کردی
وہی ہے پانی کی ایک بوتل نکلتے جس میں سے کل عرق ہیں
تمام شربت ہیں کھانڈ گھولی پکائی گھونٹی قوام کردی
ترقی درس گاہِ طب کی شناخت کچھ اور ہے عزیزو
نہ یہ کہ لوگوں کو جمع کرکے بس ایک دن دھوم دھام کردی
ہم اس بشارت کے منتظر ہیں سمجھ کے کارِ ثواب اس کو
فلاں نے اک جائداد معقول وقف بہرِ دوام کردی
ہمارا مذہب ہے صلح سب سے ہوکرئی ہندو کوئی مسلماں
سلام اس کو اگر کیا ہے تو اُس سے بھی رام رام کردی
نہیں ہے گر معتقد تو مت ہو مگر برا بھی کسی کو مت کہہ
مباحثہ کرتے کرتے تو نے زبان کیوں بے لگام کردی

زمانہ سازی ہے کامیابی اور ایسے عیار کا ہے حصہ
جہاں کہیں بھی رہا طبیعت مناسب ہر مقام کردی
اگر یہ بھر مار ہے کلوں کی تو آپ سن لوگے کوئی دن کو
کہ آج پیسہ ہے مول جس کا کل اُس کی قیمت چھدام کردی
عجیب ضغطے میں ہیں مسلماں کہ نوکری تک نہیں رسائی
رہی نہ جب ہاتھ میں کمائی تو عادتِ قرض دوام کردی
اتر کے مسند سے سلطنت کی تھے بسکہ علم و ہنر سے عاری
رہی سہی قدر ہم نے اپنی بترز قدرِ غلام کردی
اگرچہ طاعون و قحط دو دو بلاؤں میں ہند مبتلا ہے
اور ان بلاؤں نے ملکے اک دم سے عافیت بے نظام کردی
مگر ہم اس پر بھی خورمی سے بدن میں پھولے نہیں سماتے
کہ لارڈ را برٹس نے زمانے میں فتح شایان نام کردی
فری سٹیٹر کے کیپٹل میں بزورِ شمشیر جابراجے
پھر اپنی جھنڈی پر یزیڈنسی می نصب بالائے بام کردی
نذیر احمد اگرچہ زنہار شاعر خوش بیاں نہیں ہے
پر اُس نے جلسے میں آکے رونق تو کچھ نہ کچھ لا کلام کردی

اگر حکیم عبدالمجید خاں صاحب سے پوچھا جائے کہ آپ کا یہ مدرسہ کس مرض کی دوا ہے تو وہ یہی کہیں گے کہ ہر چند آدمی سراپا احتیاج پیدا کیا گیا ہے مگر اُس کی حاجتوں میں سب سے مقدم سب سے ضروری ہے تندرستی یعنی زندگی۔ کیونکہ زندگی وہی زندگی ہے جو تندرسی کے ساتھ ہو

زندگی زندہ دلی کا ہے نام　　　مردہ دل خاک جیا کرتے ہیں

ہمارے یہاں کے فقیروں نے کیا اچھی صدا بنا رکھی ہے ایک تندرستی ہزار نعمت۔ اور جیسے آدمی کو خدا نے سراپا احتیاج پیدا کیا ہے ویسے ہی اُس کو مایحتاج الیہ کے بہم پہونچانے کے طریقے بھی بتا دیئے ہیں۔ چنانچہ تندرستی کے محفوظ رکھنے اور ضائع ہو جائے تو اس کے پھر حاصل کرنے کے طریقہ کا نام ہے طب۔ آب وہوا اور رسم و عادت کے اختلاف کی وجہ سے ہر ایک ملک کی طبابت جدا ہونی

چاہیے۔ ہندوستان میں پہلے ویدک کے قاعدہ سے علاج ہوتے تھے پھر مسلمان اپنے ساتھ یونانی طبابت لائے، جب خدا ایک قوم کو دوسری قوم پر مسلط کرتا ہے تو کلیہ قاعدہ ہے کہ قوم مفتوح رفتہ رفتہ قوم فاتح کی تمام اداؤں کی نظر استحسان سے دیکھنے لگتی ہے اور جوں جوں فاتح و مفتوح میں اختلاط بڑھتا جاتا ہے قوم فاتح کی وضع، قوم فاتح کی عادت، قوم فاتح کا طرز تمدن، قوم فاتح کا مذاق، قوم فاتح کے خیالات، قوم فاتح کے علوم، قوم فاتح کی زبان یہاں تک کہ قوم فاتح کا مذہب غرض قوم فاتح کی ہر چیز چپکے چپکے قوم مفتوح کی محاسن چیز پر غالب آتی جاتی ہے یعنی وضع وضع پر، عادت عادت پر وغیرہ وغیرہ پر یہ ہیں معنی ''الناس علیٰ دین ملوکہم'' کے ، زمانے کی رفتار (سلو) آہستہ تو ہوتی ہے مگر (شیور اینڈ اسٹیڈی) رک نہیں سکتی۔ نہ کبھی ایسا ہوا اور نہ کبھی ایسا ہوگا کہ الناس علیٰ دین ملوکہم کا (آئرن رول) آہنی قاعدہ ذرا سا بھی لچکا ہو یا لچکے مُڑا ہو یا مُڑے جھکا ہو یا جھکے۔ میں ویدک اور یونانی اور انگریزی کل طبابتوں سے نابلد محض ہوں بااین ہمہ چھوت کے لحاظ سے جس کے ہندو پابند ہیں اتنا جانتا ہوں کہ ویدک فی حد ذاتہا ضرور طب ناکمل رہی ہوگی۔ یہ بھی معلوم رہے کہ ہر چند مسلمانوں نے طب کو یونانیوں سے لیا لیکن اس لینے میں وہ نرے نقال نہیں رہے بلکہ وقتاً فوقتاً اپنی تحقیقات اور اپنے تجربے سے اس میں ضروری اصلاح اور اضافہ کرتے رہے اور کیوں نہ کرتے ان کو بھی جان عزیز تھی ان میں بھی زندگی کو زیادہ عزیز کر دینے والی دولت اور سلطنت تھی۔ ع

آنانکہ غنی ترند محتاج ترند

جیسا طب کے بارے میں صادق آتا ہے اور کسی بات میں صادق نہیں آتا۔ امراء اور اغنیاء ہمیشہ بے اعتدالیاں کرتے رہتے ہیں۔ اس لیے کہ ان کو بے اعتدالیوں پر پورا دسترس ہے ان کے لیے (ٹمپٹیشنز) ترغیبات بہت ہیں اور وہ ان کو (رزسٹ) نہیں کر سکتے یعنی ضبط نفس پر قادر نہیں۔ الا ماشاء اللہ اور جس قدر بے اعتدالیاں کرتے ہیں اُسی قدر طب کے محتاج اور طبیب کے محکوم بنے رہتے ہیں۔ طبیبوں کو بادشاہوں کے مزاج میں اکثر ایسا درخور ہوا ہے کہ صرف طبابت کی بدولت منصب وزارت تک پہونچ گئے ہیں، حالانکہ طبابت اور وزارت دو چیزیں ایسی بے جوڑ ہیں جیسے کسی (ایسٹرانومر) ہیئت داں کو لارڈ رابرٹس کی جگہ جنوبی افریقہ میں (کمانڈر انچیف) سپہ سالار بنا کر بھیج دیا جائے۔ پس طبیب کسی قدر اپنی ذاتی اور عامۂ خلایق کی اور زیادہ تر سلاطین اور امراء کی ضرورتوں کی

وجہ سے ہمیشہ نسخوں کے پرچوں اور کتب طب کے ورقوں کو پنواڑی کے پانوں کی طرح الٹتے پلٹتے اور ان میں کانٹ چھانٹ کرتے رہے۔ غرض طب یونانی جواب مروج ہے (ایکلیمیٹا ئزڈ) طب ہے کہ تو یونانی، مگر ہندوستان کی آب وہوا اور ہندوستان کے باشندوں کے رسم ورواج کے موافق بنائی گئی ہے۔ ویدک اول تو فی حد ذاتہا ناقص و ناتمام تھی دوسرے الناس علیٰ دین ملوکہم اس کے اخراج کے پیچھے پڑا تھا، طب یونانی کے مقابلے میں نہ ٹھہر سکی اور خود ہندوؤں نے اس کا استعمال چھوڑ دیا۔ اب تشریف لائے حضرات صاحبان انگریز یہ بھی طب میں یونانیوں کے شاگرد تھے بلکہ شاگرد در شاگرد کہ یونانیوں سے مسلمانوں نے اور مسلمانوں سے انہوں نے سیکھا تھا۔ مگر انگریز یونانیوں یا مسلمانوں کے ایسے ہی شاگرد تھے جیسے مثلاً نواب محسن الملک بہادر کسی میاں جی کے جس سے انہوں نے سن طفولیت میں بغدادی قاعدہ پڑھا ہو، پس یونانی طب کو انگریزی طب کے ساتھ وہی نسبت ہے جو اس میاں جی کی معلومات کو نواب محسن الملک کی معلومات کے ساتھ ہر چند انگریزوں نے ہر ایک فن میں بے انتہا ترقی کی ہے، ہر ایک علم میں حد تقلید سے گزر کر مجتہد ہو گئے ہیں مگر ان کی طبی ترقی حقیقت میں بڑی ہی حیرت انگیز ہے یہ ایک بڑے وسیع المعلومات ہو گئے ماہر فن کا کام ہے کہ ان کے آلات، ان کی دواؤں ان کی تشریح ان کے علم کیمیا کی دوا دے۔ میں تو اتنا ہی کہہ سکتا ہوں کہ اگر طب انگریزی اس نسبت سے ترقی کرتی رہی جیسی کہ پچھلے برسوں میں کرتی رہی ہے اور انگریزوں کی افتاد مزاج اور مقدرت تو اس کی کافی ضمانت ہے کہ طب انگریزی ضرور اسی نسبت سے ترقی کرتی رہے گی جیسے کہ پچھلے برسوں میں کرتی رہی ہے تو کوئی دن کو جو زیادہ دور نہیں ہے مرنا بہت ہی مشکل ہو جائے گا۔ عمروں کے اوسط بڑھیں گے اور بڑھ رہے ہیں، توالد تناسل زیادہ ہوگا اور ہو رہا ہے اور لوگ جتنے دن جئیں گے توانا اور تندرست جئیں گے اور جی رہے ہیں۔ ویدک تو اسلام آور دطب یونانی کے آنے پر سسک سسک کر مری اور انگریزی طب کے آنے پر اسلام آور دطب یونانی کو مفاجاتہً مرنا چاہیے تھا مگر طب انگریزی میں دو بڑے نقص ہیں جو اس کی ترقی کے مانع ہیں اول یہ کہ طب انگریزی اس ملک میں (ایکلیمیٹا ئزڈ) نہیں ہوئی یعنی اس کو اس ملک کی آب وہوا اور ہم لوگوں کے مزاج کے موافق بنانے کی کوشش نہیں کی گئی، دوسرے افلاس کی وجہ سے ہم لوگ دواؤں کی قیمت اور ڈاکٹروں کی فیس کے متحمل نہیں ہو سکتے۔ بس یہ سبب ہے کہ طب یونانی طب انگریزی کے مقابلے میں ڈٹی ہوئی ہے اور ہاتھرس کا چاقو راجرس کے چاقو کے

برابر کاٹ کر رہا ہے۔ یہ تھی وہ روداد جس پر سے حکیم عبدالمجید خاں صاحب کو خیال آیا کہ آخر تو لوگ طب یونانی کو نہیں چھوڑتے اور وہ چیز چھوڑنے کی ہے بھی نہیں۔ تو لاؤ اس میں جس چیز کی کمی ہے اس کو پورا اور اس کی تعلیم میں جو خرابیاں ہیں ان کو دور کر دیا جائے۔ خیال کے عمدہ اور مفید ہونے میں کچھ کلام نہیں مگر یہ خیال وقوع میں کیسے آئے، وقوع میں آئے روپیہ سے تو بات اس پر جا کر ٹھہری کہ روپیہ کہاں سے آئے۔ روپیہ آئے زید عمرو بکر خالد ولید ماوشما یعنی پبلک سے، پبلک کا حال یہ ہے کہ یہ لادو ولد ادو لادنے والا ساتھ دو کے بھونرے میں پلے ہیں ان کے بزرگوں نے دیکھیں (ڈسپاٹک) خود مختار حکومتیں اور وہی طرز حکومت ان کی گھٹی میں پڑا۔ یہ بیچارے سیلف ہیلپ کو کیا جانیں ان سے تو اتنا ہی ہوسکتا ہے کہ ادنی ادنی ضرورتوں میں خدا کے آگے ہاتھ پھیلائیں یا حاکم وقت سے مدد مانگیں۔ اب یہی طبیہ مدرسہ ہے کہ اس کا مفید ہونا ایک امر بدیہی ہے جیسے دو اور دو چار باایں ہمہ سالانہ جلسہ کی کئی رپورٹیں سنائیں لکچر کہلوائے حاکموں کو لا بٹھایا مگر سیلف ہیلپ کی گدگدی پیدا نہیں ہوئی تھی اور نہیں ہوئی۔ اب اس مشکل کو حل کریں نہ کریں صاحب کمشنر صاحب ڈپٹی کمشنر ہم تو اپنی سی کر چکے اور کچھ نہ ہوا

ان لبوں نے نہ کی مسیحائی   ہم نے سو سو طرح طرح سے میرؔ دیکھا

خیر یہ تو اُس سوال کا جواب ہوا کہ مدرسہ طبیہ ہے کس مرض کی دوا اور جواب بھی ہوا تو حکیم عبدالمجید خاں صاحب کی طرف سے مگر میں تو اس مدرسہ کو اور ہی نگاہ سے دیکھتا ہوں کہ برٹش گورنمنٹ کی رعایا میں سے مسلمانوں کو زیادہ خستہ حال پاتا ہوں ۶۰۰ برس کے قریب اس ملک کی سلطنت ان بدبختوں کے ہاتھوں میں رہی سلطنت کے غرے میں فکر معاش کو پاس نہ آنے دیا ہر شخص اس بات پر نازاں تھا کہ دل پر رکھنے کی دیر ہے جہاں چاہے گا خدمات ملکی میں سے اپنا ٹھکانا کرے گا۔ اس خیال نے مسلمانوں کو تمام ذرائع معاش سے بے تعلق رکھ کر نوکری کا پابند کر دیا اور نہ صرف یہ کہ تمام ذرائع معاش سے بے تعلق رکھ کر نوکری کا پابند کر دیا بلکہ غضب یہ ہوا کہ نوکری کے سوائے تمام ذرائع معاش کو حقیر سمجھنے لگے۔ عملداری بدلی تو یوں کہو کہ مسلمان بے معاش محض رہ گئے، اے کاش سلطنت کے ساتھ ضرورتیں بھی رخصت ہوگئی ہوتیں مگر وہ جو کہتے ہیں

شاد باید زیستن ناشاد باید زیستن

جینا تو بہر حال ضرور تھا اور بے معاش کے ہو نہیں سکتا۔ کچھ نہ ہو تو دو وقت پیٹ کو روٹی تو ہو۔

قطعہ

گوش تواند کہ ہمہ عمرو ے　　　نشنود آواز دف و چنگ و نے
دیدہ شکیبد ز تماشائے باغ　　　بے گل و نسریں بسر آرد دماغ
ورنہ بود باش آگندہ پر　　　خواب تواں کرد حجر زیر سر
ورنہ بود دلبر ہم خوابہ پیش　　　دست تواں کرد درآغوش خویش
ویں شکم بے ہنر پیچ پیچ　　　صبر ندارد کہ بسازد بہ ہیچ
اے شکم خیرہ بنانے بساز　　　تانکنی دست بہ خدمت دراز

نئے آقا نئے انتظام ان کو درکار ہوئے اپنی مرضی کے نوکر مسلمانوں نے کیا تامل یہاں تک کہ پھاٹک کا دراوزہ ہوا وروازہ کی کھڑکی اور کھڑکی کی جھری رہ گئی۔ اب سوائے اس کے چارہ نہیں کہ مسلمان معاش کے دوسرے ذرائع تلاش کریں۔ ان میں سب سے عمدہ سب سے معزز ہم خرما و ہم ثواب۔ انڈپنڈنٹ بے منت غیرے اپنے اختیار کا یہ ایک ذریعہ ہے جس کے لیے ہم سب کو حکیم عبدالمجید خانصاب کا ممنون ہونا چاہیے اور ممنون بھی ہونا چاہیے تو دوہرا ممنون۔ دوہرا ممنون ہونے کی وجہ ایک یہ کہ خیال مفید حکیم صاحب نے سوچا دوسرے یہ کہ سب سے پہلے سوچا

قطعہ

وہیج شوقی بعد ماکان نائماً　　　ھتوف الدجی مشغوفۃ بالترنم
شکست شجو ھا عند الضحی فاحمت　　　الیھا دموع العین من کل مسجم
فلو قبل مبکاھا بکیت صبابۃً　　　بُسعدی شفیت النفس قبل التندم
ولاکن بکت قبلی فھیج لی البکا　　　بکاھا فقلت الفضل للمتقدم

میں نے تو مسلمانوں کی اصلاح حالت میں کسی طرح کی کوشش کی نہیں مگر ہاں جن کو خدا نے اس کی توفیق دی ہے جیسے سرسید احمد خاں مرحوم تھے یا اس وقت نواب محسن الملک اور حاذق الملک موجود ہیں، ان لوگوں کی ہاں میں ہاں البتہ ملاتا رہا ہوں۔

احب الصالحین و لست منھم　　　لعل اللہ یرزقنی صلاحاً

ایک طرف زمانے کا رنگ دیکھتا ہوں کہ معاش کا (سکرو) پیچ یوماً فیوماً (ٹائیٹ) کستا چلا جاتا ہے اور دوسری طرف مسلمانوں کی حالت پر نظر کرتا ہوں کہ یہ بادل ناخواستہ کچھ کرتی بھی ہیں تو مشت بعد از جنگ کی طرح کا کرنا کرتے ہیں۔

کی مرے قتل کے بعد اُس نے جفا سے توبہ   ہائے اس زود پشیماں کا پشیماں ہونا

اور چونکہ میں بھی لادو ولدادو لادنے والا ساتھ دو میں کا ایک ہوں نتیجہ یہ ہے کہ گورنمنٹ کی امداد کے سوائے اور کسی طرف خیال نہیں دوڑتا۔ شاباش ہے محسن الملک کو اور پھر شاباش ہے۔ شاباش ہے حاذق الملک کو اور پھر شاباش ہے کہ قوم کی بے توجہی دیکھتے ہیں اور ہمت نہیں ہارتے

مرد باید کہ ہراساں نہ شود   مشکلے نیست کہ آساں نہ شود

●●●

ترجمہ تقریر جناب صاحب کمشنر بہادر دہلی

صاحبان!

بعد اس کے کہ آپ صاحبان نے اس جلسہ میں ایک فصیح شخص کی تقریر اور شاعر کے اشعار سنے ہیں اور خوش ہوئے ہیں چند منٹ ہی آپ کو ٹھہراؤں گا اور اپنی ہی زبان میں تقریر کرنے کی معافی چاہتا ہوں۔ نواب محسن الملک صاحب نے مہربانہ الفاظ میں گورنمنٹ کے حکام انگریزی کی امداد کا جو مدرسہ طبیہ کو ان کی طرف سے دی گئی ہے تذکرہ کیا ہے وہ امداد میری اور صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر اور ہمارے متقدمین کی دو وجوہات پر مبنی ہے، اول کوشش ذاتی کے ساتھ ہمدردی، دوم خلایق کی تکالیف رفع کرنے میں ہمدردی۔ ہماری رائے میں کچھ بھی اختلاف کیوں نہ ہو دوسری وجہ پر ہم سب متفق ہو سکتے ہیں، بالخصوص جب کہ تکالیف رفع کرنے کا اثر مستورات اور بچوں پر پڑتا ہے۔

نواب محسن الملک صاحب نے یاد دلایا ہے کہ ابتدائے زمانہ میں عرب و دیگر ملکوں کے مسلمانوں فاضلوں نے علم طب یونان سے حاصل کیا اور جو غالباً یونان والوں نے ہندوستان سے اخذ کیا اور اس کو اس ترقی کے واسطے جو اسے بعد میں یورپ میں حاصل ہوئی قائم رکھا چنانچہ افریقہ مصر سریا و عرب کے دار العلوم میں اس وقت بہت سے مشہور و معروف سکھلانے والے تھے اور ان کو حاکم وقت و رعایا کی طرف سے اعلیٰ درجہ کی امداد ملتی تھی۔

میں ان اصحاب کی فہرست جنھوں نے مدرسہ طبیہ میں وظیفے مقرر کر رکھے ہیں سن کر بڑا خوش ہوا، ان مدرسوں نے جن کا میں نے ذکر کیا ہے اور مغربی دار العوم نے زیادہ تر اپنا کام مخیّر آدمیوں کے وظیفوں کی ہی امداد سے چلایا ہے اور اگرچہ ہم مغربی حالت کو غور کر کے خیال کرتے ہیں کہ مفت تعلیم نہیں دینی چاہیے اور نہ مفت تعلیم کی کچھ قدر ہے مشرق کی اب بھی ایسی حالت ہے کہ غور کیا جاوے کہ مغرب کے وظیفوں نے تعلیم و فضیلت پر کس قدر اثر کیا ہے، لیکن یہ بات اُس رپورٹ سے جو مدرسہ کے سرمایہ کی ہم نے آج سنی ہے اور اُس تقریر سے جو نواب محسن الملک صاحب نے کی ہے ظاہر ہے کہ اگر ہمارے دوست حکیم عبد المجید خاں صاحب کے خیالات کی پورے طور پر تکمیل کی جاوے تو ہم کو ان

آدمیوں سے جنہوں نے فائدہ اٹھایا ہے بہت زیادہ ضرورت امداد کی ہے، فی زمانہ میں جانتا ہوں کہ چندہ مانگنے کا اچھا وقت نہیں ہے کیونکہ دہلی کے باشندوں نے بہت کچھ چندہ قحط زدگان کی امداد میں دیا ہے اور بہت سے اشخاص نے اپنی وفاداری و خیر خواہی جو ہم سب نے دکھائی ہے۔ خاص طور پر دکھائی ہے کہ ٹرنسوال وار فنڈ میں سلطنت برطانیہ کے مجروح سپاہیان کی واسطے جو وہاں لڑے ہیں چندہ دیا ہے لیکن اگر آپ سب صاحب جلسہ کے بعد ہی یہ ارادہ رکھیں کہ جب موقعہ ملے گا جس قدر امداد آپ مدرسہ طبیہ کو دے سکتے ہیں دیں گے تو میں یقین کرتا ہوں کہ سال آیندہ میں اس مدرسہ کے جلسہ میں ہم نقشۂ بجت یعنی بیلنس شیٹ اس سال سے بالکل ہی مختلف پاویں گے ساتھ ہی اس ے یہ بھی ضرور ہے کہ حکیم عبدالمجید خان صاحب نے جو بارہ سال تک اس مدرسہ کو چلایا اور اس قدر مستقل سرمایہ اس عرصہ میں جمع کیا یہ کچھ کم ہمت کا کام نہیں ہے، ان بارہ سال میں تعداد طلباء پاس شدہ کی تقریباً ۷۰ رہی ہے اور تعداد طلبا کی جو اب تعلیم پا رہے ہیں قریب ۹۰ کے ہے یعنی اس مدرسہ کا فروغ اس کام سے جو اس نے کیا ہے روز بروز ترقی پر ہے لیکن جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے اور جیسا کہ اس کے بانی مبانی کی خواہش ہے تاوقتیکہ زیادہ فیاضی سے امداد نہ کی جائے مدرسہ ترقی نہیں پا سکتا۔ علی گڑھ کالج جس سے نواب محسن الملک صاحب کا بہت ہی تعلق ہے اس بات کی تمثیل ہے کہ ایسے معاملات میں استقلال و صبر سے کیا ہو سکتا ہے اور کوئی وجہ نہیں ہے کہ دہلی کا مدرسہ طبیہ طب کی ترقی کے واسطے وہ امر نہ کرے جو علی گڑھ کالج عام تعلیم کے واسطے کر رہا ہے۔ جب کہ حکیم عبدالمجید خاں صاحب اپنا اس قدر وقت اور روپیہ (کیونکہ پیشہ ور آدمیوں کے واسطے وقت روپیہ ہے) مدرسہ طبیہ میں صرف کرتے ہیں تو کیا یہ امر کچھ زیادہ ہوگا کہ عام آدمی جو اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں حکیم صاحب کے ساتھ کم از کم روپیہ سے امداد کریں، میں اس امر سے بڑا خوش ہوں کہ آج اس جلسہ میں میں صدر انجمن ہوں اور اسناد و انعام تقسیم کروں گا اور میں یقین کرتا ہوں کہ آپ سب صاحب اس امر میں میرے ساتھ متفق ہوں گے کہ مدرسہ طبیہ کو اور اس کے بانی مبانی اور سکریٹری حاذق الملک حکیم عبدالمجید خاں صاحب کو ان کی دلی محنت کی کامیابی حاصل ہو۔

دستخط مسٹر فینشا صاحب بہادر کمشنر دہلی ۲۳ ر مارچ ۱۹۰۰ء

ترجمہ تار پرائیویٹ سکریٹری نواب گورنر جنرل بہادر کشور ہند بنام حاذق الملک حکیم عبدالمجید خاں:

مجھ سے خواہش کی گئی ہے کہ میں آپ کے مبارکباد کے تار مورخہ ۲۳/ ماہ حال کا سچے دل کے ساتھ شکریہ ادا کروں۔

ترجمہ چھٹی نواب لفٹنٹ گورنر بہادر پنجاب نمبری ۲۵۴/ڈی لاہور ۲/اپریل ۱۹۰۰ء از جانب جے۔ ایم۔ ڈونی اسکوائر آوفی شیٹنگ چیف سکریٹری گورنمنٹ پنجاب بنام کمشنر صاحب وسپرنٹنڈنٹ دہلی ڈویژن

مجھ کو ہدایت کی گئی ہے کہ آپ مہربانی کر کے حاذق الملک حکیم عبدالمجید خاں اور طلبہ وممبران انجمن مدرسہ طبیہ دہلی کی خدمات میں لیفٹنٹ گورنر بہادر کا دلی شکریہ اس مبارک باد کے لیے ادا کریں جوانہوں نے جنوبی افریقہ کی انگریزی فتوحات کی نسبت بھیجی ہے۔

نمبر ۳۲۳

دفتر صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر دہلی۔ مورخہ ۶/اپریل ۱۹۰۰ء

نقل مذکورہ بالا کی حاذق الملک حکیم عبدالمجید خاں کے پاس بھیجی جائے کہ وہ براہ عنایت اس کے مضمون سے طلبہ اور ممبران انجمن مدرسہ طبیہ کو مطلع کر دیں۔

دستخط۔ ایم، ڈگلس صاحب بہادر ڈپٹی کمشنر دہلی

●●●

قواعد کارروائی مدرسہ طبیہ دہلی

دفعہ۱: مدرسہ طبیہ جس کو ایک انجمن نے ۲۳؍جون ۱۸۸۹ء کو قایم کیا ہے، مدرسہ طبیہ دہلی کے نام اور (انجمن متذکرہ بالا) انجمن مدرسہ طبیہ کے نام سے موسوم ہوں گے۔

دفعہ۲: تمام ممبر جو انجمن مذکورہ کے ہیں۔ ممبران انجمن مدرسہ طبیہ کے نام سے موسوم ہوں گے اور ان ممبروں کو اختیار ہوگا کہ اپنے کسی اجلاس میں کثرت رائے ممبران شریک اجلاس سے کسی کو ممبروں میں داخل کریں۔

دفعہ۳: انجمن مذکور کے ممبروں کی تعداد محدود نہیں ہونے کی اور ہر قوم اور مذہب کے لوگ اس کے ممبر ہوسکیں گے اور ان کے نام بہ ترتیب تاریخ تقرر ایک رجسٹر میں درج ہوں گے اور جس وقت وہ چاہیں استعفیٰ دے کر کمیٹی سے علیحدہ ہو جانے کا اختیار ہے۔

دفعہ۴: مدرسہ مذکور کی غرض لوگوں کو طب یونانی میں تعلیم دینے کی ہوگی اور علم تشریح جدید یا اور کوئی شاخ طب جدید کی یا اور کوئی جو مبادی تعلیم طب یونانی کے لیے مفید ہو حسب رائے اس شخص یا اشخاص کے جو تعلیم کے مہتمم ہوں اس تعلیم میں داخل ہوسکیں گے۔

دفعہ۵: ممبران انجمن مدرسہ طبیہ کا کام مقاصد مدرسہ کو انجام دینا اور اس کے دوام اور استحکام کے لیے سرمایہ کا فراہم کرنا اور مدرسہ کے انتظام میں بموجب ان قواعد کے جو آگے بیان ہوں گے کوشش کرنا ہوگا۔

دفعہ۶: ممبران انجمن مذکورہ کسی ایک شخص کو جو ممبران انجمن سے ہو پریسیڈنٹ اور وائس پریسیڈنٹ انجمن کا منتخب کریں گے جو ہر اجلاس کا پریسیڈنٹ ہوگا۔ مگر اس کی غیر حاضری میں وائس پریسیڈنٹ اس کا قایم مقام ہوگا اور اگر وہ بھی غیر حاضر ہو تو ممبران موجودہ میں سے بکثرت رائے کوئی ممبر اس اجلاس کی کارروائی کے لیے بطور پریسیڈنٹ منتخب کیا جائے گا۔

دفعہ۷: کسی سالانہ اجلاس تقسیم انعام میں یا کسی اور عام اجلاس میں جو انتظامی امور مدرسہ سے متعلق نہ

ہو پریسیڈنٹ کی مرضی سے کوئی شخص جو انجمن کا ممبر ہو یا نہ ہو اس اجلاس کے لیے بطور صدر انجمن قرار پا سکے گا۔

دفعہ ۸: ممبران انجمن کو لازم ہوگا کہ اپنے لیے ایک جنرل سکریٹری جو فن طب سے ماہر اور کتب درسیہ طب کا عالم ہو مقرر کریں۔ تاکہ انجمن کی طرف سے خط و کتابت کرے اور حسابات انجمن کو درست رکھے کہ مدرسہ کے لیے کوئی جداگانہ پرنسپل مقرر نہ ہو وہ جنرل سکریٹری مدرسہ کا پرنسپل بھی متصور ہوگا اور مدرسہ میں اختیارات پرنسپل عمل میں لاوے گا۔ مگر اپنی زندگی تک حکیم عبدالمجید خاں صاحب اس انجمن کے لائف آنریری جنرل سکریٹری رہیں گے۔

دفعہ ۹: ممبران انجمن کو اختیار رہوگا کہ اگر وہ مناسب سمجھیں تو کسی کو بطور جوائنٹ سکریٹری کے مقرر کریں۔

دفعہ ۱۰: جنرل سکریٹری کو اختیار رہوگا کہ کسی شخص کو جو فن طب اور کتب درسیہ طب سے ماہر ہو اسسٹنٹ سکریٹری مقرر کرے۔

دفعہ ۱۱: مذکورہ بالا تمام عہدے آنریری ہوں گے اور کوئی عہدہ داران کاموں کی بابت کسی معاوضہ کے پانے کا مستحق نہ ہوگا۔

دفعہ ۱۲: انجمن مذکورہ ایک مُہر رکھے گی جس میں کندہ ہوگا۔ انجمن مدرسہ طبیہ دہلی، وہ جنرل سکریٹری کے پاس رہے گی اور سکریٹری مذکور کاغذات انجمن و مدرسہ پر اس کے استعمال کا مجاز ہوگا۔

سرمایہ مدرسہ

جسقدر زر نقد یا کوئی جائیداد بذریعہ عطیہ یا چندہ کے وصول ہو اور جو آمدنی اس جائیداد سے ہو جو سرمایہ مدرسہ کے لیے خریدی گئی ہے وہ سب سرمایہ مدرسہ تصور ہوگی اور وہ مدرسہ کے اغراض کے لیے بمنظوری انجمن مدرسہ طبیہ جو انہوں نے اپنے کسی اجلاس میں دی ہو۔ مندرجہ ذیل اغراض میں صرف ہوگی:

اول:- اخراجات مدرسہ میں جس کی تعداد وقتاً فوقتاً ممبران انجمن مدرسہ طبیہ اپنے کسی اجلاس میں قرار دیں گے۔

دوم:- طالب علموں کی امداد میں جس کی تعداد وقتاً فوقتاً ممبران انجمن مدرسہ طبیہ اپنے کسی اجلاس میں مقرر کریں گے۔

سوم:- کسی اشد ضروری کام متعلق مدرسہ میں جس کا فی الفور خرچ کرنا جنرل سکریٹری ضروری سمجھے، مگر اُس کے بعد جسقدر جلد ممکن ہو جنرل سکریٹری کو ممبران انجمن مدرسہ طبیہ سے اُن کے کسی اجلاس میں اُس کی منظوری حاصل کرنی ہوگی۔

چہارم:- اُن اخراجات کے بعد جس قدر روپیہ بچے اُس سے کوئی جائداد جس سے مناسب آمدنی اور حتی المقدور زوال پذیر نہ ہو خریدی جاوے گی اور وہ جائدید سرمایہ مستقل مدرسہ طبیہ دہلی تصور اور ملکیت مدرسہ مذکور کی ہوگی۔

دفعہ ۱۴- تمام زرعطیہ اور زرچندہ وغیرہ جو مدرسہ کے لیے وصول ہو سکریٹری انجمن مدرسہ طبیہ اس کی رسید دے گا اور اگر ممبران انجمن مدرسہ طبیہ نے کوئی اور تجویز نہ کی ہو تو وہ روپیہ و جائیداد ملکیت مدرسہ جنرل سکریٹری کی حفاظت میں رہے گی۔

انتظام مدرسہ

دفعہ ۱۵: مدرسہ طبیہ کے لیے ممبران انجمن مدرسہ طبیہ کسی کو جو اس عہدے کے لائق ہو آنزیری یا تنخواہ دار پرنسپل مقرر کریں گے اور جب تک کہ مدرسہ کی ترقی اس درجہ تک ہو جنرل سکریٹری انجمن مدرسہ طبیہ حسب دفعہ ۸ قواعد ہذا پرنسپل ہوگا۔

دفعہ ۱۶: پرنسپل مدرسہ کے متعلق مندرجہ ذیل کاموں کا انجام دینا ہوگا۔

اول: مدرسہ کے اغراض کے لیے جس قدر مدرسوں و دیگر ملازمان کی ضرورت ہو مع ان کے اخراجات سالانہ کے رپورٹ مرتب کر کے اس کی منظوری ممبران انجمن مدرسہ طبیہ سے حاصل کرے گا۔

دوم: مدرسوں اور ملازمان مدرسہ کا تقرر اور برخاست کرنا اور ان کو رخصت دینا پرنسپل کے اختیار میں ہوگا اور اس کی کیفیت ممبران انجمن کے کسی اجلاس میں واسطے اطلاع ممبروں کے پیش کرنی ہوگی۔

سوم: اس امر کی تجویز کہ مدرسہ میں بلحاظ تعلیم کے کتنی جماعتیں ہوں گی اور کس ترتیب سے کتب درسیہ اس میں داخل ہوں گی اور وقتاً فوقتاً کیا کیا تبدیلی اس میں مناسب ہوگی۔ پرنسپل مدرسہ کے اختیار میں ہوگی۔

چہارم: طالب علموں کو مدرسہ میں داخل کرنا اور یہ تجویز کہ کونسی جماعت میں وہ داخل ہوں اور نیز ایک جماعت سے دوسری جماعت میں ترقی دینا یا تنزل کرنا پرنسپل مدرسہ کے اختیار میں ہوگا اور

رجسٹر داخلہ وخارجہ اور حاضری روزانہ طالب علموں کا پرنسپل کو مرتب رکھنا ہوگا۔

پنجم: طالب علموں کو بوجہ ان کے قصورات زشت کاری یا بدرو یگی کے مدرسہ اور بورڈنگ ہاؤس سے خارج کر دینا یا ان کی اسکالرشپ یا وظیفہ یا اور کسی قسم کی امداد کو بند کر دینا بوجہ قصورات مذکورہ یا اس وجہ سے کہ وہ پڑھنے میں کم محنت اور بے شوق ہے یا اس وجہ سے کہ اب اس کی ایسی حالت ہے جو امداد کا محتاج نہیں ہے، پرنسپل کے اختیار میں ہوگا۔

ششم: پرنسپل طریقہ اور زمانۂ امتحان اور اس کے قواعد قرار دے گا اور نیز ممتحنوں کو مقرر کرے گا اور اس بات کا بھی وہ مختار ہوگیا کہ خود آپ امتحان لینے کے لیے بطور ممتحن کام کرے۔

ہفتم:- ہر سال کے ختم ہونے پر سالانہ امتحان انہیں قواعدے سے جو پرنسپل و کمیٹی کی منظوری سے ہوں۔ ہر جماعت کے کل طالب علموں کا لیا جاوے گا اور پرنسپل کو لازم ہوگا کہ اپنے ساتھ چند لوگوں کو جو فن طب سے ماہر ہوں اور جن کی تعداد تین سے کم نہ ہو شریک کر کے ایک کمیٹی بنائے اور وہ کمیٹی بلحاظ اُن نتائج کے جو ممتحنوں نے نسبت طالب علموں کے جوابات قرار دیئے ہوں اس بات کو قرار دے گی کہ منجملہ امتحان دینے والے طالب علموں کے کون پاس ہو گئے یا کون اس لائق ہے کہ بلحاظ تعلیم طبی ان کو اوپر کی جماعت میں ترقی دی جاوے۔ درصورت اختلاف پرنسپل کو کاسٹنگ ووٹ یعنی ایک رائے غلبہ دینے کا حق ہوگا۔

ہشتم: جو لوگ پاس ہو گئے ہوں ان میں سے پرنسپل ان طالب علموں کو منتخب کرے گا جو انعام یا تمغہ یا سند تکمیل علم طب پانے کے مستحق ہوں اور ان کی فہرست مرتب کر کے قبل اجلاس عام تقسیم انعامات اس کی منظوری ممبران انجمن مدرسہ طبیہ سے حاصل کرے گا اور مطابق اس کے ایک عام جلسہ تقسیم انعام میں وہ انعام وسند تمغہ جات طالب علموں کو دیئے جائیں گے۔

بورڈنگ ہاؤس:

دفعہ ۱۷: ممبران انجمن مدرسہ طبیہ ایک ایسا مکان تجویز کریں گے جس میں طالب علم جو اس میں رہنا چاہیں سکونت اختیار کر سکیں اور وہ مکان بورڈنگ ہاؤس مدرسہ طبیہ دہلی کہلائے گا۔

دفعہ ۱۸: جو طالب علم اور شہروں سے تعلیم کو آویں اور بورڈنگ ہاؤس میں رہنا چاہیں وہ بورڈنگ ہاؤس میں داخل ہوں گے الا کسی حالت خاص میں پرنسپل کسی شخص ساکن دہلی کو بھی بورڈنگ ہاؤس

میں رہنے کی اجازت دے سکتا ہے۔

دفعہ ۱۹: بورڈنگ ہاؤس میں طالب علموں کا داخل کرنا یا ان کے قصورات یا بدرویگی سے ان کو بورڈنگ ہاؤس سے خارج کرنا پرنسپل کے اختیار میں ہوگا۔

دفعہ ۲۰: منتظم اور نگراں کل امور بورڈنگ ہاؤس کا پرنسپل ہوگا۔ مگر اس صورت میں جب کہ سکریٹری مدرسہ کی پرنسپلی کا بھی کام کرتا ہو اور اس کو اختیار ہوگا کہ کل یا بعض اختلافات متعلقہ بورڈنگ ہاؤس کے اپنے جوائنٹ سکریٹری یا اسسٹنٹ سکریٹری کے جس کا ذکر دفعہ ۹، ۱۰ میں ہے سپرد کرے۔

امداد طالب علمان

دفعہ ۲۱: ممبران انجمن مدرسہ طبیہ کو ضرور ہوگا کہ اس میں سعی کریں کہ بہی خواہانِ قوم خاص واسطے امداد طالب علموں کے کچھ ماہواری یا سالانہ امداد مقرر کریں یا یکمشت عطا کریں اور جسقدر روپیہ اس طرح پر مقرر ہو وہ وظائف طالب علمان کے نام سے موسوم ہوگا۔

دفعہ ۲۲: علاوہ اس کے خود ممبران انجمن مدرسہ طبیہ سرمایۂ مدرسہ سے جس کا ذکر دفعہ ۱۳ ضمن ۲ میں ہے کسی قدر رقم واسطے وظائف طالب علمان منظور کریں گے اور یہ رقم بھی بمد وظائف طالب علمان شامل کی جائے گی۔

دفعہ ۲۳: ان دونوں رقموں کے مجموعہ سے جسقدر روپیہ حاصل ہو اس سے زیادہ امداد طلبہ میں صرف نہ کیا جاوے گا۔

دفعہ ۲۴: طالب علموں کو حسب طریقہ مندرجہ ذیل امداد دینا پرنسپل مدرسہ کے اختیار میں ہوگا۔

اول: جو طالب علم بورڈنگ ہاؤس میں نہیں رہتا اور صرف پڑھنے کو آتا ہے یعنی ڈی اسکالر ہے اس کو اور کسی قسم کی امداد نہیں دی جائے گی۔

دوم: جس طالب علم کی نسبت جو بورڈر بھی ہو اور پرنسپل کو یقین بھی ہو کہ وہ ایسی مقدرت نہیں رکھتا کہ بلا امداد کے علم طب کو حاصل کرلے اس کو مندرجہ ذیل طریقہ میں سے کسی طریقہ پر امداد دی جائے گی۔

۱- کسی قدر نقد ماہواری مقرر کرنے سے۔

۲-   اس کو بورڈنگ ہاؤس میں دونوں وقت کھانا دینے سے جس کا انتظام بلحاظ تعداد طالب علمان اور بلحاظ اس قسم کی خوراک دووقتہ کے جو پرنسپل وقتاً فوقتاً تجویز کرے منتظم بورڈنگ ہاؤس کو لازم ہوگا۔

اجلاس ممبران انجمن

دفعہ ۲۵:   جس وقت جنرل سکریٹری کسی امر کی درپیشی کے لیے ممبران انجمن مدرسہ طبیہ کا اجلاس منعقد ہونا ضروری سمجھے یا پریسیڈنٹ انجمن یا پرنسپل مدرسہ یا پانچ ممبران منجملہ ممبران انجمن کے جنرل سکریٹری سے اجلاس ہونے کی درخواست کریں تو ممبران انجمن کا اجلاس منعقد ہوگا۔

دفعہ ۲۶: ہر ایک اجلاس کی جو کسی مقصد کے لیے ہو تاریخ کا مقرر کرنا کسی وجہ خاص سے اس کا تبدیل کرنا جنرل سکریٹری کی رائے و تجویز پر منحصر ہوگا۔

دفعہ ۲۷: ہر ایک اجلاس کے تقرر سے ان ممبروں کو جو دہلی میں یا اس کے قرب وجوار میں رہتے ہوں اور جن کے اجلاس میں شامل ہونے کی توقع ہو جنرل سکریٹری بذریعۂ نوٹس کے اطلاع دے گا۔ مگر سالانہ جلسہ عام تقسیم انعام کی تاریخ سے جہاں تک ممکن ہو کل ممبروں کو اطلاع دی جاوے گی اور نیز وہ لوگ بھی اس میں مدعو ہوسکیں گے جو ممبر نہ ہوں۔

دفعہ ۲۸: ہر ایک اجلاس جو حسب مراد دفعہ ۲۵ کے مقرر ہو اُن میں پانچ ممبروں کا شامل ہونا جن میں پریسیڈنٹ و جنرل سکریٹری بھی داخل ہیں نصاب کامل اجلاس کا متصور ہوگا اور بحالت اختلاف آرا پریسڈنٹ کو کاسٹنگ ووٹ دینے کا حق ہوگا اور اجلاس کو ہر ایک امر کے فیصلہ کا جو مدرسہ طبیہ کے کاروبار سے متعلق ہو کامل اختیار ہوگا۔

دفعہ ۲۹: جنرل سکریٹری کو لازم ہوگا کہ روئداد ہر اجلاس کو ایک کتاب میں بترتیب تاریخ مندرج کرے اور نیز اس کو اختیار ہوگا اگر ضرور سمجھے تو اس کو چھاپ کر جملہ ممبران میں تقسیم کرے اور کسی اخبار میں مشتہر ہونے کو دے۔

کتب خانہ و تماثیل وآلات وغیرہ:

دفعہ ۳۰: کتابیں ہر ایک قسم کی اور تماثیل اور ہر قسم کے آلات اور رعلمی کلیں جس قدر مدرسہ میں جمع ہوتی جاویں ان کی نگہبانی وحفاظت پرنسپل مدرسہ کے ذمہ ہوگی اور اگر جنرل سکریٹری ہو تو اس کو اختیار

ہوگا کہ ان کل کی یا کسی جزو کی حفاظت اپنے اسسٹنٹ کے سپرد کرے اور اگر ایسے شخص کی ضرورت ہو جو ان علمی کلوں اور آلات کے صاف کرنے کی لیاقت رکھتا ہو تو اس کو اس تنخواہ پر جس کی منظوری ممبران انجمن مدرسہ طبیہ سے کسی اجلاس میں حاصل کی ہو، ملازم رکھے۔

دفعہ ۳۱: کتابیں کتب خانہ کی واسطے پڑھنے یا مطالعہ کے طالب علم کو اس شرط پر کہ ایک میعاد میں جو پرنسپل تجویز کرے گا واپس دیں اور احتیاط سے ان کا استعمال کریں، دی جاوینگی اور کسی طالب علم کو جائز نہ ہوگا کہ جو کتاب اس نے لی ہے وہ دوسرے شخص کو استعمال کے لیے دے۔ زمانۂ تعطیل میں جو ایک ہفتہ سے زیادہ کی ہو ہر ایک طالب علم کو لازم ہوگا کہ قبل شروع ہونے اس تعطیل کے کتاب کو واپس دے، پرنسپل کو اختیار رہوگا کہ وہ اپنے اعتبار پر طالب علموں کو کتابیں دے اور اگر کوئی طالب علم مذکورہ بالا قواعد کی خلاف ورزی کرے اس کو سزا دینی پرنسپل کی رائے پر منحصر ہے۔

دفعہ ۳۲: آلات و علمی کلیں کسی طالب علم کو استعمال کے لیے نہ دی جاویں گی بلکہ پرنسپل و پروفیسران کا استعمال طالب علموں کو مطالب سمجھانے یا تجربہ دکھانے میں کریں گے۔

احکام عام:

دفعہ ۳۳: ہر ایک سامان کی فہرست وہ شخص پرنسپل کے پاس ماہواری پیش کرے جس کی سپردگی میں وہ سامان ہو اور پرنسپل ہر ششماہی میں ان کی پڑتال کر کے کمیٹی میں اطلاع دے۔

دفعہ ۳۴: جنرل سکریٹری کو مناسب ہوگا کہ مدرسہ کی آمدنی و اخراجات کی بابت سالانہ بجٹ واسطے سالِ آئندہ کے تیار کرے اور قبل شروع ہونے اُس سال کے، اس کی منظوری ممبرانِ انجمنِ مدرسہ طبیہ سے، ان کے کسی اجلاس میں حاصل کرے۔

دفعہ ۳۵: مسلمانوں کے تمام مذہبی تیوہاروں میں جن کی فہرست پرنسپل مدرسہ مقرر کرے گا مدرسہ میں تعطیل رہے گی اور اگر مدرسہ میں دیگر مذہب کے طالب علم یا پروفیسر ہوں تو ان کو ان کے تیوہاروں میں مدرسہ کی حاضری سے معاف رکھا جائے گا۔ علاوہ اس کے اور جو تعطیلیں مدرسہ میں پرنسپل مناسب سمجھے ان کی منظوری ممبران انجمن مدرسہ طبیہ سے ان کے کسی اجلاس میں حاصل کرنی لازم ہوگی۔

طلبہ کے داخل ہونے کے قواعد

۱- اس مدرسہ میں ہر شخص بلا خصوصیت مذہب داخل ہو سکے گا۔ خواہ ہندو، مسلمان، عیسائی کوئی ہو۔

۲- اس مدرسہ میں ہر شخص خواہ وہ کہیں کا باشندہ ہو داخل ہو سکے گا۔

۳- داخل ہونے سے پہلے ہر طالب علم کو اپنی شرافت خاندان اور نیک چلنی کی شہادت پیش کرنی پڑے گی۔

۴- جو شخص دائم المرض ہوگا یا کسی مرض متعدی میں مبتلا ہوگا وہ مدرسہ میں داخل نہیں ہو سکے گا۔

۵- طالب علم جو اس مدرسہ میں داخل ہونا چاہے گا اس کی عمر پر یہ لحاظ کیا جائے گا کہ اس کی عمر علم طب کے لیے مناسب ہے یا نہیں، لیکن خاص حالتوں میں خاص امور کا لحاظ حسب رائے سکریٹری کیا جائے گا۔

۶- جو طالب علم اس مدرسہ کی جماعت ادنیٰ میں داخل ہونا چاہے تو ضرور ہے کہ اس کو استعداد سلیس فارسی عبارت لکھنے پڑھنے کی ہو۔

۷- جو طالب علم جماعت سوم میں داخل ہونا چاہے گا اس کی استعداد ایسی ہونی چاہیے کہ وہ سلیس عربی عبارت پڑھ سکے۔

۸- جو طالب علم جدید جماعت دوم یا اول میں داخل ہونا چاہے گا اس کو کتب طبیہ جماعت ماتحت سے واقف ہونا چاہیے۔

ترتیب جماعات و طریقۂ تعلیم

جماعتوں کی ترتیب دو لحاظ سے ہے، ایک طب دوسرے وہ علوم جو طب کے لیے ضروری سمجھے جاتے ہیں۔

ابتدائی جماعت: اس جماعت کے دو فریق ہیں۔ فریق اول ایک سال میں طب کی کتابوں میں سے زاد غریب اور میزان الطب اور دوسرے سال میں کفایہ منصوری اور طب اکبر تمام کرتا ہے اور ان دو برس میں مبادی (یعنی صرف ونحو) وغیرہ کی کتابیں بھی پڑھتا ہے۔ کیونکہ اوپر کی جماعت عربی کی ہے اس میں صرف ونحو وغیرہ کی کتابیں پڑھنی ضروری ہیں۔ میزان الصرف، منشعب، صرف میر، نحو میر، شرح مأتہ عامل، ہدایۃ النحو، ایساغوجی، قال اقول یہ جماعت فارسی زبان میں طب پڑھتی ہے۔ جن

جماعتوں میں طب کی کتابیں عربی زبان میں پڑھائی جاتی ہیں وہ تین ہیں، جن کی تفصیل یہ ہے:

جماعت ادنیٰ: اس جماعت کی خواندگی ایک سال میں ختم ہوتی ہے، طب کی کتابوں میں سے اس جماعت میں قانونچہ، کلیات موجز، کلیات اقصرائی، شرح اسباب جلد ثانی پڑھائی جاتی ہیں اور مبادی کی یہ کتابیں درس میں داخل ہیں۔ کافیہ شرح ملا، تہذیب، شرح تہذیب، قطبی۔

جماعت اوسط: اس جماعت میں طب کی یہ کتابیں پڑھائی جاتی ہیں۔ نفیسی تمام وکمال اور شرح اسباب جلد اول اور عربی کی استعداد بڑھانے کے لیے ہدایۃ الحکمۃ، میبذی، تشریح الافلاک اور مقامات حریری کے چند مقاموں کی تعلیم ہوتی ہے۔ اس جماعت سے نسخہ نویسی اور مطب شروع ہوتا ہے، چونکہ اس جماعت کی پڑھائی ایک سال میں تمام ہوتی ہے۔ اس لیے اس جماعت کے طالب علم اس عرصہ میں نسخہ نویسی اور مطب سیکھتے ہیں۔

جماعت اعلیٰ: اس جماعت میں قانون بوعلی بن سینا کے دو حصے پڑھائے جاتے ہیں، ایک حمیات اور دوسرا کلیات، جس میں اعضائے مفردہ کی تشریح بھی شامل ہے۔ اس کے علاوہ شرح چغمنی اور چند مقام مقامات حریری کے بھی شامل درس ہیں، اس جماعت کے طالب علموں کو خاص طور پر مطب میں حاضر رہنا اور بیماروں کے مرض کو تشخیص کرنا اور ان کے لیے نسخہ تجویز کرنا ضروری ہے۔ اگر اس جماعت کے طالب علم ایک سال کی خواندگی تمام کر کے پاس بھی ہوجائیں تو بھی انہیں ایک سال اور مطب کے لیے رہنا ہوتا ہے، بلکہ اگر طالب علم کی حالت تشخیص وغیرہ میں اس عرصہ تک بھی قابل اطمینان نہیں ہوتی تو اور بھی رکھا جاتا ہے اور جب اطمینان ہوجاتا ہے اس وقت اجازت دی جاتی ہے۔

فقط

حاذق الملک حکیم ابوسعید محمد عبدالمجید خاں سکریٹری مدرسہ طبیہ دہلی

رپورٹ سالانہ

مدرسہ طبیہ دہلی بابت سال دوازدہم وسیزدہم

جس کو

حکیم محمد واصل خاں (سکریٹری) نے جلسۂ عام منعقدہ ۱۳؍فروری ۱۹۰۲ء

مطابق ۴؍ذیقعدہ ۱۳۱۹ ہجری نبوی پنجشنبہ کے دن بصدارت

جناب صاحب کمشنر بہادر قسمت دہلی پڑھا

اور دہلی کے

مطبع مجتبائی میں مولوی محمد عبدالاحد کے اہتمام سے چھپی ۱۹۰۲ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کیفیت جلسہ سالانہ مدرسہ طبیہ دہلی بابت سال سیزدہم ۱۸-۱۳۱۹ہجری

آج ۱۳رفروری ۱۹۰۲ء آٹھ بجے صبح کے وقت مدرسہ طبیہ کا سالانہ جلسہ منعقد ہوا جس میں مدرسہ طبیہ کے معزز بہی خواہ اور روٴساء بیرون جات اور دہلی کے شریک ہوئے تھے۔ مدرسہ کا تمام صحن اور نشست گاہیں حاضرین سے بھری ہوئی تھیں۔ جلسہ کا انتظام پچھلے سالہائے گزشتہ کی طرح ہوا، دروازہ سے صدر انجمن صاحب کی کرسی تک سرخ قند بچھایا گیا تھا۔ صحن چبوترہ پر میز کرسیاں قرینہ سے لگائی گئی تھیں اور اوپر ایک بڑا شامیانہ نصب کیا گیا تھا، جب حاضرین اچھی تعداد میں جمع ہوگئے تو انگریزی و اردو پروگرام تقسیم کیے گئے۔ آٹھ بجے سے کچھ پہلے عالی جناب ٹی جی واکر صاحب بہادر کمشنر قسمت دہلی اور عالی جناب میجر ڈگلس صاحب ڈپٹی کمشنر دہلی رونق افروز ہوئے، جن کا مدرسہ کے دروازہ پر ممبران انجمن نے نہایت احترام کے ساتھ استقبال کیا جب یہ دونوں صاحب صدر مقام پر رونق افروز ہوئے جلسہ کی کارروائی پروگرام کے مطابق شروع ہوئی اور یہ تحریک کی گئی کہ عالی جناب صاحب کمشنر بہادر اس جلسہ کے چیئرمین بنائے جائیں۔ اس تجویز کو بہت خوشی کے ساتھ صاحب ممدوح نے شکریہ ادا کرتے ہوئے قبول فرمایا۔ پھر سکریٹری نے صدر انجمن سے اجازت حاصل کرنے کے بعد رپورٹ سنائی۔ اسی اثنا میں عالی جناب ہز ہائنس میجر نواب حامد علی خاں صاحب بہادر والی ریاست رامپور کا ایک تار چیئرمین صاحب بہادر کے نام پہنچا، جس میں مدرسہ کے ساتھ بہت اچھے الفاظ میں ہمدردی کا اظہار کیا گیا تھا اور جلسہ کی مبارکباد درج تھی۔ اس تار کو عالی جناب چیئرمین صاحب نے کھڑے ہوکر اہالیان جلسہ کے سامنے پڑھا۔ جب سکریٹری نے رپورٹ ختم کی تو نواب محسن الملک بہادر نے نہایت برجستہ اور فصیح اسپیچ کہی جس میں جناب حاذق الملک مرحوم کے

کارنامے، ان کی خوبیاں اور ان کی مدرسہ کے ساتھ دلچسپی کو بہت اچھے الفاظ میں بیان فرمایا تھا اور ان کی وفات کا ذکر ایسے درد انگیز طریقہ سے کیا تھا کہ تمام حاضرین اس سے متاثر ہوئے۔ مجھے افسوس ہے کہ باوجود سخت انتظار کے ان کا لکچر ابھی تک نہیں آیا اس لیے مجبور ہو کر میں تمام کارروائی کو بغیر ان کے لکچر کے افسوس کے ساتھ شائع کرتا ہوں۔ نواب صاحب کی تقریر ختم ہونے پر جناب شمس العلماء مولوی نذیر احمد صاحب ایل ایل ڈی کھڑے ہوئے اور اپنی مشہور و معروف فصاحت و بلاغت کے ساتھ ایک معنیٰ خیز لکچر دیا، جس سے تمام حاضرین محظوظ ہوئے۔ مولوی صاحب کی تقریر ختم ہونے پر عالی جناب صاحب صدر انجمن صاحب بہادر نے انگریزی زبان میں نہایت بکار آمد اور مفید اسپیچ دی، جس کا اصل و ترجمہ رپورٹ کے ساتھ شائع کیا جاتا ہے۔ اس کے بعد صاحب ممدوح نے اپنے دست خاص سے کامیاب طالب علموں کو سندیں، تمغے اور انعام نہایت مسرت کے ساتھ تقسیم فرمائے اور جب کسی طالب علم کو سند و تمغہ عطا فرماتے تھے تو اس کی سکونت دریافت کرنے کے بعد مبارکباد دیتے جاتے تھے۔

جناب نواب محمد اسحاق خاں صاحب نے جناب حاذق الملک مرحوم کی یادگار میں ایک طلائی تمغہ سو روپیہ کا اس طالب علم کو ہمیشہ دینے کے لیے منظور فرمایا جو اعلیٰ جماعت میں سب سے اول نمبر رہے۔ نواب صاحب موصوف کی فیاضی کا شکریہ تمام اہل جلسہ نے کیا۔

اس کے بعد سکریٹری نے اپنے ہاتھ سے گوٹے کے ہار عالی جناب صدر انجمن صاحب بہادر اور دیگر معزز حکام کو پہنائے۔ پھر شمس العلماء منشی ذکاء اللہ صاحب نے جناب صاحب کمشنر بہادر و صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر کی گام فرسائی اور شرکت جلسہ کا شکریہ جلسہ کی طرف سے ادا کیا۔

سب سے آخر کارروائی یہ ہوئی کہ حضور قیصر ہند کے واسطے دلی وفاداری اور جوش عقیدت کے ساتھ تین چیرز دیے گئے اور عام طور پر پان اور ہار گلدستے تقسیم کرنے کے بعد جلسہ برخاست ہوا۔

پروگرام

۱- خان بہادر ڈپٹی محمد الٰہی بخش صاحب تحریک کریں گے کہ صاحب کمشنر بہادر چیئرمین بنائے جاویں۔ رائے بہادر لالہ سری کشن داس صاحب تائید کریں گے۔

۲- سکریٹری صاحب حسب اجازت چیئرمین صاحب بہادر مدرسہ کی سالانہ رپورٹ سنائیں گے۔

۳- نواب محسن الملک مولوی مہدی علی خاں صاحب بہادر اسپیچ دیں گے۔

۴- شمس العلماء مولوی حافظ نذیر احمد خاں صاحب اسپیچ دیں گے۔

۵- صاحب کمشنر بہادر بھی کچھ فرماویں گے

۶- صاحب کمشنر بہادر اپنی دست خاص سے تمغہ وسند وانعام تقسیم فرماویں گے۔

۷- خان بہادر شمس العلماء منشی محمد ذکاء اللہ صاحب چیئر مین صاحب وصاحب ڈپٹی کمشنر بہادر کا شکریہ ادا کریں گے۔

۸- جلسہ بعد دینے تین چیرز حضور شہنشاہ ہند دام اقالہم کے برخاست ہوگا۔

رپورٹ سالانہ مدرسہ طبیہ دہلی بابت سال سیزدہم یعنی ۱۳۱۹-۱۸ ہجری

عالی جناب صدر انجمن صاحب بہادر وصاحب ڈپٹی کمشنر بہادر و دیگر حضرات!

قبل اس کے کہ میں سال زیر رپورٹ کے حالات آپ کی خدمت میں عرض کروں اس بات کے بیان کرنے کی اجازت چاہتا ہوں کہ پچھلے سال کا سالانہ جلسہ اس مسلسل علالت اور اندوہ ناک حادثہ کی وجہ سے نہ ہوسکا جو مدرسہ طبیہ کے بانی اور گورنمنٹ کے سچے بہی خواہ عالیجناب حاذق الملک مرحوم کی وفات سے تعلق رکھتا ہے، ان کی وفات سے جو صدمہ ملک کو پہنچا ہے اس کا اندازہ ہندوستان کے عام اخبارات سے بخوبی ہوسکتا ہے، میں سمجھتا ہوں کہ ہندوستان کے بہت کم اخبار ایسے ہوں گے جنہوں نے حاذق الملک مرحوم کے انتقال کا افسوسناک الفاظ میں ذکر نہ کیا ہو، ان کی شہرت ایسی عام ہوگئی تھی کہ جس کی نظیر میرے خیال میں مشکل سے مل سکتی ہے۔ یہی وجہ تھی کہ ان کے انتقال پر ہندوستان کے تمام شہروں اور قصبوں میں ان کی شہرت کے مطابق دلی رنج اور افسوس کا اظہار علی العموم کیا جاتا تھا۔ جیسا کہ میں نے ابھی ابھی بیان کیا ہے جناب حاذق الملک مرحوم کی طولانی علالت اور انتقال کی وجہ سے جلسہ نہ ہوسکا اور چونکہ کامیاب طالب علموں کو سند اور تمغوں کے مستحق تھے دہلی میں وقت سے بہت زیادہ ٹھہرنا پڑا، اس لیے ان کی ضرورتوں پر نظر کر کے مدرسہ طبیہ کی کمیٹی نے ایک خاص جلسہ ممبران کمیٹی کا سکریٹری کے مکان پر ۸ ستمبر ۱۹۰۱ء کیا جس کے صدر انجمن شمس العلماء مولوی نذیر احمد صاحب ایل

ایل ڈی (ممبر کمیٹی مدرسہ طبیہ) تھے اور ایک مختصر رپورٹ سنانے کے بعد طالب علموں کو تمغے اور سندیں تقسیم کر کے جلسہ برخاست کر دیا گیا۔

عالی جناب صدر انجمن صاحب میں ۱۸-۱۳۱۹ھ کی رپورٹ گزارش کرنے سے پہلے یہ بات ضروری سمجھتا ہوں کہ ۱۷-۱۳۱۸ھ کی اس مختصر رپورٹ کو جو چند مہینے ہوئے ممبران کمیٹی مدرسہ طبیہ کے سامنے پڑھی گئی تھی اس جلسہ میں پڑھ کر سنادوں تا کہ جناب کو اور معزز حاضرین جلسہ کو مدرسہ طبیہ کے بارہویں سال کے حالات بھی مختصر طور پر معلوم ہو سکیں۔

رپورٹ بابت سال دوازدہم ۱۷-۱۳۱۸ھ

میں آج نہایت شکستہ دلی کے ساتھ آپ صاحبوں کی خدمت میں مدرسہ طبیہ کی مختصر سالانہ رپورٹ پیش کرتا ہوں، آپ کو معلوم ہے کہ یہ رپورٹ ایک بڑے جلسہ میں پڑھی جاتی تھی لیکن اس سال عالی جناب حاذق الملک حکیم محمد عبدالمجید خاں صاحب کی طولانی علالت اور ان کے بے وقت انتقال کی وجہ سے سالانہ جلسہ اپنے وقت پر نہ ہوسکا۔ انجمن مدرسہ طبیہ کے جلسہ منعقدہ ۲۸/ جولائی ۱۹۰۱ء میں اتفاق رائے سے یہ تجویز قرار پائی کہ اس سال صرف ممبران انجمن مدرسہ طبیہ کے جلسہ میں سندیں اور تمغے کامیاب طالب علموں کو تقسیم کر دیئے جائیں جو کہ مہینوں سے اپنے گھروں کو چھوڑے ہوئے دہلی میں پڑے ہیں۔ عالی جناب حاذق الملک مرحوم ومغفور کے انتقال کا صدمہ ایسا نہیں ہے جسے اُن کے عزیز دوست اور واقف اشخاص اور سب سے زیادہ مدرسہ طبیہ عرصہ تک یاد نہ رکھے بلکہ یہ وہ صدمہ ہے، جس کے اثر کو آئندہ نسلیں بھی دیر تک محسوس کرتی رہیں گی۔ عالی جناب حاذق الملک مرحوم اپنے عصر میں فن طبّ کے امام تھے اور انہیں طب اور اس کی تمام شاخوں کے ساتھ گہری دلچسپی تھی جس کی وجہ سے انہوں نے مدرسہ طبیہ کی بنیاد کامیابی کے ساتھ ڈالی اور بارہ سال تک اپنے بوئے ہوئے بیج کا نشوونما دیکھتے رہے۔ یہ اتفاق ہے کہ ابھی وہ اپنے ارادوں میں پورے پورے کامیاب نہیں ہوئے تھے کہ قضا کا زبردست ہاتھ انہیں اپنی طرف کھینچ کر لے گیا اور مدرسہ کے اکثر کام ناتمام رہ گئے۔ مرحوم ومغفور کے انتقال کے بعد جو بوجھ قدرت نے میرے اوپر ڈالا ہے میرا فرض ہے کہ میں اُس کو استقلال کے ساتھ برداشت کروں گو یہ بار کئی قسم کا ہے لیکن میں اس رپورٹ میں مدرسہ طبیہ کا ذکر کرتا ہوں جس کے متعلق میں اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ اُسے بالفعل موجودہ حالت پر قائم رکھوں اور اس کی

اعلیٰ جماعت کو درس دوں، اس کے ساتھ ہی میرا فرض ہے کہ میں اپنی زندگی کے عزیز وقت کو اس کے مقاصد کی تکمیل میں صرف کروں۔ مجھے خدا کی ذات پر بھروسہ ہے اور میں یقین کرتا ہوں کہ مدرسہ طبیہ تھوڑے زمانہ میں ترقی کا قدم آگے بڑھاتا ہوا دکھائی دے گا اور چند برسوں میں عام طور پر یونانی طب کا مرکز تسلیم کر لیا جائے گا۔

معزز ممبران! اب مجھے اجازت دیجئے کہ میں مدرسہ طبیہ کی مختصر سالانہ رپورٹ آپ صاحبوں کی خدمت میں پیش کروں۔

داخلہ وامتحان:

سال زیر رپورٹ میں ۱۵۴ر طالب علم مدرسہ میں داخل ہوئے گزشتہ سال جو طلبا داخل ہوئے تھے اُن کی تعداد ۱۴۳ر تھی، حاضری کا اوسط ۸۰ر تھا جن میں سے ۷۴ر طالب علم شریک امتحان ہوئے غالباً آپ صاحب اس بات کو سن کر خوش ہوں گے کہ نتیجۂ امتحان اس سال بھی اطمینان بخش رہا یعنی ۷۴ر طالب علموں میں سے ۶۳ر پاس اور گیارہ فیل ہوئے۔

مجھے افسوس ہے کہ میں ڈاکٹری امتحان کے نتیجہ کو اس رپورٹ میں درج کرنے سے معذور ہوں کیونکہ مجھے یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ اس امتحان کے نتیجہ کا کاغذ عالی جناب حاذق الملک مرحوم ومغفور کی سخت علالت کی وجہ سے جس نے اُن کے تمام کاموں کے انتظامی سلسلہ پر اثر ڈالا تھا، محفوظ نہ رہ سکا۔

اسنادو تمغے:

سال زیر رپورٹ میں ۱۲ر طالب علم کامیاب ہوئے تھے جو تمغوں اور سندوں کے مستحق تھے لیکن میں دلی رنج کے ساتھ اس بات کو ظاہر کرتا ہوں کہ ان میں سے ۲ر طالب علم ایک عرصہ تک بیمار رہ کر انتقال کر گئے اس لیے بالفعل جن طلبا کو سندیں دی جائیں گی اُن کی تعداد ۱۰ر سے زیادہ نہیں ہے۔ ان سب طالب علموں نے قاعدہ کے مطابق ایک سال تک مطب بھی کر لیا ہے۔

میں دلی شکر گزاری کے ساتھ اس جگہ ان معزز اصحاب کے اسمائے گرامی درج کرتا ہوں جنہوں نے اس سال کے کامیاب طالب علموں کو تمغے عطا فرمائے۔ جناب محمد عبدالغفور خاں صاحب مدارالمہام ریاست رامپور، جناب صاحبزادہ محمد عبدالصمد خاں صاحب چیف سکریٹری ریاست رامپور، جناب شمس العماء منشی ذکاء اللہ صاحب، رؤساء شہر میرٹھ، جناب قاضی سلطان حسن صاحب رئیس

مراد آباد، جناب بابو بگل کشور صاحب پلیڈر دہلی، جناب حکیم محمد اجمل خاں صاحب دو تمغے ایک منشی شوکت حسین صاحب رئیس مراد آباد کی طرف سے اور دوسرا مولوی عبدالغفور خاں صاحب کی طرف سے۔ دو طالب علموں کے انتقال کی وجہ سے اس سال نہیں دیئے جاسکتے۔ یہ مدرسہ کے دفتر میں محفوظ رہیں گے اور سالِ آئندہ کے کامیاب طالب علموں کو انہیں دو بزرگوں کی طرف سے عطا کیے جائیں گے۔

وظائف:

اس سال ۲۵/ طالب علموں کو وظائف دیئے گئے جن کی مجموعی رقم سات سو پینتیس روپیہ پانچ آنہ ہوتی ہے، ان طلبہ میں سے ۱۶/ طالب علموں کو مدرسہ کی طرف سے وظیفہ دیا گیا اور نو طالب علموں کو ان اصحاب کی طرف سے جن کے اسمائے گرامی ضمیمہ رپورٹ میں درج ہیں۔

سرمایۂ مدرسہ:

سال گزشتہ میں ۸/ ہزار ۴/ سو ۳۷/ روپیہ مدرسہ کے فنڈ میں موجود تھا۔ سالِ حال کی آمدنی ۳/ ہزار ۶/ سو ۲۹/ ہوئی، ان دونوں رقموں کی جمع ۱۲/ ہزار ایک سو دو روپیہ آٹھ آنہ ہوئی اس سال کے مصارف کی مجموعی تعداد ۵/ ہزار ۳/ سو ۸۷/ روپیہ پونے چار آنہ ہے، جس کے منہا کرنے کے بعد ۶/ ہزار ۷/ سو ۱۵/ روپیہ سوا چار آنہ باقی رہے اگر چہ ظاہر میں مصارف آمدنی سے غیر معمولی طور پر زیادہ معلوم ہوتے ہیں مگر ان مصارف میں ایک زرعی جائیداد کی قیمت ایک ہزار ۳/ سو ۱۳/ روپیہ کی بھی شامل ہے اس کے منہا کرنے کے بعد ایک سو ۴۵/ روپیہ ۳/ آنہ نو پائی سال بھر میں زیادہ صرف ہوئے۔

بجٹ سال آئندہ:

سال آئندہ کے لیے جو بجٹ مرتب ہوا ہے اس میں آمدنی کا تخمینہ پانچ ہزار کیا گیا ہے اور مصارف کا تخمینہ ۴/ ہزار ۵/ سو ۱۵/ روپیہ کا ہے جس کی تفصیل ضمیمہ جات رپورٹ میں درج ہے اس وقت میں آپ حضرات کو اس سے زیادہ تکلیف دینی نہیں چاہتا اور آپ صاحبوں کی تکلیف فرمائی کا شکریہ ادا کرتے ہوئے یہ التماس کرتا ہوں کہ آپ صاحبوں کو مدرسہ طبیہ پر خاص توجہ ہمیشہ رکھنی چاہیے، جس کا استحقاق اسے کامل طور پر حاصل ہے۔

عالی جناب! اس مختصر رپورٹ کے پیش کرنے کے بعد میں نہایت ادب کے ساتھ گزشتہ سال کی رپورٹ پیش کرتا ہوں مجھے اس رپورٹ میں مدرسہ طبیہ کے متعلق امور ذیل گزارش کرنے ہیں:

۱-مدرسہ طبیہ جاری کرنے کی ضرورت

۲-داخلہ طالب علموں کا سال زیر رپورٹ میں

۳-سالانہ امتحان اور اس کا نتیجہ

۴-سندیں اور تمغے

۵-طالب علموں کے وظائف

۶-مدرسہ کا سرمایہ اور سال آیندہ کا بجٹ

۷-مدرسہ میں ڈیبیٹنگ کلب

۸-مدرسہ کے مفید نتائج

۹-حاذق الملک میموریل فنڈ

۱۰-تعلیم کی سب کمیٹی

اب میں سلسلہ وار ان امور کے گزارش کرنے کی عزت حاصل کرنا چاہتا ہوں۔

مدرسۂ طبیہ کے جاری کرنے کی ضرورت

ہندوستان میں سو برس پہلے عام طور پر یونانی طب کا رواج تھا اور ویدک بھی بہت کمی کے ساتھ یونانی طب کا ہاتھ بٹارہی تھی لیکن جس زمانہ سے ہندوستان برٹش گورنمنٹ کے سایہ میں آیا اُسی زمانہ سے ایک تیسری طب (ڈاکٹری) کی بنیاد بھی پڑنے لگی اور رفتہ رفتہ اس تیسری طب کی بنیادیں مستحکم ہوتی گئیں۔ گو ویدک کو جو فی الحقیقت ایک مفید فن تھا، یونانی کے رواج سے نقصان پہنچا تھا لیکن ڈاکٹری کی ترقی نے اسے اور بھی مضمحل کر دیا۔ یہاں تک کہ ویدک کا ذکر بھی لوگوں کی زبان پر کم آنے لگا جب کبھی مختلف طریقوں کے علاج کا ذکر ہوتا تھا اور ایک طب کو دوسر طب پر فضیلت دینے کے مباحثے ہوتے تھے تو یونانی اور ڈاکٹری کے سوا ہمارے ہندوستان میں کسی تیسرے طریقۂ علاج کو عام طور پر ان مباحثوں میں شامل نہیں کیا کرتے تھے۔ بلکہ آج کل بھی ایسے مباحثے سنے جاتے ہیں، گو ان کی تعداد میں اب زمانہ کی رفتار نے کمی کر دی ہے۔ اب بھی ایک بڑا گروہ ہندوستان کی آبادی کا یونانی

طریقہ علاج اور اس کے بعد ویدک کو پسند کرنے والا ہندوستان میں موجود ہے جس میں مختلف طبقوں کے آدمی والیان ملک سے لے کر ادنیٰ طبقہ تک کے شامل ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ اب تک اس گروہ کی تعداد دوسرے گروہ سے مجموعی طور پر بہت زیادہ ہے۔ حاذق الملک مرحوم کا یہ خیال تو دور اندیشی پر مبنی تھا ہی کہ ایک ایسا مدرسہ جاری کرنا چاہیے جس میں یونانی ڈاکٹری ویدک شامل ہوں لیکن سب سے بڑی بات جسے میں اس وقت عرض کرنا چاہتا ہوں اور جو انہوں نے خیال کی تھی یہ تھی کہ جب ملک عام طور پر دیسی علاج کو پسند کرتا ہے تو اہل ملک کی قیمتی جانوں کا دیہاتی طبیبوں اور بہت ہی کم پڑھے لکھے علاج کرنے والوں کے ہاتھ میں دے دینا بہتر ہے؟ یا یہ مناسب ہے کہ ان کے لیے اس طب کے جاننے والے طبیب پیدا کیے جائیں جس طب کا عقیدت مندی کے ساتھ وہ لوگ علاج کراتے ہیں اور جس طب کے طریقۂ علاج کے ان کے خاندان ہمیشہ سے خوگر اور عادی ہوتے چلے آئے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ جو شخص اس بات پر غور کرے گا وہ خواہ یونانی طب کے متعلق کیسے ہی خیالات رکھتا ہو مدرسہ طبیہ کے مقاصد اور اغراض کے ساتھ ضرور ہمدردی کا اظہار کرے گا۔ بلکہ میرا خیال ہے کہ اس مسئلہ پر غور کرنے سے یہ نتیجہ بھی ہر ایک شخص نکال سکتا ہے کہ یہ مدرسہ برٹش گورنمنٹ کے مقاصد کی جو عامۃ الخلائق کی بہبودی اور رعایا پروری سے تعلق رکھتے ہیں بہت زور اور کامیابی کے ساتھ عملی طور پر تائید کرنے والا ہے۔ کیونکہ اس مدرسہ سے رعایا کے ایک بڑے گروہ کے جانوں کی حفاظت بُرے ہاتھوں سے اچھے ہاتھوں میں آتی جاتی ہے، یہی وجہ تھی جس کے خیال سے رعایا پر مہربانی کرنے والی گورنمنٹ نے میونسپل کمیٹیوں کو اجازت دی تھی کہ وہ ایک ایک یونانی طبیب اپنے اپنے شہروں میں غریبوں کے علاج کے لیے ماموراور مقرر کرسکیں۔

گو ہندوستان اب پہلے سے زیادہ متمول ہے لیکن ہندوستان کی بڑی آبادی بہت کم استطاعت رکھتی ہے، ایسی آبادی کے لیے عام طور پر وہ طب موزوں اور مناسب ہوسکتی ہے جو ہر حیثیت سے سستی ہو۔ علاج کرنے والوں کی فیس اور دواؤں کی قیمت ایسی گراں نہ ہو جسے وہ برداشت نہ کرسکے۔ کیونکہ ڈاکٹری ایک کامل فن ہونے کے ساتھ ملک کی تمام ضرورتوں کے لیے ہرگز کافی نہیں ہے اور وہ ہاسپٹل بھی جن کے دروازے غریبوں اور مفلسوں کے لیے برٹش گورنمنٹ کی مہربانی سے ہر وقت کھلے رہتے ہیں اس ضرورت کو دو وجہ سے پورا نہیں کرسکتے۔ ایک تو اس وجہ سے کہ بہت سے آدمی دیسی طریقۂ علاج

کے عادی ہیں اور دوسرے اس سبب سے کہ خیراتی شفا خانوں کا ہاتھ آزاد نہیں ہے۔ وہ لوگوں کی ضرورت کے مطابق دوائیں تقسیم کرنے سے مجبور ہیں، یہ وہ باتیں تھیں جن کی وجہ سے مدرسہ طبیہ کے جاری کرنے کی ضرورت جناب حاذق الملک مرحوم نے محسوس کی تھی اور جنہیں میں نے اختصار کے ساتھ اس وقت عرض کرنے کی جرأت کی ہے۔

داخلہ:

اس سال ۱۴۵/طالب علم مدرسہ میں داخل ہوئے آخر سال پر طالب علموں کی تعداد ۱۰۰/تھی۔ جن کی حاضری کا اوسط ۷۰/تھا ان طالب علموں میں سے ۸۱/طالب علموں نے امتحان دیا۔

امتحان:

اس سال مدرسہ کا تحریری امتحان یونانی طب کا حکیم محمد اجمل خاں صاحب نے لیا۔ انہوں نے رام پور سے پرچے بھیجے تھے جو امتحان کے وقت شمس العلماء منشی محمد ذکاء اللہ صاحب، منشی محمد کرم اللہ خاں صاحب اور حکیم احمد سعید خاں صاحب امتحان کی نگرانی کرنے والے اصحاب نے کھول کر طالب علموں کو تقسیم کیے۔ تقریری امتحان جماعت اعلیٰ کا سکریٹری اور حکیم عبدالرشید خاں صاحب نے، دوسری جماعت کا حکیم قاسم علی خاں صاحب اور حکیم عبدالرحمٰن صاحب نے، تیسری جماعت کا حکیم احمد سعید خاں صاحب اور حکیم عبدالرزاق صاحب نے جماعت چہارم کا حکیم قاسم علی خان صاحب اور حکیم عبدالرحمٰن صاحب نے لیا تھا۔ ڈاکٹری جماعت کے پہلے فریق کے ممتحن ڈاکٹر ہردیال سنگھ صاحب اسسٹنٹ سرجن اور دوسرے فریق کے ڈاکٹر امیر چند صاحب تھے۔

جماعت اعلیٰ میں ۲۷/طالب علم تھے جن میں سے ۹/پاس اور ۱۸/فیل ہوئے لیکن جماعت دوم کا نتیجہ پہلی جماعت سے بہتر رہا جس میں ۲۰ امتحان دینے والوں میں سے ۱۷/کامیاب ہوئے۔ جماعت سوم میں ۱۹/امتحان دینے والوں میں سے ۱۶/کامیاب ہوئے۔ جماعت چہارم میں ۱۵/امتحان دینے والوں میں سے ۱۴/کامیاب ہوئے اور ایک فیل۔ ڈاکٹری جماعت کے ۱۹/امتحان دینے والوں میں سے ۱۴/پاس ہوئے اور ۵/فیل۔

سندین اور تمغے:

سال زیر رپورٹ میں ۱۴ر طالب علم کامیاب ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک طالب علم زین العابدین غازی پوری اپنے وطن بغیر مطب کیے چلا گیا اس لیے بجائے ۱۴ر کے اس سال ۱۳ر طالب علموں کا کو کامیابی کی سندیں اور تمغے دیئے جائیں گے۔ انہوں نے جناب حاذق الملک مرحوم کے زمانۂ حیات میں امتحان دیا تھا اور مطب کا زمانہ میرے زیر نگرانی اس سال پورا کیا ہے، جن معزز اصحاب نے اپنی اولوالعزمی سے تمغے عنایت فرمائے ہیں ان کے نام شکریہ کے ساتھ ذیل میں درج کیے جاتے ہیں:

۱- مولوی عبدالغفور خاں صاحب مدار المہام ریاست رام پور

۲- صاحبزادہ محمود علی خاں صاحب رام پور

۳- صاحبزادہ عبدالسلام خاں صاحب سب جج اناؤ

۴- صاحبزادہ پیارے صاحب بہادر رام پور

۵- منشی شوکت حسین صاحب رئیس مراد آباد

۶- خان بہادر ڈپٹی محمد الٰہی بخش خاں صاحب رئیس دہلی

۷- شمس العلماء منشی ذکاء اللہ صاحب رئیس دہلی

۸- منشی میر محمود حسین صاحب رئیس دہلی

۹- منشی محمد کرم اللہ خاں صاحب و مولوی احسان الرحمٰن خاں صاحب رئیسان دہلی

۱۰- سکریٹری

۱۱- حکیم محمد اجمل خاں صاحب

۱۲- منشی شیر زمان خاں صاحب رام پور

۱۳- مولوی مشیت اللہ صاحب رام پور

وظائف:

مدرسہ میں تمام طلبہ کو وظائف نہیں دیئے جاتے بلکہ جیسا کہ دوسرے مدارس میں قاعدہ ہے چند طالب علموں کو جو اپنی محنت اور قابلیت کی وجہ سے مستحق ہوتے ہیں یا کم استطاعت ہونے کی وجہ سے امداد کے محتاج ہوتے ہیں، وظیفے دیئے جاتے ہیں۔ سال زیر رپورٹ میں منجملہ ۱۰۰ر طالب علموں

کے صرف ۲۳/ طالب علموں کو وظائف دیئے گئے۔ ان وظائف میں ۱۴/ وظیفے مدرسہ کی طرف سے تھے اور ۹/ ان ہمدردان ملک کی طرف سے جن کے معزز نام ذیل میں شکریہ کے ساتھ درج کیے جاتے ہیں:

۱- شیخ وحید الدین صاحب رئیس میرٹھ

۲- محمد رفیق صاحب جج لکھنؤ

۳- رائے حکم چند صاحب جج حیدر آباد

۴- حاذق الملک مرحوم

۵- مولوی سمیع اللہ خاں صاحب سی۔ ایم۔ جی، علی گڑھ

۶- محمد اعجاز حسین صاحب رئیس، مظفر نگر

۷- سید افضل حسین صاحب رئیس موہنہ ضلع دہلی

۸- نواب سعید الدین احمد خاں صاحب رئیس دہلی

۹- لالہ پورن مل صاحب دلال دہلی

مدرسہ کا سرمایہ اور سالِ آیندہ کا بجٹ

گزشتہ سال میں مدرسہ کے فنڈ میں ۶/ ہزار ۷/ سو ۱۵/ روپے ۴/ آنے باقی تھے۔ سال زیر رپورٹ میں جو آمدنی مدرسہ کو ہوئی اس کی مجموعی تعداد ۴/ ہزار ۳۸/ روپے ۱۱/ آنے تھی اور مصارف کی مجموعی تعداد ۴/ ہزار ۲ روپے ۱۰/ آنے تھی جس میں وہ پانچ سو کی رقم بھی شامل ہے۔ جو مدرسہ طبیہ کی طرف سے نہایت دلی خلوص کے ساتھ کوئن میموریل فنڈ میں دی گئی اور جو بجٹ میں شامل نہیں تھی۔

مصارف کی رقم کو منہا کرنے کے بعد فنڈ میں ۶ ہزار ۷ سو ۳۲ روپے ۴/ آنے باقی رہے۔ گو صرف سے آمدنی کچھ زیادہ ہوئی لیکن اتنی قلیل رقم کی بیشی لحاظ کے قابل نہیں ہے۔ آمدنی اور مصارف کی اجمالی کیفیت ان گوشواروں سے واضح ہو سکے گی جو رپورٹ کے ساتھ شائع کیے جائیں گے۔ سال آیندہ کے لیے جو بجٹ مرتب کیا گیا ہے اس کے اعتبار سے ختم سال تک تقریباً ۵ ہزار چار سو روپیہ آمدنی ہوگی اور ختم سال کے مصارف امید ہے کہ ۴ ہزار ۳ سو روپے سے زیادہ ہوں گے۔

معزز صدر انجمن صاحب! یہ امور جو میں نے ابھی گزارش کرنے کی عزت حاصل کی ہے، وہ

امور ہیں جو ہر سالانہ رپورٹ میں عرض کیے جاتے ہیں اب میں جناب کی توجہ ان امور کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں جن کا تعلق صرف سال زیر رپورٹ کے ساتھ ہے اور میں یقین کرتا ہوں کہ ان سے مدرسہ کے استحکام کو قیمتی فائدہ پہنچے گا اور وہ ترقی کے ایک دوسرے زینہ پر قدم رکھے گا۔

ڈبیٹنگ کلب:

یہ کلب پانچ مہینے سے جاری ہے۔ اس میں مدرسہ کے تمام طالب علم شریک ہوتے ہیں اور طب کے مسائل پر بحث کرتے ہیں۔ مدرسہ میں کئی طالب علم ایسے پائے جاتے ہیں جو اس تھوڑے زمانہ میں اس قابل ہو گئے ہیں کہ کھڑے ہو کر آزادی کے ساتھ طب کے مسائل پر دو دو تین گھنٹے تک لکچر دے سکیں۔ سال زیر رپورٹ میں ۷ مختلف مسائل پر بحث ہوئی بحث ختم ہونے کے بعد جو طلبہ موجود تھے ان سے رائے لی گئی اور عام قاعدہ کے مطابق کثرت رائے پر فیصلہ ہوا۔ اس طریقہ سے امید ہے کہ مدرسہ طبیہ کے طالب علموں کو دماغی فائدہ پہنچے گا اور وہ مدرسہ سے نکل کر اس قابل ہوں گے کہ اپنے دلی خیالات کو جو طب کے متعلق رکھتے ہوں آزادی کے ساتھ پبلک کے سامنے بیان کر سکیں۔ اس کے علاوہ باہمی خیالات کے تبادلہ سے بحث کرنے والوں اور سننے والوں کو بھی بہت کچھ نفع پہنچنے کی توقع ہے۔

مدرسہ کے مفید نتائج:

سال زیر رپورٹ میں خاص طور پر یہ انتظام کیا گیا ہے کہ اس ہر ایک طالب علم سے جو مدرسہ کی سند حاصل کر کے باہر گیا ہو خط و کتابت کے ذریعہ سے اس کی آمدنی اور ان بیماروں کی تعداد جن کا اس نے علاج کیا ہو ہر سال دریافت کی جائے تاکہ مدرسہ طبیہ کے دفتر میں ان طالب علموں کی خط و کتابت محفوظ رکھی جائے اور ضرورت کے وقت آسانی کے ساتھ اس سے مفید واقفیت حاصل ہو سکے۔

عالی جناب صدر انجمن صاحب! مدرسہ طبیہ سے جتنے طالب علم اب تک سندیں حاصل کر کے گئے ہیں ان کی تعداد ۸۰ ر ہے۔ ان طالب علموں سے سال زیر رپورٹ میں خط و کتابت کی گئی ہے، لیکن افسوس ہے کہ ۱۶ ر طالب علموں نے کوئی جواب نہیں دیا اور دو کا انتقال ہو گیا۔ باقی ۶۲ ر طالب علموں کے جوابات آئے جن سے یہ بات معلوم ہوئی کہ ۳۸ ر طالب علم طبیب ہونے کی حیثیت سے ملازم ہیں یا بطور خود مطب کرتے ہیں اور ان طالب علموں کو جو سال گزشتہ میں آمدنی ہوئی اس کا مجموعہ

۲۲/ہزار۸/سو ہوتا ہے اس کے علاوہ خاص طور پر قابل ذکر یہ بات ہے کہ ان طبیبوں میں سے حکیم امتیاز الدین ایک ہزار ۸/سو روپے سالانہ کے ملازم ریاست حیدرآباد میں ہیں اور وہاں یونانی شفاخانوں کے نائب منصرم ہیں۔ دوسرے حکیم بشیر الدین دہلوی ہیں جو سالار جنگ مرحوم کی ڈیوڑھی پر سو روپے ماہوار کے ملازم ہیں۔ تیسرے حکیم چراغ الدین ہیں جو ریاست جموں میں پلیگ ڈیوٹی پر مقرر ہیں، چوتھے حکیم محمد اعظم ہیں جو جام صاحب کی ریاست لس بیلہ میں ساٹھ روپے ماہوار کے ملازم ہیں۔ پانچویں حکیم رضی الحسن ہیں جو ریاست لوہارو کے طبیب ہیں، انہیں طبیبوں میں سے ایک طبیب جن کا نام علاء الدین ہے مکہ شریف میں مطب کرتے ہیں اور اُن کی آمدنی ایک ہزار دوسو روپے سالانہ ہے، ان ۳۸/طالب علموں کے علاوہ ۶/طالب علم بغیر کسی فیس اور اجرت کے مطب کرتے ہیں اور ۴/طالب علم وہ ہیں جنہوں نے سند حاصل کرنے کے بعد اس سے کوئی فائدہ نہیں اٹھایا بلکہ دوسرے صیغوں میں ملازمت کرلی اور ۳/وہ طالب علم ہیں جنہوں نے دوسرے صیغوں میں ملازمت کرلی ہے مگر بغیر فیس کے وقت پر مطب بھی کرتے ہیں۔

معزز صدر انجمن صاحب! یہ مختصر حالت اُن طالب علموں کی ہے جو اب تک مدرسہ سے سند پا کر گئے ہیں، ان کے حالات سننے کے بعد اس بات کا اندازہ کرنا کچھ مشکل نہیں ہے کہ اس مدرسہ طبیہ سے کس قدر قیمتی فائدہ اب تک پہنچ چکا ہے اور آئندہ کہاں تک فائدہ پہنچنے کی امید ہے، اگر میں اسی سلسلہ میں بریلی کے ایک طالب علم کا حال گزارش کروں تو غالباً دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔ بریلی کی میونسپلٹی میں ایک طبیب کی ضرورت تھی جس کے لیے سکریٹری صاحب میونسپل کمیٹی بریلی کے پاس ۶ درخواستیں یونانی طبیبوں کی آئیں ان درخواست دینے والوں میں ایک مدرسہ طبیہ کا سند یافتہ طالب علم بھی تھا جس نے مدرسہ طبیہ کی جماعت ڈاکٹری میں بھی امتحان دیا تھا۔ وہاں یہ تجویز کی گئی کہ سول سرجن صاحب امتحان لینے کے بعد ایک طبیب کو منتخب کرلیں۔ سول سرجن صاحب نے تمام طبیبوں کا امتحان لیا اور مدرسہ طبیہ کے طالب علم کے واسطے رپورٹ کرتے ہوئے لکھا کہ یہ طبیب سب طبیبوں سے زیادہ ہوشیار ہے۔

حاذق الملک میموریل فنڈ:

حاذق الملک مرحوم و مغفور کی تعزیت کے لیے معززین اہل شہر کا ایک جلسہ زیر صدارت عالی

جناب صاحب ڈپٹی کمشنر بہار منعقد ہوا تھا جس میں علاوہ اور رزولیوشنوں کے ایک یہ رزولیوشن بھی پاس ہوا تھا کہ مرحوم کی یادگار میں مدرسہ طبیہ کے لیے عالی شان عمارت بنائی جائے اور اس کے سرمایہ کو مستحکم کیا جائے اور اس غرض کے لیے کم سے کم ایک لاکھ روپیہ فراہم کیا جائے۔ میموریل فنڈ کی کوششوں کو شہر اور بیرونجات پر تقسیم کر کے بیرونجات کے لیے حکیم محمد اجمل خاں صاحب کو مقرر کیا گیا جو برابر کوشش کر رہے ہیں۔ ان کی کوشش سے امید ہے کہ ایک نہ ایک روز یہ رقم فراہم ہو جائے گی۔ ان کی رپورٹ سے معلوم ہوا ہے کہ اب تک علی گڑھ، امروہہ، مراد آباد، سہارنپور، آگرہ، میرٹھ میں تحریک ہوئی ہے، اور شہروں کے لیے برابر کوشش جاری ہے۔ اب تک جو چندہ لکھا گیا ہے اُس کی مجموعی تعداد شہر اور بیرونجات میں قریب قریب بیس ہزار کے پہنچ گئی ہے۔ امید ہے کہ اس فنڈ سے مدرسہ کی بنیادیں مستحکم ہو جائیں گی۔ مجھے اس بات پر بھروسہ ہے کہ ایسے مفید کام کے لیے جو کوششیں کی جائیں گی ان میں کامیابی ہوگی اور ملک کے ہمدرد ہندو مسلمان ایسی کوششوں کے پورا کرنے میں ہر طرح سے مدد دیں گے۔

تعلیم کی سب کمیٹی:

چونکہ تعلیم کے متعلق خاص ضرورتیں اکثر پیدا ہوتی رہتی تھیں اس لیے اس سال یہ بھی مناسب معلوم ہوا کہ تعلیم کی ضرورتوں پر غور کرنے کے لیے ایک سب کمیٹی مقرر کی جائے، جو واقع ہونے والی ضرورتوں پر وقتاً فوقتاً غور کر کے اپنی رپورٹ مدرسہ کی کمیٹی کے سامنے پیش کرتی رہے۔ اس سب کمیٹی کے ممبر مدرسہ کے تمام استاد اور حکیم محمد اجمل خاں صاحب، حکیم احمد سعید خاں صاحب اور حکیم قاسم علی خان صاحب ہیں۔

شکریہ:

آخر میں میں نہایت ادب کے ساتھ ممبرانِ انجمن اور حاضرینِ جلسہ کی طرف سے دلی احسان مندی کے ساتھ معزز صدر انجمن صاحب کی تشریف آوری اور جناب صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر کی شرکت کا تہِ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں کہ ان کی توجہ کے سایہ میں مدرسہ طبیہ روز افزوں ترقی کرتا رہے گا اور نیز مولوی محمد عبدالاحد صاحب مالک مطبع مجتبائی دہلی کا شکر گزار ہوں کہ انہوں نے اسی وقت چند کتابیں برائے عطائے انعام طلبہ مدرسہ کو عنایت فرمائیں۔

اسپیچ جناب شمس العلماء مولوی نذیر احمد خاں صاحب ایل ایل ڈی

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

جناب صدر انجمن۔ مجھ کو اس مدرسہ طبیہ سے جس کے سالانہ جلسے کے لیے ہم لوگ جمع ہیں کئی طرح کا تعلق ہے۔ سب سے پہلا مگر سب میں ضعیف تعلق تو ممبری کا ہے کہ حاذق الملک مرحوم خدا جانے کب سے اپنے دل ہی دل میں اس کے اجراء کا منصوبہ سوچ رہے تھے آخر کار مدتوں کے غور وفکر کے بعد جب انہوں نے مصمم ارادہ کرلیا تو اپنے چند احباب کو جنہیں وہ اس مذاق کا سمجھتے تھے جمع کر کے استصواباً ان پر اپنا ارادہ ظاہر کیا۔ اُس صلاح میں یہ عاجز بھی تھا۔ یعنی میں اُس وقت سے اس مدرسے کی کمیٹی کا ممبر ہوں جب اس کے اجراء کی تجویز قرار پائی تھی اور ابھی اس کا کہیں نام ونشان بھی نہ تھا تو یہ بڑا پرانا تعلق ہوا۔ بایں ہمہ میں نے اس کو ضعیف بتایا۔ اس لیے کہ مدرسے کے جاری ہوئے پیچھے میں بہت ہی کم کمیٹی کے اجلاسوں میں شریک ہوا ہوں بلکہ میں کہہ سکتا ہوں کہ نہیں ہوا۔ نہ اس وجہ سے کہ میں اس مدرسے کو نظر استحسان سے نہیں دیکھتا اس کو پسند نہیں کرتا اس کو مفید نہیں سمجھتا۔ نہیں۔ بلکہ اس وجہ سے اور صرف اسی وجہ سے کہ میں طب کے کوچے سے یونانی ہو یا انگریزی نابلد محض ہوں اور تعلیم طب کے متعلق میں کوئی مفید رائے دے نہیں سکتا۔ تو اگر میں مدرسہ طبیہ کی کمیٹی کا ممبر تھا اور ہوں تو ویسا ہی ممبر جیسے مسجدوں اور امام باڑوں میں ہوتے ہیں ؏

باکارم و بیکارم چوں مد بحساب اندر

بیکار ہونا تو ظاہر ہے کہ کمیٹی میں بولنے بات کرنے کے قابل نہیں اور باکار اس لیے کہ ممبروں کی فہرست میں ایک نام زیادہ دکھائی دیتا ہے۔ دوسرا تعلق جو پہلے تعلق سے کسی قدر قوی تر ہے، یہ ہے کہ میں شروع سے اس مدرسے کے سالانہ جلسوں کا لکچرار رہا ہوں۔ کچھ اسی مدرسے پر موقوف نہیں جہاں کہیں بھی کوئی ایسی تقریب ہوتی ہے وہ جو کہتے ہیں شہر میں اونٹ بدنام مجھے لکچر دینے کے لیے کھینچ لے جاتے ہیں اور میں بھی مناسب وقت نظم نثر رطب یابس جیسا کچھ بن پڑتا ہے کہہ گزرتا ہوں اور

تعجب یہ ہے کہ اکثر لوگ سن کر خوش بھی ہوتے ہیں۔ مجھے یاد نہیں کہ میں نے مدرسہ طبیہ کا سالانہ لکچر کبھی ناغہ کیا ہو۔ ابھی مدرسہ طبیہ کے ساتھ میرے تعلقات کا سلسلہ ختم نہیں ہوا میں وجوہ تعلق کے گنوانے میں ضعیف سے قوی کی طرف کو چل رہا ہوں، تیسرا تعلق جس کا ذکر کرتے ہوئے میرا دل بیٹھا جاتا ہے اور جس کے خیال سے میرا ارادہ ہرگز شریک جلسہ ہونے کا نہ تھا یہ ہے کہ یہ مدرسہ میرے معزز اور محترم دوست اور عامۂ خلائق کے محسن اور خیر الناس من ینفع الناس حاذق الملک کی باقیات الصالحات اور ان کے شوق مفرط اور ان کی شیفتگی اور دل بستگی کی چیز ہے۔ جہاں تک مجھے معلوم ہے اور نہ صرف مجھے معلوم ہے کہ بلکہ غالباً مرحوم کے تمام عزیزوں اور دوستوں کو اور جان پہچان والوں کو معلوم ہے کہ یہ مدرسہ مرحوم کو تمام ساز و سامان یہاں تک کہ اپنی اولاد سے بھی زیادہ عزیز تھا۔ نہ اس وجہ سے کہ طب ان کا موروثی پیشہ تھا، ان کی حشمت، ان کی شہرت، ان کی مقبولیت اسی پیشے پر متفرع تھی۔ اگر ایسا ہوتا تو وہ ایک خودغرض مقلد سے زیادہ مدح کے مستحق نہ ہوتے مگر یہ مدرسہ ان کو اس وجہ سے عزیز تھا کہ انہوں نے ایک عمر کے تجربے ایک عمر کے مطالعے سے مجتہدانہ یہ رائے قائم کی تھی کہ طب یونانی جو انگریزی طب کے مقابلے میں اس قدر کس مپرس اور بے اعتبار ہوگئی ہے اور ہوتی جاتی ہے، یہ ایک ظلم ہے جو بے جانے بوجھے لوگوں کی طرف سے طب یونانی پر ہو رہا ہے ورنہ طب یونانی کے اصول نہایت مستحکم بنیاد پر مبنی ہیں اور یونانی علاج ملکی آب و ہوا ملکی پیداوار، ملکی مراسم و عادات کے لحاظ سے اب بھی ویسا ہی مفید اور کامیاب ثابت ہوتا ہے جیسا طب انگریزی کے شیوع سے پہلے تھا۔ باوجودے کہ حاذق الملک مرحوم انگریزی نہیں پڑھے تھے مگر خدا جانے مصری اور رومی کتابوں سے یا ڈاکٹروں کی زبانی گفتگو سے انہوں نے انگریزی طب سے اچھی خاصی آگہی پیدا کرلی تھی اور وہ طب یونانی کی کمی اور کوتاہی اور طب انگریزی کی مزیہ اور فضیلہ کو خوب سمجھے ہوئے تھے اور چونکہ طبیعت انصاف پسند تھی، حوصلہ وسیع اور ہمت بلند اس مدرسے کے جاری کرنے سے ان کا اصلی مقصود یہ تھا کہ جتنی قسم کی طبابتیں دنیا میں مروج ہیں خذ ما صفا و دع ما کدر متاع نیک ہر دکان کہ باشد کے اصول پر ساری طبابتوں کا لب لباب ایک نئی طب بنا کر اس کو رواج دیا جائے خاکہ طب یونانی کا ہو اور خد و خال ویدک کے اور انگریزی کے۔ ابھی سے مرحوم مدرسے کو اسی ڈھڑے پر لا چلے تھے اور انگریزی تشریح داخل درس کردی گئی تھی اور وہ اپنی ڈھن کے ایسے پکے تھے کہ زندہ رہتے تو بہت کچھ کر گزرتے مگر ملک و قوم کی

بدقسمتی سے اُن کو بے وقت موت نے مہلت نہ دی لیکن پھر بھی جو کچھ کیا اور جتنا کچھ بھی کیا مدرسے کی عمر کے لحاظ سے بہت کچھ تحسین و آفرین کے لائق ہے۔ طب یونانی کی تاریخ میں یہ پہلا واقعہ ہے کہ اس کی تعلیم جماعت بندی کے ساتھ باقاعدہ ہوتی ہے، سالانہ امتحان ہوتے ہیں پانچ برس کا کورس ہے فارغ التحصیل طلبہ سے مطب کرایا جاتا ہے اور جب اچھی طرح ٹھوک بجا کر دیکھ لیا جاتا ہے کہ طالب علم ٹکسالی طبیب ہو گیا تب اس کو سند دی جاتی ہے، تو اس سند کی عزت بھی ایسی ہوتی ہے کہ لوگ طبیہ مدرسے کے نام سن کر بے تامل اپنی تندرستی اور اپنی جان اُس کے حوالے کر دیتے ہیں اور تھوڑے ہی دن کے تجربے سے ان پر ظاہر ہو جاتا ہے کہ انہوں نے اعتماد میں غلطی نہیں کی۔ کچھ خیال ہے کہ میں مدرسہ طبیہ کے ساتھ اپنے تعلق گنوا رہا ہوں تو دی لاسٹ ڈوناٹ دی لیسٹ یعنی آخری تعلق مگر قوت میں قوی سے قوی کا ہم پلہ یہ ہے کہ میں باوجودے کہ طب انگریزی اور یونانی دونوں سے ناواقف ہوں اور مجھ کو کوئی حق نہیں کہ ایک کو راجح اور دوسری کو مرجوح قرار دوں بلکہ میری طبیعت کا رجحان اگر ہے تو انگریزی طبابت کی طرف ہے اس لیے کہ ان کی دواؤں کو قلیل المقدار کثیر المنفعت قوی الاثر اور سریع العمل پاتا ہوں اور سب سے بڑی بات تو یہ ہے کہ یونانی کی ترقی مدتوں سے رُکی ہوئی ہے اور اُس پر کوئی جدید اضافہ نہیں ہوتا اور ہوتا بھی ہوگا تو اطبا اس کے ظاہر کرنے اور بتانے میں بخل و مضائقہ کرتے ہیں، غرض طب یونانی جہاں تھی وہاں کی وہیں ہے اور انگریزوں کا حال یہ ہے کہ کسی شان میں اور کسی وقت تحقیق و تلاش سے فارغ نہیں پس طب کو اگر استعارۃً درخت سمجھیں تو یونانی درخت کہنہ اور کھوکلا اور ٹھٹرا ہوا ہے اور انگریزی پودھا ہے کہ تر و تازہ و شاداب بڑھتا چلا جا رہا ہے بایں ہمہ طب یونانی کے حق میں اور طب انگریزی کے خلاف ایک عقلی دلیل ہے جس کا جواب ابھی تک تو مجھے سوجھا نہیں اور نہ کسی نے مجھ کو سمجھایا وہ یہ کہ آب و ہوا کو غذا کو لباس کو لوگوں کی عادت کو ان کی ماند و بود کو ان کے طرز تمدن کو غرض خصائص مقامی اور نوعی کو طب میں بہت بڑا دخل ہے یورپ اور امریکا تو رہے بجائے خود ہم تو اسی ایک ہندوستان میں دیکھتے ہیں کہ ایک غذا یا دوا تر کے پہاڑی علاقوں میں مفید یا مضر ہے اور دکن میں بالکل اس کا عکس۔ پس انگریزی دوا میں انگریزی علاج میں ایک ظاہری نقص تو یہ ہے کہ اس کو ہندوستان اور باشندگان ہندوستان کی حالت کے مناسب نہیں بنایا گیا اور جہاں تک مجھ کو علم ہے بنانے کی کوشش بھی نہیں کی جاتی اور بنانا اور بنانے کی کوشش کرنا ایسا کیا آسان کام ہے سرکار بائیں ہاتھ سے ہندوستان کا

محاصل یا اس کا جزو کثیر اسی کام کے لیے وقف کر دے تب اس کا بیڑا اٹھائے اپنی اپنی دھن میں سر سید مرحوم نے علی گڑھ کالج میں اور حاذق الملک نے مدرسہ طبیہ میں ان مشکلات پر نظر نہیں کی جو ان کو اپنے مقاصد کے پورا کرنے میں پیش آنے والے تھے حبک الشی یعمی و یصم ورنہ ایسے بڑے کام پر ہاتھ ہی نہ ڈالتے۔ مگر عربی مثل ہے مالا یدرک کلہ لایترک کلہ ع گندم اگر بہم نہ رسد جو غنیمت است، قوم پہنچے گی تو اسی صورت سے پہنچے گی کہ جو بوجھ اُس کے سر پڑا ہے، مردانگی کے ساتھ اٹھائے اور کسی کا سہارا نہ ڈھونڈے اور گورنمنٹ کے سوائے سہارا دینے والا ہے بھی کون، سو گورنمنٹ کو یہی تو ایک کام نہیں یک سر و ہزار سودا اس پر بھی گورنمنٹ اور اس کے حکام نے اس لائن میں جو کچھ کیا اور جو کچھ کر رہے ہیں اس کا عشر عشیر بھی کسی نے نہیں کیا۔ اب یہی طبیہ مدرسہ ہے اس کو میونسپلٹی سے جو سو روپیہ ماہوار ملتا ہے وہ گورنمنٹ کا عطیہ نہیں تو کس کا ہے پھر برس کے برس حکام وقت صاحب کمشنر بہادر اور صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر نہایت کشادہ دلی کے ساتھ شریک جلسہ ہوتے اور اپنا وقت عزیز صرف کرتے ہیں، یہ کیا کچھ تھوڑی سر پرستی ہے لیکن۔

بوجھ وہ سر پہ پڑا ہے کہ اُٹھائے نہ اُٹھے بات بگڑی ہے کچھ ایسی کہ بنائے نہ بنے

قومی کام ہے اور قوم ہی کے کرنے کا ہے قسو قوم تو کچھ کرتی کراتی نہیں رہی گورنمنٹ وہ بہت کچھ کرتی ہے مگر یک انار و صد بیمار کیا کیا کرے اور کس کس کے لیے کرے نتیجہ یہ ہے اور اس کے سوائے ہونا بھی کیا تھا کہ چڑیا بیچاری جان سے گئی اور کھانے والوں کو مزہ نہ ملا اب یہی طبیہ مدرسہ کے سو روپے مدرسے کی ضرورتوں پر نظر کرتے سو روپلی ہیں اونٹ کے منہ میں زیرہ، آٹے میں نمک، پیاسے کے لیے اُوس۔ صاحب کمشنر اور صاحب ڈپٹی کمشنر دونوں موجود ہیں یہی کچھ تدبیر نکالیں کہ خواجہ خود روش بندہ پروری داند۔ لارڈ کرزن کا عہد حکومت کمیشنوں کے لیے یاد رہے گا تعلیم کی کمیشن ریل کی کمیشن آب پاشی کی کمیشن اور حق بات یہ ہے کہ لارڈ کرزن جیسا بولنے والا جفاکش جزرس بیدار مغز اور ضابط وائسرائے کوئی آیا بھی نہیں۔ ناممکن ہے کہ ہندوستان کی طبی ضرورت ان سے مخفی رہی ہو پس کچھ ایسی ہی مجبوری ہے کہ لارڈ کرزن نے اس مسئلے کو چھیڑا تک نہیں اور ہم لوگ باشندگانِ ہندوستان بالکل بے آسرے بے سہارے اپنی خوشی جی رہے ہیں طب یونانی فی نفسہ یا طب انگریزی کے مقابلے میں ناقص کامل غلط یا صحیح کیسی بھی ہو میں اس مدرسہ طبیہ کو اس وجہ سے بھی عزیز رکھتا ہوں اور اس کے بھی

خواہوں میں ہوں کہ ابھی تک بھی لوگوں کو کثرت سے اس کا گرویدہ پاتا ہوں اور یہ گرویدگی محض تقلیدی گرویدگی نہیں اور ہو بھی نہیں سکتی کیونکہ کوئی شخص اپنی جان کو دوسروں کی دیکھا دیکھی خطرہ میں نہیں ڈال سکتا پس ہو نہ ہو یہ گرویدگی جو لوگوں کو طب یونانی کے ساتھ چلی جاتی ہے متفرع ہے متواتر تجربے پر جو بجائے خود قوی دلیل طب یونانی کی صحت کی ہے اور ایک بڑی بات یہ ہے کہ اصل میں طبیعت مدبر بدن ہے یعنی ہر فرد بشر کے ساتھ ایک خدائی طبیب تعینات ہے جو ہر ایک طرح کے سوء مزاج کا معالج ہے وہ کیا ہے خود مریض کی طبیعت اب رہے طبیب ان کا کام ہے طبیعت کی تقویت اور اسی اصول پر گنڈے تعویذ ٹونے ٹوٹکے جھاڑ پھونک منتر اکثر اوقات باثر ثابت ہوئے ہیں پس طب یونانی اس کے معتقدوں کے حق میں بدرجۂ اولیٰ۔ یہ ہے وہ راز جو طب یونانی کو سنبھالے ہوئے ہے اور طب انگریزی کتنا ہی زور مارے یہی راز طب یونانی کو مغلوب نہیں ہونے دے گا۔ غرض لوگ کثرت سے طب یونانی کے گرویدہ اور حاجتمند ہیں اور یہ مدرسہ طبیہ کے طالب العلموں کے حق میں فال نیک ہے، ملک ان کا حاجت مند ہے اور بلا مبالغہ ہزاروں طبیبوں کی کھپت ہے۔ طبابت بڑا شریف اور معزز پیشہ ہے اور سرکاری نوکری کے مقابلے میں جس کے لیے بڑا دردسر اٹھانا پڑتا ہے، تحصیل معاش کا بہتر اور آسان اور متیقن ذریعہ ہے۔ پس یہ مدرسہ مفید ہے عموماً کافۂ انام کے حق میں اور خصوصاً اُن لوگوں کے حق میں جو فن طب کو ذریعۂ معاش گردانا چاہیں۔ یہ ہیں وہ چند خیال جن کے تقاضے سے میں ہر سالانہ جلسے میں آموجود ہوتا ہوں اور امسال جو مجھ کو تامل تھا تو صرف اس وجہ سے تھا کہ جلسہ تو شاید پہلے جلسوں سے بھی زیادہ بارونق ہو چنانچہ ہے بھی مگر یہ کن آنکھوں سے دیکھا جائے گا کہ مدرسے کے مدرس بھی ہیں طالب علم بھی ہیں، حکام بھی ہیں، شہر کے رؤسا اور عمائد بھی ہیں تمغے اور انعامی کتابیں بھی ہیں، سبھی کچھ ہے نہیں تو وہ حاذق الملک کی ایک متبسم صورت جس نے اتنے بڑے دلی شہر کو بلکہ ایک عالم کو اپنا مفتون کر رکھا تھا۔ اس خیال کے ساتھ میرا ایک قدم مدرسے کی طرف گو نہیں اٹھتا تھا پھر میں نے سوچا کہ یہ تو انتظام الٰہی ہے دنیا اسی طرح پر چلی آئی ہے اور جب تک خدا کو منظور ہے اسی طرح پر چلی جائے گی۔

بذاقضت الایام ما بین اھلھا　　　مصائب قوم عند قوم فوائد

اگر لفظ قوم کی جگہ شخص کہہ دو تو بھی نہ وزن شعر بگڑتا ہے اور نہ مطلب میں کچھ فرق آتا ہے۔

بڑے نہ مریں تو چھوٹے کیونکر بڑے ہوں کبر نی موت الکبراء ملکہ معظمہ جن کا ایک جہاں ماتم کر رہا ہے اور مدتوں کیا کرے گا رہ گرائے عالم بقا ہوئیں تو ہمارے پرنس آف ویلز شاہنشاہ عالم پناہ ایڈورڈ ہفتم ہوئے یہ ایک قدم آگے کے سرکے تو ڈیوک آف یارک منصب پرنس آف ویلز پر متمکن ہوئے اسی طرح حکیم محمود خاں مرحوم و مغفور نے حاذق الملک کے لیے جگہ خالی کی اور حاذق الملک نے ہر دل عزیز حکیم واصل خاں کے لیے۔

نخواہد این چمن از سرو ولالہ خالی ماند   یکے ہمے رود و دیگرے ہمے آید

عمر کی بڑائی چھٹائی کے اعتبار سے حکیم واصل خاں صاحب کو حاذق الملک کا جانشین کہہ لو ورنہ حاذق الملک اور واصل خاں اور اجمل خاں تینوں بھائی معاصر یکدگر اور ایک ہی شاہ نہر کے رجبے ہیں۔

●●●

ترجمہ تقریر جناب صاحب کمشنر بہادر دہلی

بموجب پروگرام مجوزہ کے میں ان تجاویز کے ختم کرنے کے واسطے کھڑا ہوتا ہوں اور اس واسطے میں آپ صاحبوں کو زیادہ ٹھیرانا نہیں چاہتا۔

فی الحقیقت یہ پہلا ہی موقع ہے کہ مجھ کو دہلی کے باشندوں کے عام جلسہ میں شامل ہونے کا اتفاق ہوا ہے میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ مجھ کو اس میں شامل ہونے سے نہایت خوشی حاصل ہوئی یعنی یہی ایک بڑی بات ہے جو میں اس موقع پر پیش کرتا ہوں اور اس بات سے کہ میرے گرد اس عظیم الشان شہر کے نہایت ہی مفید کام کے واسطے منتخب اشخاص موجود ہیں۔

اولاً مجھ کو یقین ہے کہ میں ان سب لوگوں کے خیالات کو جو یہاں آج جمع ہیں ظاہر کرتا ہوں۔ جب کہ میں یہ بیان کروں کہ ہم کو ان نہایت فصیح تقریروں کے سننے سے جو کہ محسن الملک نواب مہدی علی خاں صاحب اور شمس العلماء مولوی نذیر احمد صاحب نے کیں، خوشی کا موقع حاصل ہوا۔

میں امید کرتا ہوں کہ مجھ کو حاضرین کی طرف سے مبارکبادی اور شکریہ ادا کرنے کی اجازت دیں گے نسبت مختلف تجاویز پیش کردہ لکچرار مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان کو برائے غور کمیٹی کے چھوڑ دوں وہ بخوبی قابل غور ہیں۔

جو کچھ تم نے سکریٹری اور ان کے بعد تقریر کرنے والوں سے سنا اس کے بعد یہ شک باقی نہیں رہے گا کہ مجھ کو مدرسہ طبیہ کی تاریخ منشا و اغراض کے متعلق زیادہ بیان کرنا ضروری ہو۔

مجھ کو معلوم ہے کہ تقریباً تیرہ سال کا عرصہ ہوا جب یہ مدرسہ بحمایت کلارک صاحب بہادر جن کا حکومت کا زمانہ دہلی میں نہایت محبت کے ساتھ یادگار ہے قائم ہوا تھا۔ صاحب موصوف کے جانشین اس مدرسہ کی سرکاری طور پر امداد کرتے رہے اور سہارا دیتے رہے۔ مدرسہ قائم ہونے کے زمانہ سے اس وقت تک اس کے بانی کے اور ان لوگوں کے جو اس میں شریک تھے فیاضانہ خیالات کے پورا

کرنے میں اس مدرسہ نے بہت کچھ کام کیا اور چند حکیم ایسے مہیا کیے جو خاص کر ایسی ادویات کے استعمال سے واقف ہوں جن کو ملک کا بڑا حصہ پسند کرتا ہو۔

سکریٹری صاحب کی رپورٹ سے ظاہر ہوتا ہے کہ مدرسہ کی حالت بہت اچھی ہے۔

اور اب میں ان موجودہ طلبا سے مخاطب ہوتا ہوں جو تعلیم سے فارغ ہو چکے ہیں اور جو ابھی تک تعلیم پا رہے ہیں۔ میں یہ بات دل سے کہتا ہوں کہ یہ پیشہ جو انہوں نے پسند کیا ہے اپنی تمام شاخوں میں نہایت بڑا اور نہایت ضروری ہے جس کا حاصل کرنا کسی انسان کے حصہ میں آسکتا ہے۔

اس سے بہتر کونسا مقصد انسان پیش نظر رکھ سکتا ہے کہ اس شفا بخشنے والے ہنر کو جس میں بے انتہا موقع مصیبت اور تکلیف کے دور کرنے کے حاصل ہونے کام میں لائے۔

وہ لوگ جو فارغ التحصیل ہو چکے ہیں اور اب مدرسہ سے علیحدہ ہونے والے ہیں میں ایک امید ظاہر کرتا ہوں کہ تم اپنے تئیں اس پیشہ کے لائق ثابت کرو گے جو کہ تم نے پسند کیا ہے اور اس مدرسہ کے جس میں تم نے تعلیم پائی ہے باعث فخر ہو گے۔

آخر میں میں ایک مضمون کا ذکر کرتا ہوں جو آج تمام حاضرین جلسہ کے دل میں جاگزیں ہوگا، اس سے پہلے چند متکلمین نے پسندیدہ زبان میں بیان کیا ہے لیکن میں بھی اس میں اپنی طرف سے کچھ ایزاد کرنا چاہتا ہوں۔

میں اس نقصان عظیم کی طرف اشارہ کرتا ہوں جو اس شہر نے ایک نہایت لائق اور معزز شخص کے انتقال کے سبب اٹھایا اور وہ اس مدرسہ کے بانی حاذق الملک حکیم عبدالمجید خاں تھے۔

میں اس قدر خوش قسمت نہ تھا جو میری ایسے شریف مرحوم سے ذاتی واقفیت ہوتی کیونکہ میرے آنے سے کچھ عرصہ پہلے آپ کا انتقال ہو گیا۔

لیکن میں نے ان کی لیاقت اور اعلیٰ قدر کو جس کو ہر فرقے کے آدمی مانتے تھے اور اس امر کی صداقت میں نے ہر پہلو سے حاصل کی ہے۔

مجھے خوب یاد ہے کہ مسٹر فینشا جو مجھ سے قبل کمشنر تھے اس قسمت کے انتظام کے مختلف معاملات پر گفتگو کر رہے تھے نہایت خصوصیت اور نہایت افسوس کے ساتھ اس نقصان کا اظہار کیا جو حکیم صاحب کی وفات کے سبب گورنمنٹ اور رعایا کو یکساں اٹھانا پڑا۔

میں امید کرتا ہوں کہ یہ مدرسہ وہ درخت ہے جس کو انہوں نے ایسی احتیاط اور خلوص سے لگایا

اور پرورش کی، سرسبز اور ترقی پاتا رہے گا اور ہمیشہ اپنے بانی کے فیاضانہ اور اعلیٰ مقصد کا دائمی نمونہ رہے گا۔

فہرست تقسیم انعام طلبہ کامیاب شدہ امتحان سالانہ مدرسہ طبیہ دہلی

باب سال دوازدہم ۱۷-۱۳۱۸ھ

جماعت اول مدرسہ طبیہ دہلی

نمبر شمار	نام طلبہ	سکونت	نمبر مقررہ	نمبر حاصلہ	درجہ کامیابی	تفصیل انعام	کیفیت
۱	محمد الیاس خاں	سہاور ضلع ایٹہ	۶۰۰	۵۳۳	اول	تمغہ نقرہ منجانب شمس العلماء منشی محمد ذکاء اللہ صاحب وسند منجانب مدرسہ	کامیاب سال گزشتہ
۲	محمد ابراہیم	سنبھل	″	۴۵۳	دوم	تمغہ نقرہ منجانب صاحبزادہ محمد عبدالصمد خاں صاحب بہادر پرائیویٹ سکریٹری ریاست رامپور وسند بشرح صدر	
۳	سید بدرالہدیٰ	فتح پور ہسوہ	″	۴۴۳	″	تمغہ نقرہ منجانب منشی عبدالغفور خاں صاحب مدارالمہام ریاست رامپور	
۴	عبدالحمید	شیر کوٹ	″	۴۲۷	″	بشرح صدر	انتقال ہوگیا
۵	محمد عارف	پشاور	″	۴۰۸	″	تمغہ نقرہ منجانب حافظ حکیم محمد اجمل خاں صاحب وسند منجانب مدرسہ	
۶	مولوی عبدالسلام	غزنی	″	۴۰۳	″	تمغہ نقرہ منجانب محمد عبدالغفور خاں صاحب مدارالمہام ریاست رامپور وسند بشرح صدر	
۷	مولوی محمد حنیف	میرٹھ	″	۳۲۳	″	تمغہ طلائی منجانب روساء شہر میرٹھ وسند منجانب مدرسہ	

۸	فخرالاسلام	کیرانہ	"	۳۱۱	"	تمغہ نقرہ منجانب منشی محمد عبدالغفور خاں صاحب مدارالمہام ریاست رامپور	
۹	فضل حق	ضلع سہارنپور	"	۲۸۰	سوم	بشرح صدر	
۱۰	محمد عباس	میرانپور	"	۲۵۷	"	قاضی سلطان حسن صاحب رئیس بریلی	
۱۱	امیر سنگھ	دہلی	"	۲۳۹	"	تمغہ نقرہ منجانب بابو جگل کشور صاحب میونسپل کمشنر دہلی	
۱۲	مظفر علی	دہلی	"	۵۷۷	اول	- رموز اعظم	کامیاب سال حال
۱۳	امین الحق	باجوڑ	"	۴۷۸	دوم	قرابادین اعظم، حمیات	
۱۴	عبدالستار	چاٹگام	"	۴۳۳	"	قرابادین اعظم، زمرد اخضر	
۱۵	محمد ابراہیم	عظیم آباد	"	۴۰۸	"	قرابادین اعظم	
۱۶	صالح محمد	گجرات	"	۳۹۵	"	ایضاً	
۱۷	محمد علی	گوجرانوالہ	"	۳۸۲	"	کلیات قانون	
۱۸	محب النبی	جاورہ	"	۳۶۷	"	"	
۱۹	شمس الاسلام	میرٹھ	"	۳۳۶	"	معالجات نفیسی	
۲۰	بہادر شاہ	ہزارہ	"	۳۰۷	"	"	
۲۱	احمد اللہ	الہ آباد	"	۲۷۹	سوم	حمیات، زمرد اخضر	
۲۲	زین العابدین	غازی پور	"	۲۷۸	"	بحرالجواہر	
۲۳	سید احمد	فرخ آباد	"	۲۶۱	"	یاقوتی	

جماعت دوم مدرسہ طبیہ دہلی

۱	احمد علی خاں	رامپور	۴۰۰	۳۶۵	اول	کلیات حمیات	کیفیت
۲	الطاف الرحمٰن	شاہ آباد	"	۲۹۸	دوم	" شرح رباعیات یوسفی	
۳	عبدالرزاق	قرولی	"	۲۹۶	"	" میزان المزاج	

۴	ایوب حسن	سہارنپور	،	۲۷۳	،	یاقوتی	
۵	عبدالحی	مونگیر	،	۲۶۷	،	حمیات قانون، مخزن المفردات	
۶	فضل رحیم	دہلی	،	۲۵۵	،	حمیات قانون۔ زمرد اخضر	
۷	نورالدین	شاہ پور	،	۲۴۴	،	معالجات نفیسی	
۸	عبدالعزیز	جالندھر	،	۲۴۰	،	حمیات، قرابادین احسانی	
۹	محمد عالم	گجرات	،	۲۳۲	دوم	حمیات	
۱۰	غلام محمد	غازی پور	،	۲۲۹	،	،	
۱۱	عین الدین	کلکتہ	،	۲۲۸	،	،	
۱۲	حکیم محمد ہاشم علی خان	دہلی	،	۲۲۲	،	،	
۱۳	فتح خان	ضلع میرٹھ	،	۲۰۰	،	مخزن المفردات، رسالہ نبض	
۱۴	حافظ نیاز احمد	دہلی	،	۱۹۵	سیوم	کلیات	
۱۵	محمد محسن	بسی سرہند	،	۱۷۵	،	مخزن المفردات	
۱۶	علی محمد	فیروز پور	،	۱۷۳	،	،	
۱۷	فقیر محمد	کابل	،	۱۶۴	،	زمرد اخضر، قرابادین احسانی	
۱۸	عبدالوہاب	مونگیر	،	،	،	، ،	
۱۹	محمد اصغر	بسی سرہند	،	۱۶۰	،	، مفردات ناصری	
۲۰	محمد اصغر	مہم	،	۱۵۴	،	، ،	

جماعت سوم مدرسہ طبیہ دہلی

۱	سید احسان علی	چاند پور	۴۰۰	۳۳۵	اول	قرابادین اعظم	کیفیت
۲	محمد فیض اللہ	پٹنہ	،	۲۶۹	دوم	شرح اسباب، زمرد اخضر	

۳	مولوی گل محمد	کابل	،	۲۶۶	،	کلیات قانون	
۴	سید آل حسن	چاند پور	،	۲۵۹	،		
۵	محمد بشیر	دہلی	،	۲۵۴	،	نفیسی	
۶	محمد نور	پشاور	،	۲۲۹	،	حمیات، قرابادین احسانی	
۷	حافظ امیر حسن	دہلی	،	۲۲۵	،	میزان المزاج	
۸	ہر یرام	ضلع انبالہ	،	۲۱۷	،	یاقوتی، رسالہ نبض	
۹	محمد حسین	صوبہ بہار	،	۲۱۵	دوم	حمیات، رسالہ نبض	
۱۰	محمد یٰسین	ضلع پٹنہ	،	۲۱۲	،		
۱۱	محمد اسمٰعیل	دہلی	،	۱۹۷	سوم		
۱۲	محمد عمر	سکندر آباد	،	۱۹۵	،	اقصرائی	
۱۳	عزیز محمد	فتح پور ہسوہ	،	۱۹۴	،	یاقوتی	
۱۴	حافظ نذیر احمد	اوجھاری	،	۱۸۸	،		
۱۵	امیر الدین	ضلع پٹنہ	،	۱۷۶	،	اقصرائی	
۱۶	محمد ابراہیم	ضلع کرنال	،	۱۷۴	،	مخزن المفردات	
۱۷	حبیب السلام	دہلی	،	۱۶۳	،		
۱۸	عبد السلام	نجیب آباد	،	۱۴۶	،	عجالہ نافعہ	
۱۹	محمد قاسم	اجمیر	،	۱۳۷	،		
۲۰	معین الدین	ضلع پٹنہ	،	۱۳۳	،	شرح رباعیات یوسفی	

جماعت چہارم مدرسہ طبیہ دہلی

۱	محمد اسمٰعیل	مظفر پور	۱۰۰	۹۵	اول	شرح اسباب، قانونچہ، موجز	فریق اول
۲	حمید الدین	رام پور	،	۵۹	دوم	، ،	

۳	عبدالواحد	غازی پور	〃	۵۵	〃	〃 〃	
۴	محمد اسحاق	دہلی	〃	۳۷	سوم	اقصرائی، موجز کلاں	
۵	وزارت حسین	ضلع میرٹھ	〃	۳۴	〃	〃 قانونچہ کلاں	
۶	محمد جمیل	امرتسر	〃	۸۵	اول	طب اکبر، کفایہ منصوری	فریق دوم
۷	محمد خلیل	غازی پور	〃	۶۷	دوم	〃	
۸	عبدالغفور	ضلع کرنال	〃	۵۲	〃	〃	
۹	عبداللہ	ریاست پٹیالہ	〃	۵۰	دوم	طب اکبر	
۱۰	جمیل حسن	غازی پور	〃	۳۵	سوم	موجز کلاں	
۱۱	محمد حسین	ضلع مرادآباد	〃	۳۴	〃	کفایہ منصوری، مفردات ناصری	

فہرست تقسیم انعام طلبہ کامیاب شدہ امتحان سالانہ مدرسہ طبیہ دہلی

بابت سال سیزدہم ۱۸-۱۳۱۹ ہجری

۱	مظفر علی	دہلی			اول	سند منجانب مدرسہ، تمغہ نقرئی منجانب حکیم محمد اجمل خاں صاحب رئیس دہلی	فریق اول
۲	امین الحق	باجور			دوم	تمغہ منجانب منشی شوکت حسین صاحب رئیس مرادآباد	
۳	عبدالستار	راموضلع چاٹگام			〃	تمغہ نقرہ منجانب منشی مولوی محمد عبدالغفور خان صاحب مدارالمہام ریاست رامپور	
۴	محمد ابراہیم	عظیم آباد	〃		〃	تمغہ نقرہ منجانب خان بہادر منشی محمد ذکاءاللہ صاحب رئیس دہلی	
۵	صالح محمد	گجرات			〃	تمغہ نقرہ منجانب خان بہادر ڈپٹی محمد الٰہی بخش صلعب رئیس دہلی	

۶	محمد علی	گوجرانوالہ			″	تمغہ منجانب منشی میر محمود حسین صاحب دفتر ڈویژنل بورڈ	فریق دوم
۷	محب النبی	جاورہ			″	تمغہ منجانب منشی محمد کرم اللہ خان صاحب و مولوی احسان الرحمٰن خان صاحب رئیس دہلی	
۸	شمس الاسلام	میرٹھ			″	تمغہ منجانب صاحبزادہ محمود علی خانصاحب رئیس رامپور	
۹	سید بہادر شاہ	ہزارہ			″	سند منجانب مدرسہ وتمغہ نقرہ منجانب صاحبزادہ پیارے صاحب	
۱۰	احمد اللہ	قصبہ پھولپور الہ آباد			″	سند منجانب مدرسہ وتمغہ نقرئی منجانب حکیم محمد واصل خان صاحب رئیس دہلی، سکریٹری مدرسہ طبیہ	
۱۱	سید احمد	فرخ آباد				سند منجانب مدرسہ وتمغہ منشی شیر زمان خان صاحب رئیس رامپور	
۱۲	نعمت اللہ	الہ آباد				سند منجانب مدرسہ و تمغہ نقرئی منجانب صاحبزادہ عبدالسلام خان صاحب جج اوناؤ	
۱۳	حشمت علی	ضلع میرٹھ				سند منجانب مدرسہ و تمغہ نقرئی منجانب مولوی مشیت اللہ صاحب رئیس رامپور	
۱۴	محمد فضل رحیم	دہلی	۶۰۰	۳۶۹	دوم	قرابادین کبیر ہر دو جلد	
۱۵	احمد علی خان	رامپور	″	۳۵۰	″	رکن اعظم، رموز اعظم جلد دوم	
۱۶	الطاف الرحمٰن	شاہ آباد	″	۳۴۵	″	ایضاً	
۱۷	عبدالرزاق	قرولی	″	۳۱۹	″	قرابادین اعظم	
۱۸	محمد عالم	گجرات	″	۳۱۷	″	ایضاً	
۱۹	فتح خان	ضلع میرٹھ	″	۲۷۲	سوم	کشف المکنون	

۲۰	ایوب حسن	سہارنپور	״	۲۷۹	״		
۲۱	حافظ نیاز احمد	دہلی	״	۲۳۲	״	نفیسی جزآخر	
۲۲	محمد اصغر	بسی سرہند	״	۲۱۵	״	ایضاً	

جماعت دوم

۱	سید احسان علی	چاندپور	۴۰۰	۳۵۵	اول	تذکرہ داؤد انطاکی	کیفیت
۲	مولوی عبدالحمید	دہلی	״	۲۷۹	دوم	رموز اعظم جلد دوم	
۳	محمد ثناء اللہ	اعظم گڑھ	״	۲۴۴	״	قرابادین اعظم	
۴	بسم اللہ خاں	بھوپال	״	۲۴۱	״	کشف المکنون	
۵	سید آل حسن	چاندپور	״	۲۳۱	״	قرابادین جلد اول، ضیاء الابصار	
۶	محمد یونس	رتول	״	۲۲۷	״	حمیات، عجالہ نافعہ	
۷	محمد بشیر	دہلی	״	۲۲۲	״	״ قرابادین احسانی	
۸	حافظ امیر حسن	״	״	۲۰۰	״	کشف المکنون	
۹	ہریرام	ضلع انبالہ	״	۱۹۵	سوم	نفیسی	
۱۰	غلام حسین	گوجرانوالہ	״	۱۹۵	سوم	حمیات	
۱۱	حبیب السلام	دہلی	״	۱۹۲	״		
۱۲	تواب الدین	ضلع سیالکوٹ	״	۱۹۱	״		
۱۳	امیر الدین	ضلع پٹنہ	״	۱۸۴	״	مخزن المفردات	
۱۴	عبدالرحمن	سہارنپور	״	۱۷۳	״		
۱۵	حامد حسین	کانپور	״	۱۶۷			
۱۶	محمد اسمعیل	دہلی	״	۱۵۳			

١٧	حکیم عبدالحمید خان	"	"	١٣٠		عجالہ نافعہ	

جماعت سوم

١	محمد کرم الحق	کرنال	٤٠٠	٣٦٨	اول	نفیسی، عجالہ نافعہ	کیفیت
٢	انوار حسین	بھوپال	"	٣٤٠	اول	نفیسی، زاد غریب، قرابادین احسانی	
٣	مرغوب احمد	کرنال	"	٢٩٩	دوم	شرح اسباب	
٤	محمد اسمٰعیل	مظفر پور	"	٢٨٩	دوم	نفیسی	
٥	ضمیر احمد	شیر کوٹ	"	٢٧٧	"	یاقوتی، زاد غریب	
٦	محمد خلیل	ضلع بستی	"	٢٧٦	"	یاقوتی، زاد غریب	
٧	اشفاق حسین	گوپامئو	"	٢٧٤	"	قرابادین احسانی	
٨	حمید الدین	رامپور	"	٢٦٩	"	یاقوتی، ضیاء الابصار	
٩	محمد مبین	شاہجہانپور	"	٢٦١	"	حمیات	
١٠	نعمت اللہ	دینانگر	"	٢٥٩	"	مخزن المفردات، قرابادین احسانی	
١١	مجیب الرحمٰن	ضلع پٹنہ	"	٢٣٤	"	مخزن المفردات، قرابادین احسانی	
١٢	غلام حسین	ضلع جہلم	"	٢٢٥	"	حمیات	
١٣	عبدالحق	جالندھر	"	٢٠٩	دوم	"	
١٤	عزیز الدین	دہلی	"	١٨٣	"	عجالہ نافعہ، قرابادین احسانی	
١٥	عبدالکریم	ضلع کرنال	"	١٤٩	"	"	
١٦	عبدالصمد	دہلی	"	١٣٩	"	مخزن المفردات	

جماعت چہارم

١	عبداللہ	پٹیالہ	١٠٠	٨٠	دوم	شرح اسباب، قانونچہ	
٢	عبدالحلیم	ضلع پشاور	"	٥٥	"	رسالہ نبض	

۳	بقاءاللہ	ضلع الہ آباد	〃	۵۰	〃	〃	
۴	محمد جمیل الرحمٰن	امرتسر	〃	۴۵	〃	اقصرائی، موجز کلاں	
۵	عبدالغفار	ضلع پشاور	〃	〃	〃	〃 قانونچہ کلاں	
۶	محمد خلیل	غازی پور	〃	۴۰	سوم	〃 قانونچہ خورد	
۷	محمد حسین	ضلع مرادآباد	〃	〃	〃	موجز کلاں، قانونچہ کلاں، ضیاء الابصار	
۸	ابوالقاسم	نہٹور	〃	۳۷	〃	〃 〃 〃	
۹	عبدالصمد	ناگور	〃	۸۰	〃	فریق دوم 〃 〃 〃	
۱۰	احمد سعید	لونی	〃	۶۰	دوم	〃 〃	
۱۱	فضل احمد	ضلع گجرات	〃	۵۰	〃	قانونچہ، موجز، رسالہ نبض	
۱۲	منہاج الدین	دہلی	〃	۴۵	〃	〃 کفایہ منصوری	
۱۳	عبدالحکیم	ضلع جہلم	〃	〃	〃	〃	انتقال ہوگیا
۱۴	محمد عاقل	دہلی	〃	۳۷	〃	〃	

جماعت ڈاکٹری مدرسہ طبیہ دہلی

۱	حافظ نورالدین	ضلع شاہپور	۲۰۰	۱۳۹	سوم		
۲	حافظ نیاز احمد	دہلی	〃	۱۱۱			
۳	فتح خان	ضلع میرٹھ	〃	〃			
۴	حافظ امیر حسن	دہلی		۴۶			
۵	سید آل حسن	چاندپور		۴۰			
۶	سید احسان علی	〃		۳۶			
۷	ہریرام	ضلع انبالہ		۳۴			
۸	فقیر محمد	اجگرانوں		۳۳			

۹	محمد اسمٰعیل	مظفر پور		۷۰			
۱۰	محمد خلیل	ضلع بستی		۶۰			
۱۱	سید حیدر	اجمیر شریف		۵۰			
۱۲	مجیب الرحمٰن	ضلع پٹنہ		۴۰			
۱۳	محمد کرم الحق	کرنال		۳۳			
۱۴	حمید الدین	رام پور		٠			

فہرست اسمائے گرامی ممبران انجمن مدرسہ طبیہ دہلی

جماعت دوم مدرسہ طبیہ دہلی

نمبر شمار	اسمائے ممبران مع عہدہ وخطاب وغیرہ	سکونت	تاریخ تقرر	مقامی، بیرونی
۱	خاں بہادر شمس العلماء منشی محمد ذکاء اللہ صاحب پریسیڈنٹ انجمن مدرسہ طبیہ دہلی	دہلی	۲۰ رجنوری ۸۹ء	مقامی
۲	جناب نواب سعید الدین احمد خاں صاحب بہادر رئیس دہلی وجاگیردار لوہارو	〃	〃	〃
۳	جناب خاں بہادر محمد اکرام اللہ خاں صاحب آنزیری مجسٹریٹ وسب رجسٹرار	〃	〃	〃
۴	جناب حکیم ظہیر الدین خاں صاحب رئیس و آنزیری مجسٹریٹ	〃	〃	〃
۵	جناب لالہ سری کشن داس صاحب رئیس وآنزیری مجسٹریٹ	〃	〃	〃
۶	جناب حکیم حسن رضا خاں صاحب رئیس	〃	〃	〃
۷	جناب نواب احسان الرحمٰن خاں صاحب رئیس	〃	〃	〃
۸	جناب منشی محمد کرم اللہ خاں صاحب رئیس	〃	〃	〃

۹	جناب لالہ ایسری پرشاد صاحب رئیس	"	۱۳راگست ۹۸ء	"
۱۰	جناب حکیم محمد واصل خاں صاحب رئیس سکریٹری	"	"	"
۱۱	جناب حکیم محمد اجمل خاں صاحب رئیس	دہلی	۱۳راگست ۹۸ء	مقامی
۱۲	جناب ڈاکٹر مولراج صاحب اسسٹنٹ سول سرجن	علی گڑھ	۲۱راکتوبر ۸۸ء	مکاتبی
۱۳	جناب نواب محمد مصطفےٰ خاں صاحب رئیس	بوڑھ گانوں	"	"
۱۴	جناب نواب فیض احمد خاں صاحب رئیس	دہلی	"	مقامی
۱۵	جناب خواجہ محمد یوسف صاحب وکیل	علی گڑھ	"	مکاتبی
۱۶	جناب مولوی عبدالرحیم خاں صاحب پنشن خوار حیدر آباد دکن	دہلی	"	مقامی
۱۷	جناب چودھری تصدق حسین خاں صاحب رئیس	پانی پت	۲۱راگست ۸۸ء	مکاتبی
۱۸	جناب مولوی حشمت اللہ خاں صاحب ڈپٹی کمشنر بلیا	بریلی	"	مکاتبی
۱۹	جناب مولانا الطاف حسین صاحب حالی	پانی پت	"	مقامی
۲۰	جناب ڈاکٹر غلام احمد خاں صاحب	دہلی	۱۸رنومبر ۸۸ء	مکاتبی
۲۱	جناب مولوی محمد سمیع اللہ خاں صاحب بہادر سی ایم جی سابق جج	"	۱۶ردسمبر ۸۸ء	"
۲۲	جناب نواب مزمل اللہ خاں صاحب رئیس	بھیکن پور ضلع علی گڑھ	۱۶ردسمبر ۸۸ء	"
۲۳	جناب مولوی نذیر احمد صاحب پنشنر ریاست حیدر آباد دکن	دہلی	"	مقامی
۲۴	جناب ڈپٹی جمیل اللہ خاں ڈپٹی مجسٹریٹ نہر	ہانسی	"	"
۲۵	جناب بابو ہری موہن چندر صاحب	چلپائی گوری	۲۰رجولائی ۸۸	مکاتبی

۲۶	جناب سید محمود حسین صاحب سر دفتر عدالت ڈویژنل کورٹ	دہلی	۲۰ جنوری ۸۰ء	مقامی
۲۷	جناب حکیم قاسم علی خاں صاحب رئیس	〃	〃	〃
۲۸	جناب شیخ حفیظ اللہ خاں صاحب ممبر میونسپل کمیٹی و رئیس	〃	〃	〃
۲۹	جناب بابو سالگرام صاحب رئیس و وکیل	〃	۳رفروری ۸۹ء	〃
۳۰	جناب مولوی ابوالخیر محمد عبدالسبحان صاحب ڈپٹی کلکٹر دانا پور	کلکتہ	۱۷رمارچ ۸۹ء	مکاتبی
۳۱	جناب مولوی ابوالفضل محمد عبدالرحمٰن صاحب بیرسٹرایٹ لا	〃	〃	〃
۳۲	جناب خان بہادر ڈپٹی محمد الٰہی بخش صاحب ڈپٹی نہر پنشنر رئیس	دہلی	〃	مقاما
۳۳	جناب میرزا بشیر الدین احمد خاں صاحب رئیس	لوہارو	〃	مکاتبی
۳۴	جناب سید ناظر حسین صاحب ملازم ریاست رامپور	رامپور	۲۴ ذی الحجہ ۱۳۰۰ھ	مکاتبی
۳۵	جناب رکن الدولہ نواب محمد عظمت علی خاں صاحب رئیس اعظم	کرنال	۱۴ربیع الثانی ۱۳۰۸	〃
۳۶	جناب امیر الملک فخر الدولہ نواب امیر الدین احمد خاں صاحب بہادر والئے ریاست لوہارو	لوہارو	۱۰ربیع الثانی ۱۳۰۸ھ	〃
۳۷	جناب رائے بہادر لالہ ہردھیان سنگھ صاحب رئیس	دہلی	۲۹ جمادی الاولی ۱۳۰۸ھ	مقامی
۳۸	جناب منشی سید وزیر علی صاحب میر منشی ریاست نابہ	〃	〃	بیرونی
۳۹	جناب مولوی محمد سعید صاحب مدرس مدرسہ گورنمنٹ سکول	〃	〃	مقامی
۴۰	جناب مولوی سید احمد صاحب مدرس مدرسہ شملہ	〃	〃	بیرونی
۴۱	جناب حافظ عبدالقدوس صاحب مہتمم مطبع صادق الاخبار بھاولپور	بنت	۱۴ شعبان ۱۳۰۸ھ	〃

۴۲	جناب سید محمد اوصاف علی صاحب اکسٹرا اسٹنٹ کمشنر کرنال	نگینہ	ء	ء
۴۳	جناب حکیم محمد اکرام اللہ خاں صاحب رئیس	دہلی	۱۴رشعبان ۱۳۰۸ھ	مقامی
۴۴	جناب نواب رستم علی خاں صاحب منڈل رئیس اعظم	کرنال	ء	بیرونی
۴۵	جناب نواب محمد شمشیر علی خاں صاحب منڈل رئیس	ء	ء	ء
۴۶	خاں بہادر سید محمد الطاف حسین صاحب ڈپٹی کلکٹر کرنال و پنشنر	میرانپور ضلع مظفرنگر	ء	ء
۴۷	جناب سید محمد یوسف علی صاحب وکیل کرنال	بنت	ء	ء
۴۸	جناب حکیم غلام نبی خاں صاحب رئیس	دہلی	ء	ء
۴۹	جناب مولوی سخاوت حسین صاحب وکیل شاہجہانپور	شاہجہانپور	۲۴ر محرم ۱۳۰۹ھ	بیرونی
۵۰	جناب سید احمد شفیع صاحب رئیس	فریدآباد	ء	ء
۵۱	جناب چودھری ملوی کرامت اللہ صاحب زمیندار موضع سالار	ضلع مرشدآباد	ء	ء
۵۲	جناب مولوی حاجی محی الدین صاحب رئیس موضع بجگانوں	ء	ء	ء
۵۳	جناب منشی راجہ ظل الرحمٰن خاں صاحب عرف راجہ میاں موضع طالب پور	ء	ء	ء
۵۴	جناب بابو تیج نرائن سنگھ صاحب رئیس	بھاگلپور	۲۴محرم ۱۳۰۹ھ	بیرونی
۵۵	جناب راجہ کملیشری پرشاد صاحب رئیس	مونگیر	ء	ء
۵۶	جناب امراؤ مرزا صاحب عرف مرزا حیرت	دہلی	۱۶رربیع الثانی ۱۳۰۹ھ	مکاتبی
۵۷	جناب عزیز مرزا صاحب مددگار ہوم سکریٹری	حیدرآباد	ء	بیرونی

۵۸	جناب منشی محمد نجم الدین صاحب تحصیل دار انبالہ	ہوشیار پور	۱۳/ذیقعدہ ۱۳۰۹ھ	بیرونی
۵۹	جناب محمد مشفع احمد صاحب سررشتہ دار کونسل رام پور	رامپور	۶/محرم ۱۳۱۰ھ	؍
۶۰	جناب مولوی عبدالرحمٰن صاحب فخری	؍	؍	؍
۶۱	جناب منشی سید بشیر حسین صاحب انسپکٹر پولیس لاہور		۱۴شوال ۱۳۱۰ھ	؍
۶۲	جناب منشی محمد فیروز الدین صاحب بی اے ڈپٹی انسپکٹر پولیس		؍	؍
۶۳	جناب پنڈت شیو شنکر صاحب رئیس لکھنؤ	لکھنؤ	۲/جمادی الاولی ۱۳۱۱ھ	؍
۶۴	جناب رائے بہادر لالہ گور سہائے مل صاحب رئیس	؍	۱۰/شوال ۱۳۱۱ھ	مقامی
۶۵	جناب مولوی ابوالحمید صاحب فرخی میر منشی ریاست رام پور	؍	۲۷/جمادی الاولی ۱۳۱۲ھ	؍
۶۶	جناب منشی نذر محمد صاحب ڈپٹی مجسٹریٹ نہر گنگ	؍	۱۳/رجب ۱۳۱۲ھ	؍
۶۷	ڈاکٹر بنس گوپال صاحب اسسٹنٹ سرجن	؍	۲۶/ رمضان ۱۳۱۲ھ	؍
۶۸	ڈاکٹر ہیم چندر صاحب سانیال	بنگالہ	؍	؍
۶۹	ڈاکٹر رام سنگھ صاحب	دہلی	۱۵شوال ۱۳۱۲ھ	؍

۷۰	جناب محمد ظہیر الدین صاحب رئیس زمیندار بانکی پور	بانکی پور	۱۱ر جمادی اولی ۱۳۱۱ھ	بیرونی
۷۱	جناب مرزا فدا علی صاحب خلف مرزا آغا محمد صاحب سابق وزیر بہاولپور	میرٹھ	۳۰ر شعبان ۱۳۰۰ھ	〃
۷۲	جناب محمد اسمعیل خاں صاحب بیرسٹرایٹ لا	غازی آباد	〃	مقامی
۷۳	جناب منشی محمد صاحب داد خاں صاحب تحصیلدار دہلی	خورجہ	۱۱ر رجب ۱۷ھ	〃
۷۴	جناب خاں صاحب غلام محمد حسن خاں صاحب بی اے میونسپل کمشنر	دہلی	〃	〃
۷۵	رائے بہادر جناب منشی درگاہ پرشاد صاحب اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر پنشنر رئیس	دہلی	۱۱ر رجب ۱۷ھ	مقامی
۷۶	رائے بہادر جناب ماسٹر پیارے لال صاحب پنشنر رئیس	〃	〃	〃
۷۷	جناب حکیم احمد سعید خاں صاحب میونسپل کمشنر و رئیس دہلی	〃	۱۱ر ربیع الثانی ۱۹ھ	〃
۷۸	رائے بہادر لالہ سلطان سنگھ صاحب رئیس و میونسپل کمشنر دہلی	〃	〃	〃
۷۹	جناب مرزا جیون بیگ صاحب سردفتر عدالت ضلع دہلی	〃	〃	〃
۸۰	جناب مرزا اکبر علی خاں صاحب رئیس دہلی	〃	〃	〃

رپورٹ سالانہ

مدرسہ طبیہ دہلی

بابت سال پانزدہم وشانزدہم وہفتدہم

جس کو

حکیم محمد اجمل خاں صاحب (سکریٹری) نے جلسۂ عام منعقدہ ۸ر فروری ۱۹۰۶ء

مطابق ۱۳ر ذی الحجہ ۱۳۲۳ھ بروز پنجشنبہ

بصدارت عالیجناب

صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر ضلع پڑھا

افضل المطابق دہلی میں مرزا عبدالغفار بیگ کے اہتمام سے چھپی ۱۹۰۶

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کیفیت جلسہ سالانہ مدرسہ طبیہ دہلی

بابت سال پانزدہم ۲۰-۱۳۲۱ھ اور شانزدہم ۲۱-۱۳۲۲ھ اور ہفتدہم ۲۲-۱۳۲۳ھ

خدا کے فضل سے آج ۸/فروری ۱۹۰۶ء مطابق ۱۳/ذی الحجہ ۱۳۲۳ ہجری یوم پنجشنبہ بوقت ۸ بجے صبح کے مدرسہ طبیہ دہلی کا سالانہ جلسہ بصدارت عالیجناب مسٹر آر۔ ہمفری صاحب بہادر ڈپٹی کمشنر ضلع، مکان مدرسہ واقع گلی قاسم جان میں منعقد ہوا۔

اس سال جلسہ سالانہ کے واسطے مکان مدرسہ کی آراستگی و آرایش کا انتظام عالیجناب حکیم حافظ محمد اجمل خاں صاحب سکریٹری مدرسہ نے ایسی خوبی سے جدید طرز پر کیا تھا جو سابق کبھی دیکھنے میں نہیں آیا تھا۔ مدرسہ کے صدر دالان کے ہر چہار جانب پردہ ہائے گلکاری لگائے گئے تھے، جس سے تمام مکان خوشنما معلوم ہوتا تھا۔ دالان میں خوبصورت کرسیاں خاص مہمانوں کی واسطے لگائی گئی تھیں، دالان کے ستونوں پر سبزہ کی بیلیں جن میں گل و پھول لگے ہوئے تھے قائم کی تھیں اور مابین پیشانی ستون پر چاند پھولوں کے لگائے گئے تھے اور ان کے پاس ہر دو جانب بڑی تصاویر عالی جناب حاذق الملک مرحوم و حکیم محمد واصل خان صاحب مغفور کی رکھی گئی تھیں، جن سے ثابت ہوتا تھا کہ مرحومین اپنے لگائے ہوئے باغ کی سیر کر رہے ہیں۔ صدر دالان کے آگے درمیان صحن بلند اسٹیج بنایا گیا تھا جس پر پر تکلف قالین کا فرش بچھایا گیا تھا۔ دو جانب کرسیاں مخملی خوشنما لگائی گئی تھیں اور ایک جانب صدر مقام پر پر تکلف کرسی جس پر زریں کرسی پوش پڑا ہوا تھا چیئرمین جلسہ کے واسطے قائم ہوئی تھی اس کے سامنے ایک میز کلاں نفیس میز پوش سے مزین کی گئی تھی اُس میز پر مدرسہ طبیہ کے تمغے و اسناد و کتب انعامی باقاعدہ آراستہ کی گئی تھیں۔ اسٹیج کے اوپر عمدہ نفیس شامیانہ لگایا گیا تھا اور دائیں بائیں جانب مقامات علیٰحدہ علیٰحدہ طور پر تجویز کیے گئے تھے، جس کی حدود بندی جعفری دار ٹٹیوں سے جو سبزہ اور گل پھول سے آراستہ تھیں کی گئی تھی اور دروازوں کی جگہ سفید رنگ کے متکے جو سنہری کام کے خوشنما بنائے گئے

تھے، لگائے گئے تھے۔

اسٹیج کے دائیں جانب اول کارکن ممبران انجمن مدرسہ کی کرسیاں تھیں۔ ان کے پیچھے تمام ممبران کی نشستگاہ تھی۔ بائیں جانب شہر کے معزز روؤسا اور ان کے بعد مدرسہ کے مستند طلبہ جو پہلے فارغ ہو چکے تھے اور بغرض شرکت جلسہ آئے تھے ان کی کرسیاں تھیں۔ ان کے پیچھے کل طلبہ سند پانے والے اور انعام حاصل کرنے والوں کی۔ سامنے کے رُخ پر سیکڑوں کرسیاں نہایت قرینہ کے ساتھ بچھائی گئی تھیں جن پر عام لوگ بیٹھیں۔ جھنڈیاں مناسب موقعوں پر لگائی گئی تھیں۔ اسٹیج سے دروازۂ مدرسہ تک سُرخ قند کا فرش بچھایا گیا تھا۔ دروازہ مدرسہ کا سبزی سے آراستہ کیا گیا تھا جس پر گل و پھول لگے ہوئے تھے اور پیشانی پر تاج شاہی گلدستوں کا قائم ہوا تھا اور سرخ قند پر لفظ 'ویلکم' جلسہ سالانہ مدرسہ طبیہ دہلی، نہایت جلی قلم سے لگایا گیا تھا۔ غرض عجیب دلکش سین تھا۔

۸/فروری کی صبح سے عام شائقین اصحاب کا ہجوم تھا اور جوق در جوق آمد شروع ہوئی اور مرتبے سے بیٹھتے گئے آٹھ بجے تک شہر کے روٗسا و عمائد شہر و عہدہ داران، معزز حکام و صاحبان یورپین و جو اصحاب بیرونجات کے مدعو تھے مکان مدرسہ میں جمع ہو گئے اور پروگرام انگریزی و اردو جو طبع شدہ تھے تقسیم کیے گئے۔

ساڑھے آٹھ بجے عالی جناب مسٹر آر ہمفری صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر ضلع دہلی بہمراہی جناب حکیم احمد سعید خان صاحب رئیس و وائس پریسڈنٹ میونسپل کمشنر دہلی تشریف لائے۔ صاحب ممدوح کا استقبال ممبران انجمن و سکریٹری مدرسہ طبیہ اور نواب سعید الدین احمد خان صاحب و رائے شیو پرشاد صاحب روٗساء دہلی نے دروازہ مدرسہ پر کیا۔ ڈپٹی کمشنر صاحب بہادر نہایت خندہ پیشانی و مسرت کے ساتھ مکان میں پہنچ کر کرسی صدارت پر رونق افروز ہوئے۔ رائے شیو پرشاد صاحب کی تحریک اور نواب سعید الدین احمد خان صاحب کی تائید سے اس جلسہ کا چیئرمین ہونا صاحب ممدوح نے منظور فرمایا اور کارروائی جلسہ شروع ہوئی۔

عالیجناب حکیم حافظ محمد اجمل خان صاحب سکریٹری مدرسہ طبیہ دہلی کی ایماء سے جناب خان بہادر غلام محمد حسن خان صاحب بی اے۔ آنریری مجسٹریٹ و میونسپل کمشنر دہلی نے مدرسہ طبیہ کی سہ سالہ رپورٹ نہایت متانت اور فصاحت کے ساتھ پڑھی جس میں اول تین سالہ جلسہ نہ ہونے کی وجوہ اور

جناب حکیم محمد واصل خان صاحب جنت آرام کے سانحہ کا افسوس وملال ظاہر کیا کہ اس کے بعد مدرسہ کے حسابات آمدنی وخرچ و بجٹ وغیرہ کی کیفیت ظاہر کی اور یہ بھی ظاہر کیا۔ اس سال ان طلبہ کی جو فارغ التحصیل ہو چکے ہیں اور باقاعدہ مطب بھی کر چکے ہیں جن کی تعداد ان تین سال میں ۴۳ ہو چکی ہے اسناد و تمغے دیئے جائیں گے۔

منجملہ ۴۳ تمغوں کے آٹھ طلائی تمغے ہیں۔ طلائی تمغوں میں دو تمغے حضور پرنس اور پرنس آف ویلز بہادر کی دہلی تشریف آوری کی یادگار میں جناب حکیم احمد سعید خان صاحب ونواب امین الرحمٰن خان صاحب رئیسان دہلی نے عطا فرمائے تھے اور دیگر مضامین مندرجہ رپورٹ سنائے۔ جس میں سکریٹری صاحب کا خیال دائیوں کی تعلیم کے واسطے مدرسہ قائم کرنے کے لیے تھا۔ رپورٹ ختم ہونے کے بعد جناب شمس العلماء مولوی حافظ نذیر احمد صاحب ایل ایل ڈی نے کھڑے ہو کر باآواز بلند نہایت جامع اور پر اثر اسپیچ دی جس کا اثر ہر سننے والے کے قلب پر پڑتا تھا اور چیئرمین صاحب اور دیگر حاضرین جلسہ چیئرز دیتے جاتے تھے۔

اسپیچ ختم ہونے کے بعد شیخ نور الٰہی صاحب میونسپل کمشنر ونواب شجاع الدین احمد خاں صاحب نے کچھ کچھ اشعار رجہ پڑھے جو چیئرز کے ساتھ ختم ہوئے۔

اشعار ختم ہونے کے بعد عالیجناب چیئرمین صاحب بہادر نے کھڑے ہو کر اردو زبان میں نہایت پُر اثر اسپیچ دی جس میں شمس العلماء مولوی حافظ نذیر صاحب کی تقریر کی تائید اور تعریف تھی اور مدرسہ کے ساتھ ہمدردی کا اظہار تھا۔

اسپیچ ختم ہونے کے بعد صاحب ممدوح نے اپنے دست مبارک سے نہایت مسرت کے ساتھ کامیاب طلبہ کو تمغہ جات واسناد وانعام تقسیم فرمایا اور مبارکباد مبارکباد فرماتے رہے۔ بعد تقسیم انعام جناب سکریٹری صاحب نے اپنے ہاتھ سے چیئرمین صاحب جناب پادری طامس صاحب کو جو نہایت خلوص کے ساتھ شریک جلسہ ہوئے تھے گوٹہ کے ہار پہنائے اور چرٹ سگرٹ وگلدستوں کے ساتھ تواضع کی۔ جناب حکیم احمد سعید خان صاحب نے چیئرمین صاحب ومعزز حاضرین جلسہ کا شکریہ ادا کیا اور کارروائی ختم ہونے کی تھی کہ فوٹو گرافر نے فوٹو لگایا اور صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر و دیگر معززین نے کھڑے ہو کر مسرت کے ساتھ فوٹو کھنچوایا اور نہایت اخلاق کے ساتھ رخصت ہوئے۔ معزز اصحاب

نے دروازہ مدرسہ تک مشایعت کی۔ صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر کی تشریف بری کے بعد جملہ اصحاب کی تواضع پان سگریٹ گلدستہ وغیرہ سے کی گئی اور قریب ۱۱ بجے کے جلسہ ختم ہوا۔

پروگرام جلسہ سالانہ مدرسہ طبیہ دہلی منعقد ۸ر فروری ۱۹۰۶ء

۱- لالہ شیو پرشاد صاحب کی تحریک اور نواب سعید الدین احمد خاں صاحب کی تائید سے عالیجناب ڈپٹی کمشنر صاحب بہادر صدر انجمن بنائے جائیں گے۔

۲- رپورٹ پڑھی جائے گی۔

۳- شمس العلماء مولوی حافظ نذیر احمد صاحب ایل ایل ڈی اسپیچ دیں گے۔

۴- اگر کوئی صاحب کچھ کہنا چاہیں گے تو بعد اجازت صدر انجمن صاحب کچھ کہہ سکیں گے۔

۵- اگر ممکن ہو تو عالیجناب صدر انجمن صاحب بہادر مہربانی فرما کر کچھ ارشاد فرمائیں گے۔

۶- سکریٹری نہایت ادب سے مسز ہمفری صاحبہ کی خدمت میں عرض کریں گے کہ وہ از راہ نوازش ان دو سونیکے تمغوں کو جو یادگار تشریف آوری شاہزادہ صاحب و شاہزادی صاحبہ ویلز قرار پائے ہیں، اپنے دست مبارک سے کامیاب طلبہ کو عطا فرمائیں۔

۷- سندیں اور تمغے عالیجناب صدر انجمن صاحب بہادر اپنے دست خاص سے تقسیم فرمائیں گے۔

۸- حکیم احمد سعید خاں صاحب عالیجناب صدر انجمن صاحب کا شکریہ ادا کریں گے۔

(محمد اجمل خاں سکریٹری مدرسہ طبیہ دہلی)

رپورٹ سالانہ مدرسہ طبیہ دہلی

بابت ۲۰-۱۳۲۱، ۲۱-۱۳۲۲، ۲۲-۱۳۲۳ھ

عالیجناب صدر انجمن و حاضرین جلسہ! یہ جلسہ میرے واسطے غمناک واقعات کا یاد دلانے والا ہے۔ میں بھاری دل کے ساتھ آج تین سال کی رپورٹ پیش کرتا ہوں ۴-۱۹۰۵ء میں سالانہ جلسے جن حوادث کی وجہ سے نہ ہو سکے وہ سب صاحبوں کو معلوم ہیں۔ ۱۹۰۴ء میں میرے برادر مرحوم حکیم محمد واصل خاں صاحب ایسے علیل ہوئے کہ جلسے کا انعقاد ناممکن ہوگیا۔ دوسرے سال اُسی زمانے میں مرحوم کو اول سخت علالت رہی۔ پھر اُسی مرض میں انہوں نے رحلت فرمائی۔ باوجود اس کے میں نے

کوشش کی کہ اس سال جلسہ منعقد ہو سکے مگر کچھ تو میری صحت کی کمزور حالت نے اور کچھ سفر بغداد کی روا روی نے جو بغرض حصول توانائی اختیار کیا گیا تھا اور جس میں بحری سفر کی پابندی کی وجہ سے عجلت کرنی پڑی۔ سالانہ جلسہ افسوس ہے کہ نہ ہو سکا۔ خیر خدائے عزوجل کا شکر ہے کہ اب میری صحت اس قابل ہو گئی ہے کہ میں نے اپنے بھائیوں کے کاموں کو سنبھال لیا ہے۔ الحمد اللہ کہ آج مدرسہ نے اپنی زندگی کے اٹھارویں سال میں قدم رکھا ہے اور یہ سال کئی حیثیت سے ملک کے لیے بھی مبارک ہے کیونکہ ہمارے شاہنشاہ ہند کے ولی عہد اور ولیعہدہ دام اقبالہما نے اس ملک کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے اسی سال میں سرافراز فرمایا ہے جس کی وجہ سے ملک میں ایک عام جوش وفاداری کا پیدا ہو گیا۔

خدا کا شکر ہے کہ مدرسہ کی حالت میں بتدریج ترقی ہے۔ ہر صیغہ میں پختگی واستحکام کے آثار نمایاں ہیں اور کام استقلال سے جاری ہے۔ طلبہ کی دور دست مقامات سے آمد مدرسہ کی روز افزوں ترقی کی دلیل ہے۔ لیکن جیسے کہ ہندوستان کی اور قوموں میں عموماً اور اہل اسلام کے کاموں میں خصوصاً ایک عام شکایت پائی جاتی ہے اسی قسم کی شکایت اس مدرسہ کے ساتھ بھی متعلق ہے۔ اس کے بیان کرنے پر میں مجبور ہوں۔ جیسا کہ یہ مدرسہ مسلم قومی بہبود کا کام انجام دے رہا ہے اور جو فائدے اب تک ملک کے تمام حصوں میں اس کی وجہ سے محسوس ہو چکے ہیں اُس نسبت سے قوم کے عمائد اور روساء کو میں اس کی طرف متوجہ نہیں پاتا ہوں۔ واقعی دیکھیے تو یہ ایک بہت بڑا کام ہے۔ اس کی کامل توسیع کے لیے بیش قرار مالی امداد کی ضرورت ہے۔ جس کا مدار (یہ عرض کرنا فضول ہے کہ) زیادہ تر ملک کے اہل ہنود اور اہل اسلام عمائد کی ہمدردانہ فیاضی پر ہے اور میں امید کرتا ہوں کہ اب میں اس بات کے لیے تیار ہو گیا ہوں کہ اپنے ملکی اور ہمدرد احباب کو اس مفید کام کی مالی ضرورتوں کی طرف متوجہ کرتا رہوں۔ جو خیالات میرے دل میں اس مدرسہ کو تکمیلی حالت پر پہنچانے کے متعلق ہیں وہ افسوس ہے اب تک ایک خوشگوار خواب ہیں جن کی مبارک تعبیر کا میری زندگی میں واقع ہونا میری حیات کی بڑی تمناؤں کا جزو ہے۔ سر دست اے حضرات۔ میں ایک بڑی ضرورت کو محسوس کرتا ہوں جس کو میں بحیثیت ایک طبیب کے بہت ہی زیادہ فکرمندی کے ساتھ روزمرہ دیکھ رہا ہوں۔ امراض نسائی میں مستورات کا ابتلائے عام اور ہماری دیسی جاہل اور اناڑی دائیوں کی بدعنوانیاں عزیز جانوں کا محض ان کی ناقابلیت کے باعث تلف ہونا توجہ اور جلد توجہ کے قابل ہیں۔

چنانچہ میرا ارادہ ہے کہ مدرسہ طبیہ کے متعلق بہت جلد ایک شاخ دائیوں کی تعلیم کے لیے قائم کروں جس میں مختصر اور جامع کورس تعلیم جاری کیا جائے اور ملک کی ضرورت کے لیے ایسی دائیاں تیار کی جائیں جو کم سے کم ضروری کام زچہ خانے کا مشاقی اور موجود علمی اصول کے مطابق انجام دے سکیں اور نسائی امراض میں اطباء اور ڈاکٹروں کے شریک رہ کر علاج میں سہولت پیدا کر سکیں یہ ایک ایسی ضرورت ہے کہ اگر آپ ذرا بھی غور فرمائیں گے تو اس کی اہمیت اور لزوم کو تسلیم کر کے میرے خیال کی تکمیل میں عملی امداد پر آمادہ ہو جائیں گے جیسا کہ اس سے قبل میں نے ظاہر کیا ہے کہ خود مدرسہ کے متعلق قوم کی توجہ میں بہت کچھ ڈھیل پائی جاتی ہے اور وہی محتاج زیادہ مالی امداد کا ہے۔ اس لیے یہ جدید کام بالکل آزاد طور پر شروع ہوگا اور کوئی بار اس تجویز کا مدرسہ پر نہ ڈالا جا سکے گا۔

عالیجناب صدر انجمن! اب میں آپ سے اجازت چاہتا ہوں کہ پچھلے تین سال کی رپورٹ بالتفصیل عرض کروں۔

۴-۱۹۰۳ء میں طلبہ کی تعداد جو داخل مدرسہ ہوئے ۱۴۲ر تھی۔ آخر سال تک ۸۴ر طلبہ موجود تھے۔

۵-۱۹۰۴ء میں داخلہ شروع سال میں ۱۶۵ر طلبہ کا ہوا جس میں سے آخر سال تک ۱۱۵ر رہے اور سال گزشتہ میں داخلہ ۱۷۲ر طلبہ کا ہوا۔ آخر سال میں ۹۸ر موجود تھے اوسط حاضری کا ہر سہ سال میں تقریباً ۷۳ر طلبہ کا رہا۔

امتحان

۴-۱۹۰۳ء میں ۷۶ر طلبہ یونانی شاخ میں شریک امتحان ہوئے جن میں سے ۴۹ر پاس ہوئے۔ ڈاکٹری شاخ میں ۲۰ر طلبہ شریک امتحان تھے جس میں سے ۱۴ر کامیاب ہوئے۔ اس سال سکریٹری صاحب مرحوم کی تجویز سے مبادی کی تعلیم بھی مدرسہ میں ہوئی تھی اور پندرہ طلبہ نے امتحان دیا تھا جو سب کامیاب ہوئے۔

۵-۱۹۰۴ء میں کل ۷۲ر طلبہ نے طب یونانی میں امتحان دیا منجملہ ان کے ۵۲ر پاس ہوئے۔ ڈاکٹری شاخ میں اس سال صرف ۱۰ر طالب علم شریک ہوئے، جن میں سے ۶ر پاس ہوئے اور جماعت مبادی میں ۱۹ر طالب علم شریک ہوئے، جن میں سے ۱۵ر پاس ہوئے۔

۵-۱۹۰۶ء میں شرکت طب یونانی کے امتحان میں ۵۱؍طلبہ کی ہوئی منجملہ ان کے ۳۵؍ پاس ہوئے ڈاکٹری جماعت میں ۴۵؍طلبہ نے امتحان دیا جن میں سے ۲۷؍کامیاب ہوئے جیسا کہ اس سال کے نتیجہ سے ظاہر ہے۔اس شاخ کی طرف زیادہ توجہ کی جارہی ہے اور امید ہے کہ آیندہ اس سے بھی بہتر نتائج پائے جائیں گے۔

سندیں اور تمغے

اس وقت منجملہ ۴۹؍کامیاب طلبہ کے ۴۳؍کو تین سال کی بابت سندیں اور تمغے عطا کیے جاتے ہیں، جنھوں نے اپنا زمانہ مطب کا بعد کامیابی امتحان پورا کرلیا ہے اور ۶؍طلبہ نے اگرچہ امتحان پاس کرلیا ہے لیکن مطب کی شرط ان سے پوری نہیں ہوئیں اس لیے ان کو سند و تمغے کا مستحق نہیں سمجھا گیا۔ ۳-۱۹۰۴ء کی بابت ۱۶؍طلبا کو سند و تمغے دیے جائیں گے اور ۴-۱۹۰۵ء کی بابت ۱۸؍طلبہ تمغے واسناد پائیں گے ۵-۱۹۰۶ء کی بابت ۹؍طلبہ کو سند و تمغے دیے جائیں گے۔

جن اصحاب نے اپنی الوالعزمی اور ہمدردی سے تمغے دینے منظور فرمائے ہیں ان کے اسمائے گرامی ذیل میں درج کیے جاتے ہیں۔ایک بات قابل وضاحت ہے۔جس کو میں بڑی خوشی سے درج کرتا ہوں۔منجملہ ان تمغوں کے دو تمغے طلائی جو جناب حکیم احمد سعید خاں صاحب وائس پریسیڈنٹ میونسپل کمیٹی دہلی و نواب امین الرحمٰن خان صاحب رئیس دہلی نے بیادگار تشریف آوری پرنس اور پرنس آف ویلز عطا فرمائے ہیں:

جناب شیخ وحید الدین صاحب رئیس میرٹھ	یک طلائی
جناب حکیم احمد سعید خاں صاحب رئیس دہلی	یک طلائی
جناب منشی محمد کرم اللہ خاں صاحب رئیس دہلی	دو طلائی
جناب سیٹھ بالمکند صاحب رئیس جے پور	یک طلائی
جناب مولوی ابو محمد عبدالحق صاحب مصنف تفسیر حقانی رئیس دہلی	یک طلائی
جناب نواب امین الرحمٰن خاں صاحب رئیس دہلی	یک طلائی
جناب شمس العلماء مولوی حافظ نذیر احمد صاحب ایل ایل ڈی رئیس دہلی	یک طلائی
جناب نواب عبدالواحد صاحب ممبر کونسل ریاست جے پور	دس عدد نقرئی

جناب چودھری نبی جان صاحب تحصیل دار کیرانہ	ایک نقرئی
جناب حکیم عبدالقادر صاحب رئیس شاہجہانپور	ایک نقرئی
جناب شاہ جنید عالم صاحب رئیس غازی پور	ایک نقرئی
جناب خان بہادر ڈپٹی عبدالحامد صاحب رئیس دہلی	ایک نقرئی
جناب خان بہادر شمس العلماء مولوی ذکاء اللہ صاحب رئیس دہلی	ایک نقرئی
جناب حکیم محمد حیات خان صاحب رئیس دہلی	ایک نقرئی
جناب خان بہادر غلام محمد حسن خاں صاحب مجسٹریٹ آنریری دہلی	ایک نقرئی
جناب میر جمال الدین صاحب رئیس دہلی	ایک نقرئی
جناب پیرزادہ مولوی محمد حسین صاحب جج عدالت خفیفہ دہلی	ایک نقرئی
جناب منشی محمد صاحب داد خاں صاحب ناظم ریاست پاٹودی	ایک نقرئی
جناب آنریبل مسٹر جان اسٹینلی صاحب بہادر چیف جسٹس الہ آباد	ایک نقرئی
جناب نواب فیض احمد خاں صاحب رئیس دہلی	ایک نقرئی
از جانب مدرسہ طبیہ دہلی	۱۱عدد نقرئی
جناب نیاز محمد خاں صاحب رئیس خورجہ	ایک نقرئی
جناب رائے بہادر لالہ ہرودھیان سنگھ صاحب رئیس دہلی	ایک نقرئی

وظائف

ہر سہ سال میں ۱۹ طلبہ کو وظیفہ دیا گیا منجانب معاونین ۱۱ کو منجانب مدرسہ ۸ کو جن صاحبوں نے ازراہِ ہمدردی وظیفے عطا فرمائے ہیں ان کے نام ذیل میں درج ہیں:

جناب شیخ وحیدالدین صاحب رئیس میرٹھ	۲ وظیفے
جناب مولوی محمد سمیع اللہ خان صاحب بہادر سی ایم جی	یک وظیفہ
جناب سید افضل حسین صاحب رئیس موہنہ ضلع دہلی	یک وظیفہ
منجانب حکیم محمد احمد خان صاحب خلف حاذق الملک مرحوم	یک وظیفہ
منجانب اہل خانہ حکیم محمد واصل خاں صاحب مرحوم	۲ وظیفے

جناب مسٹر محمد رفیق صاحب جج لکھنؤ | یک وظیفہ

جناب حاجی عبدالرزاق صاحب | یک وظیفہ

جناب نواب سعیدالدین احمد خان صاحب رئیس دہلی | یک وظیفہ

جناب حاجی محمد اسحاق صاحب سوداگر دہلی | یک وظیفہ

مجلہ طبیہ یا میڈیکل میگزین

عالیجناب صدر انجمن و حاضرین! عرصہ تین چار سال کا ہوا کہ اس جلسے کے مرحوم سکریٹری نے عام جلسہ کے موقع پر اپنی رپورٹ میں اس بات کی اطلاع دی تھی کہ مدرسہ طبیہ کے اسٹاف کے بعض ممبروں نے اپنے ذاتی مصارف سے ایک ماہوری رسالہ مجلہ طبیہ کے نام سے نکالا ہے۔ میں نہایت مسرت کے ساتھ آپ کو اطلاع کرتا ہوں کہ وہ رسالہ بڑی کامیابی کے ساتھ مدرسہ سے ماہوار جاری ہو رہا ہے۔ اس کے خریداروں کی تعداد ایک معقول حد تک پہنچ گئی ہے چنانچہ اس کی اشاعت تقریباً ۵۰۰ کی ہے اور جو جو مضامین اس میں شائع کیے جاتے ہیں ان میں اہم طبی مسئلوں اور حفظانِ صحت کی ملکی ضرورتوں پر بحث کی جاتی ہے اور ملک کو جہاں تک ممکن ہوتا ہے حفاظت صحت کے قواعد سے آگاہ کیا جاتا ہے۔ موجودہ طلبائے مدرسہ اور پرانے طلبہ جو اب مختلف مقامات پر مطب کرتے ہیں اس رسالہ میں اپنے مضامین شائع کرتے ہیں۔ اللہ کی ذات سے امید ہے کہ جو خیال اس رسالہ کے متعلق مجھ کو ہے اگر اس پیمانے پر یہ رسالہ چلتا رہا تو ہندوستان کے مشہور علمی پرچوں میں سے ہو جائے گا۔

(محمد اجمل سکریٹری)

اسپیچ عالیجناب شمس العلماء مولوی حافظ نذیر احمد صاحب ایل ایل ڈی

قوال ہوئے گویے ہوئے ذاکر مرثیہ خواں ہوئے۔ خطیب ہوئے لکچرار ہوئے اسپیکر ہوئے کہ یہ سب ایک ہی تھیلی کے چٹے بٹے ہیں اور ان میں سے میں بھی ہوں ان کی عادت ہے کہ براہ پیش بندی بدخوابی، دردسر، زکام، گرفتگی گلو کے عذر سے شروع کیا کرتے ہیں۔ اگر تصنع پر محمول نہ ہو تو میں بھی اسی قسم کا عذر پیش کرتا ہوں کہ کئی دن سے میری طبیعت اچھی نہیں اور اسی لیے میں لکچر کے لیے تیار ہو کر

نہیں آیا۔ تاہم مختصر طور پر مناسب مقام کچھ کہوں گا۔

جناب صدر انجمن! جو صاحب مدرسہ طبیہ سے دلچسپی رکھتے ہیں اور اس کے سالانہ جلسوں میں بالالتزام تشریف لاتے رہے ہیں اور اُن میں سے من حیث العہدہ ایک آپ بھی ہیں کہ آپ کو تو اپنی ذات سے اول بار یہاں تشریف لانے کا اتفاق ہوا ہے مگر صاحبان کمشنر اور صاحبان ڈپٹی کمشنر ہمیشہ سالانہ جلسوں کی صدارت کرتے رہے ہیں۔ بہر کیف جو صاحب مدرسہ کے سالانہ جلسوں میں بالالتزام تشریف لاتے رہے ہیں اور اب اس وقت بھی تشریف رکھتے ہیں۔ ممکن نہیں کہ مجمع کو دیکھ کر حاذق الملک حکیم عبدالمجید خاں مرحوم اور حکیم واصل خاں مرحوم کی پاکیزہ صورتیں ان کی آنکھوں میں نہ پھر گئی ہوں کہ رپورٹ سنا کر دلوں کو گرویدہ کر رہے ہیں اور تقسیم انعامات میں صاحب ڈپٹی کمشنر کو مدد دے رہے ہیں۔ ظاہر میں دونوں صاحب انتقال فرما گئے ہیں مگر حقیقت میں جنہوں نے مدرسہ طبیہ جیسی یادگار اور حکیم حافظ اجمل خاں جیسا جانشین چھوڑا ہو نہ وہ مرے ہیں اور نہ وہ مر سکتے ہیں بلکہ ع 'ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما' کے مصداق ہیں۔

فنِ طب میں اس خاندان کے کبیر و صغیر کی عالم گیر شہرت اظہر من الشمس ہے۔ جس محلے میں یہ لوگ رہتے ہیں، سارے کا سارا دارالشفاء ہے۔ ہمیشہ اطراف و اکناف کے مریض کوٹھے اور مکانات اور دوا فروش غلط العالم عطارد کا کین مشغول کیے رہتے ہیں۔ حکیم محمد اجمل خاں جو اس خاندان کے خیر الاخلاف بعد الاسلاف ہیں۔ کبرنی موت الکبراء کی رو سے حکیم حاذق نہیں مانے گئے بلکہ ان کے بزرگوں کی زندگی میں ان کی تشخیص صائب ان کے معرکۃ الآرا علاج، ان کی سلامت طبع، ان کے اخلاق ستودہ کا چرچا زباں زد خاص و عام تھا۔ مدرسہ طبیہ و ما یتعلق بہ میں جیسا کچھ مدخل عظیم حکیم محمد اجمل خاں کو اپنے بھائیوں کی زندگی میں تھا۔ مدرسے کا اسٹاف، مدرسے کے طلبہ اس کے شکر گزار اور معترف ہیں۔ حکیم واصل خاں مرحوم کی وفات کے بعد دو برس تک سالانہ جلسہ منعقد نہیں ہو سکا اور اس کی وجہ ظاہر ہے۔ شاید دوران بے خبر میں سے کسی نے اس مدرسہ کے ضعف و اضمحلال پر محمول کیا ہو۔ مگر ہم لوگ جو مدرسے کے پاس پڑوس کے رہنے والے ہیں خوب جانتے ہیں کہ مدرسہ الآن کما کان ہے، بلکہ میں سکریٹری کے حوصلے کو پہلے سے زیادہ وسیع اور ہمت کو زیادہ بلند پاتا ہوں کہ انہوں نے ایک دوائی خانہ کھول رکھا ہے اور دائی خانہ کھولنے کو ہیں مگر ع نفع مے جملہ بگفتی ضررش نیز بگو۔ ساری

خوبیاں ساری عمد گیاں متفرع ہیں فنڈ پر۔ ایک رنگ ہزار ڈھنگ۔ ہمارے عزیز دوست خان بہادر غلام محمد حسن خاں نے سکریٹری کی طرف سے رپورٹ پڑھ کر سنائی اور خوب منھ بھر کر چھ ہزار مدرسہ کی کائنات بتائی۔ اونٹ کے منہ میں زیرہ۔ بھلا اتنے میں کیا تو مدرسہ چلے کیا اسٹاف کو تنخواہ دی جائے کیا طلبہ کو وظائف وانعامات، کیا دوائی خانہ، کیا دائی خانہ ایک انار وصد بیمار۔ ضرور نہیں کہ جس کو دست شفا ہو اس کو دست غیب بھی ہو۔ یہ جنجال تو اکیلے حکیم جی کے بس کا نہیں۔ قوم ہی ایسے بوجھ اٹھایا کی ہے اور قوم ہی اٹھا بھی سکتی ہے، سو قوم کے دل میں تو ایسی گدگدی نہیں کہ بے مانگے دے۔ ناچار سید احمد خاں کی طرح دھرنا دے کر سر ہو کر مانگنا پڑے گا کہ یہی متعین طریقہ چندہ وصول کرنے کا ہے، مگر بڑی مشکل یہ ہے کہ حکیم صاحب مدرسہ طبیہ کے چلانے کا بیڑا تو اٹھا بیٹھے اور مانگنے کو عار پروفیشن سمجھتے ہیں پھر کام چلے تو کیسے چلے۔ یہ جتنا کچھ چلا اور چل رہا ہے یہ بھی صاحب ڈپٹی کمشنر کی توجہ کا طفیل ہے۔ شوخی معاف اتنی توجہ ہمارے درد کی دوا نہیں ہوسکتی ہے کہ برسویں دن آدھ گھنٹے کے لیے قدم رنجہ فرمایا جلسے کی صدارت کی رپورٹ سنی انعام تقسیم کیے تھینکس لیے رخصت کا ہار زیب گلو فرمایا چیرز ہوئے اور تشریف لے گئے۔ اے جناب قسمت سے آپ کو ہم جیسی رعایا ملی ہے کاہل جاہل غافل مفلس بیکس جو اس برتے پر نازاں ہے کہ لا دو ولدا دو لادنے والا ساتھ دو۔ ہم لوگ اتنا تو ضرور جانتے ہیں کہ ایڈورڈ ہفتم ہمارے بادشاہ ہیں مگر عملاً بقدر تعلق دہلی ہمارے لیفٹنٹ گورنر ہیں تو آپ ہیں وایسرائے ہیں تو آپ ہیں، بادشاہ ہیں تو آپ ہیں، کچھ جیب خاص سے دیجئے کچھ لوگوں سے کہہ سن کر دلوائیے کہ مدرسہ جلسے کے شایاں ہو اور جلسے جناب کی صدارت کے۔

مجھ کو مدرسہ طبیہ کے متعلق ایک بات اور بھی کہنی ہے کہ ان دنوں بنگالیوں نے سودیشی مومنٹ کے لیے بڑی شورش مچا رکھی ہے۔ میں ایسا خیال کرتا ہوں اور اس خیال سے خوش بھی ہوں کہ ابھی دلی کے بہت سے مسلمان سودیشی مومنٹ کے معنی بھی نہیں سمجھتے ہوں گے۔ سودیشی مومنٹ سنسکرت کے لفظ سودیشی اور انگریزی کے لفظ مومنٹ سے مرکب ہے۔ سودیشی کے معنی ہیں اپنے دیس (ہندوستان) کی پیداوار اور مومنٹ کے معنی ہیں تحریک۔ تو سودیشی مومنٹ کے معنی ہوئے، باشندگان ہندوستان کو اس بات کی ترغیب دینا کہ جو چیزیں ہندوستان میں پیدا ہوتی یا بنتی ہیں اُن ہی کو استعمال کیا کریں۔ یہ تدبیر اگر چل نکلے تو ملک کی بہبود اور فلاح، سودمندی اور خوش حالی کے لیے کفیل کافی ہے۔

ہندوستانیوں کے سر سے کسی قوم کسی مذہب کسی سرزمین کے ہوں عقل معاش سلب ہوگئی ہے اور اسی وجہ سے سوئی دھاگا، دیا سلائی، قینچی، مقراض، کپڑا ہر ضرورت کی چیز کے لیے دوسرے ملکوں کے دست نگر ہیں اور منھ پیٹ لپیٹنے کی جگہ ہے کہ ہندوستان کا خام پیداوار دوسرے ملکوں کو کھچا چلا جاتا ہے اور وہ لوگ اپنی ہنرمندی سے اس کو بنا سنوار کر خاطر خواہ داموں پر الٹا ہمارے سر مارتے ہیں۔ غرض باہر والے جونکوں کی طرح ہندوستان کو لپٹے ہوئے ملکی دولت کا خون چوسے لیے جارہے ہیں اور چونکہ باہر والے ہم ہی سے کما کما کر ہم سے زیادہ دولت مند ہو گئے ہیں۔ ہماری روزی تک ہم سے چھین کر لے جاتے ہیں زبردستی نہیں بلکہ لالچ دکھا کر ترسا کر ڈھا کر اور چونکہ یہ باتیں تمام اقوام کی اغراض مشترکہ ہیں اور اغراض بھی ہیں تو ضروری اور اضطراری۔ باشندہ ہندوستان کوئی فرد بشر کسی مذہب اور کسی قوم کا ہوا ایسا احمق ایسا مجنون ایسا دشمن کام نہیں ہوسکتا کہ سودیشی مومنٹ کا دل سے خواہان نہ ہو۔ ہندوستانی تو ہندوستانی میں کہتا ہوں کہ خود گورنمنٹ ایسی کورنمک نہیں ہوسکتی اور نہ اس کے حکام ایسے کورنمک ہوسکتے ہیں کہ جس درخت کے پھل کھائیں اُسی کو تروتازہ ہرا بھرا نہ دیکھ سکیں۔ بھولا سیدھا سادہ کسان جو دنیا کی اونچ نیچ کچھ نہیں سمجھتا وہ تک دودھ دینے والی گائے کی پرداخت میں کھلی سے بنولے سے سانی سے چارے سے کمی نہیں کرتا فکیف گورنمنٹ اور اس کے حکام ہندوستان کو خوش حال رکھنے کے لیے کوشش کا کوئی دقیقہ اٹھا رکھیں گے۔ یہ خیال کہ گورنمنٹ یا کوئی انگریز جو ہندوستان سے کسی نہ کسی طرح متمتع ہوتا ہے۔ سودیشی مومنٹ کے برخلاف ہے۔ لغو اور تہمت بے اصل اور کذب وافترائے ان بعض الظن اثم۔ مگر یہیں سے تو چار و ناچار قسمت اور تقدیر کا قائل ہونا پڑتا ہے کہ ایسی تو مفید تجویز رعایا اور گورنمنٹ دونوں محرک۔ بیٹھے بٹھائے تقسیم بنگالے کا مسئلہ بیچ میں کودا جس نے بنا بنایا کھیل بگاڑ دیا۔ اب بنگالی ہیں کہ بے ہتھیار کے بغاوت پر تلے ہوئے ہیں۔ کمزور مار کھانے کی نشانی۔ گورنمنٹ سودیشی مومنٹ کی طرف سے بدظن ہوگئی ہے۔ مسلمان بقول شخصے کہ مرغی کو تکلے کا گھاؤ۔ ایاز قدر خود و بشناس۔ سودیشی مومنٹ کی شرکت سے کانوں پر ہاتھ دھرتے ہیں۔ جاہل تو کہاں نہیں ہوتے۔ تعجب تو اُن لوگوں پر ہے جو باستحقاق صاحب الرائے مانے جاتے ہیں جیسے مثلاً آنریبل مسٹر گوکھلے۔ مسٹر گوکھلے کی میارے دل میں بڑی عظمت تھی مگر سودیشی مومنٹ والوں کی کارروائیاں دیکھ کر میں سچ کہوں کہ میں مسٹر گوکھلے سے بھی بدعقیدہ ہوگیا ہوں لفظ گوکھلے کے معنی تو مجھ کو اب تک معلوم نہیں کہ ذات کا نام ہے

یا گاؤں کا۔ مگر اب تو گو کھلے نہیں بلکہ کھو کھلے کہتا ہوں یعنی عقل مصلحت اندیش سے خالی۔

میں اس مرتبہ مدرسہ طبیہ کے سالانہ جلسے میں خاص کر اس وجہ سے اور بھی شریک ہوا کہ مجھ کو سودیشی کے خیال والوں کو یہ دکھانا منظور تھا کہ مدرسہ طبیہ بھی فی الاصل سودیشی مومنٹ ہے مگر اس میں اور دوسری سودیشی مومنٹوں میں فرق بیّن یہ ہے کہ یہ فرماں بردارانہ ہے اور وفادارانہ جو شایان شان رعایا ہے اور اسی لیے اس کے سرپرست اور صدر انجمن صاحب ڈپٹی کمشنر ہیں اور اگر یہ دوسری طرح کی سودیشی مومنٹ ہوتی تو پولیس انسپکٹر نے انعقاد جلسہ سے پہلے لوگوں کو منتشر کر دیا ہوتا۔

نظم از نتیجہ فکر جناب شیخ نور الٰہی صاحب سوداگر و میونسپل کمشنر دہلی

ابھی دو شعر لکھے ہیں یہ میں نے سرسری صاحب
یہ سالانہ ہے جلسہ اور ہشتم فروری صاحب
ادھر دیکھو یہ منصف اور تعصب سے بری صاحب
ہمارے ضلع کے صاحب ہیں حاکم ہمفری صاحب

اشعار جناب نواب شجاع الدین احمد خان صاحب رئیس دہلی

جو سچ پوچھیے تو عدالت میں ہے
یہ نوشیرواں کا جواب ہمفریؔ
جوانوں میں ہے یہ جواں شیر دل
سخاوت میں حاتم سے ہے برتری
ہے قانون انگلش وہ نوکِ زباں
پرکھتا ہے کھوٹا کھرا جوہری
شکایت کی حرف و حکایت نہیں
وہی بات کہتا ہے جو ہو کھری
سخن سنج ہے نکتہ رس نکتہ داں
وہ کون؟ آج عالم میں! آر ہمفری
دعا ہے یہ تاباںؔ کی وہ دن بھی آئے
کہ ہو ہمفریؔ لارڈ سالسبریؔ
یہ پودہ ہمیشہ اُبھرتا رہے
بلندی کرے سرو سے ہمسری
جو کچھ آپ نے رنجہ افزائی کی
ہر اک سر پہ احساں کی گٹھری دھری
یہ ہے طب یونانی کا نوجواں
الٰہی عطا کر اسے بہتری

اسپیچ عالیجناب صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر صدر انجمن

سکریٹری صاحب اور حاضرین:

لکچرار صاحب نے اپنے ایڈرس میں اس مدرسہ طبیہ کی بابت جو یہ بیان کیا ہے کہ یہ بھی سودیشی

کا نمونہ ہے اس امر سے مجھ کو بالکل اتفاق ہے بلکہ یہ مدرسہ سودیشی کی عمدہ سے عمدہ صورت کا ایک نمونہ ہے۔ یہ بالکل غلطی ہے کہ گورنمنٹ سودیشی موومنٹ کے برخلاف ہے، اُس صورت میں کہ جب اُس سے مراد ملکی صنعت وحرفت میں ترغیب دینا ہے۔ لیکن افسوس تو یہ ہے کہ بعض مقامات میں اس کے یہ معنی بوجہ اغراض پولیٹکل جو اس کے متعلق لگادیئے گئے ہیں بالکل پوشیدہ ہوگئے ہیں۔ مگر اس الزام سے مجھ کو اتفاق نہیں کہ سکریٹری صاحب نے بہت سے کام اپنے ذمہ لے لیے ہیں۔ اس لیے سب کام ادھورے رہنے کا خیال ہے۔ سکریٹری صاحب پر یہ الزام لگانا ٹھیک نہیں جو کچھ سکریٹری صاحب کر رہے ہیں نہایت قابل تعریف کام ہیں یہ کچھ ضرور نہیں کہ جو کام انسان شروع کرے وہ خود ہی پورا بھی کرے، یہ خدا کے اختیار ہیں آدمی کو کوشش کرنی چاہیے۔ حکیم صاحب کو جس قدر دلچسپی ہے وہ قابل قدر اور لائق شکر گزاری ہے، ان کے کاموں پر سب کو مبارکباد دینا مناسب ہے۔ میں ان کے کاموں کو پسند کرتا ہوں کہ ملک کی واسطے فائدہ پہنچاتے ہیں۔

دستخط

آر ہمفری صاحب بہادر ڈپٹی کمشنر دہلی

فہرست تقسیم انعام سہ سالہ مدرسہ طبیہ دہلی واقع ۸ر فروری ۱۹۰۶ء مطابق ۱۳ر ذی الحجہ ۱۳۲۳ھ

نمبر شمار	نام جماعت	نام طلبہ بقید سکونت	تمغہ و اسناد	انعامی
۱	اول بابت ۱۹۰۵ھ	بسم اللہ خاں ساکن بھوپال	تمغہ نقرہ منجانب پیرزادہ محمد حسین صاحب جج خفیفہ دہلی، سند منجانب مدرسہ	
۲	۔	مولوی عبدالمجید ساکن دہلی	ایضاً منجانب چوہدھری نبی جان صاحب تحصیل دار کیرانہ	
۳	۔	مولوی محمد احسن ساکن یوسف پور	تمغہ طلائی منجانب شیخ وحیدالدین صاحب رئیس میرٹھ	
۴	۔	حبیب السلام ساکن چاند پور	تمغہ طلائی منجانب منشی محمد کرم اللہ خاں صاحب، رئیس دہلی	

۵	٠	سید آل حسن ساکن چاند پور	تمغہ نقرہ منجانب نواب عبدالواجد علی خاں صاحب ممبر کونسل جے پور	تھرمامیٹر
۶	٠	پنڈت ہریرام ساکن ضلع انبار	بشرح صدر	
۷	٠	عبدالرزاق ساکن سہسپور ضلع بجنور	بشرح صدر	
۸	٠	حافظ امیر حسین دہلی	تمغہ طلائی منجانب نواب امین الرحمٰن خاں صاحب ساکن دہلی	تھرمامیٹر بیادگار تشریف آوری آف حضور
۹	٠	فقیر محمد ساکن جگرانوں	تمغہ نقرہ منجانب نواب عبدالواجد علی خاں صاحب ممبر کونسل جے پور	
۱۰	٠	محمد بشیر ساکن دہلی	بشرح صدر	
۱۱	٠	حکیم عبدالحمید خاں ساکن دہلی	تمغہ طلائی منجانب منشی محمد کرم اللہ خان صاحب رئیس دہلی	
۱۲	٠	حامد حسن ساکن کانپور	تمغہ نقرہ منجانب نواب عبدالواجد علی خاں صاحب ممبر کونسل جے پور	
۱۳	٠	محمد اسمٰعیل ساکن دہلی	بشرح صدر	
۱۴	٠	مولوی الہ دین ساکن ضلع شاہ پور	بشرح صدر	
۱۵	٠	غلام محمد ساکن غازی پور	ایضاً منجانب شاہ جنید عالم صاحب رئیس غازی پور	
۱۶	٠	عبدالسلام ساکن دہلی	تمغہ طلائی منجانب شمس العلماء مولوی نذیر احمد صاحب ایل ایل ڈی	

فہرست تقسیم انعام سہ سالہ مدرسہ طبیہ دہلی

واقع ۸/فروری ۱۹۰۶ء مطابق ۱۳/ذی الحجہ ۱۳۲۳ھ

نمبر شمار	نام جماعت	نام طلبہ بقید سکونت	تمغہ و اسناد	انعامی
۱	جماعت اول بابت ۱۹-۱۳۲۰ھ	بسم اللہ خاں، بھوپال	تمغہ نقرہ منجانب پیرزادہ محمد حسین صاحب جج خفیفہ دہلی، سند منجانب مدرسہ	
۲	،	مولوی عبدالمجید، دہلی	ایضاً منجانب چوہدھری نبی جان صاحب تحصیل دار کیرانہ	
۳	،	مولوی محمد احسن، یوسف پور	تمغہ طلائی منجانب شیخ منشی محمد کرم اللہ خاں صاحب رئیس دہلی	
۴	،	حبیب السلام، چاند پور	تمغہ طلائی منجانب شیخ وحیدالدین صاحب رئیس میرٹھ	
۵	،	سید آل حسن، چاند پور	تمغہ نقرہ منجانب نواب عبدالواجد علی خاں صاحب ممبر کونسل جے پور	تھرمامیٹر
۶	،	پنڈت ہریرام، ضلع انبالہ	بشرح صدر	
۷	،	عبدالرزاق، سہسپور ضلع بجنور	بشرح صدر	
۸	،	حافظ امیر حسین دہلی	تمغہ طلائی منجانب نواب امین الرحمٰن خاں صاحب ساکن دہلی	تھرما میٹر یادگار تشریف آوری آف حضور پرنس ویلز
۹	،	فقیر محمد، جگرانوں	تمغہ نقرہ منجانب نواب عبدالواجد علی خاں صاحب ممبر کونسل جے پور	

۱۰	〃	محمد بشیر، دہلی	بشرح صدر	
۱۱	〃	حکیم عبدالحمید خاں، دہلی	تمغہ طلائی منجانب منشی محمد کرم اللہ خان صاحب رئیس دہلی	
۱۲	〃	حامد حسن، کانپور	تمغہ نقرہ منجانب نواب عبدالواجد علی خاں صاحب ممبر کونسل جے پور	
۱۳	〃	محمد اسمعیل، دہلی	بشرح صدر	
۱۴	〃	مولوی الدین، ضلع شاہ پور	بشرح صدر	
۱۵	〃	غلام محمد، غازی پور	ایضاً منجانب شاہ جنید عالم صاحب رئیس غازی پور	
۱۶	〃	عبدالسلام، دہلی	تمغہ طلائی منجانب شمس العلماء مولوی نذیر احمد صاحب ایل ایل ڈی	

نمبر شمار	نام جماعت	نام طلبہ بقید سکونت	تمغہ و اسناد	انعامی
۱	جماعت اول بابت ۲۰-۱۳۲۱ھ	عبدالجبار خاں، پھلی بھیت	تمغہ نقرہ منجانب حکیم محمد حیات خان صاحب رئیس دہلی بیادگار صحت یابی عالیجناب حکیم محمد اجمل خاں صاحب، سند منجانب مدرسہ	علاج الامراض تھرمامیٹر
۲	〃	سید انوار حسین، بھوپال	تمغہ نقرہ منجانب آنریبل سرجان اسٹینلی صاحب بہادر چیف جسٹس ہائی کورٹ الہ آباد	علاج الامراض
۳	〃	عبدالرحیم داناپور	تمغہ نقرہ منجانب میر جمال الدین صاحب رئیس دہلی	ایضاً
۴	〃	محمد اسمعیل مظفر پور	تمغہ نقرہ منجانب نواب عبدالواجد علی خان صاحب ممبر کونسل جے پور	〃
۵	〃	مولوی عبدالحق راولپنڈی	بشرح صدر	تھرمامیٹر
۶	〃	محمد خلیل ضلع بستی	تمغہ نقرہ منجانب ڈپٹی محمد صاحب داد خان صاحب ناظم پاٹودی	〃

نمبر شمار	نام جماعت	نام طلبہ بقید سکونت	تمغہ واسناد	انعام
۷	〃	ضمیر احمد شیر کوٹ	تمغہ منجانب خان بہادر غلام محمد حسن خان صاحب بی اے وآنزیری مجسٹریٹ دہلی۔ سند منجانب مدرسہ	〃
۸	〃	محمد یونس رٹول	تمغہ نقرہ منجانب شمس العلماء منشی محمد ذکاء اللہ صاحب رئیس دہلی۔ سند منجانب مدرسہ	〃
۹	〃	حمید الدین خان رامپور، مرادآباد	تمغہ نقرہ منجانب نیاز محمد خان صاحب رئیس خورجہ	〃
۱۰	〃	محمد مبین خاں شاہجہاں پور	تمغہ نقرہ منجانب حکیم عبدالقادر صاحب رئیس شاہجہانپور۔ سند منجانب مدرسہ	〃
۱۱	〃	محمد کرم الحق، کرنال	تمغہ طلائی منجانب حکیم احمد سعید خان صاحب رئیس ومیونسپل کمشنر دہلی بیادگار تشریف آوری حضور پرنس آف ویلز	〃
۱۲	〃	مرغوب احمد، کرنال	تمغہ نقرہ منجانب رائے بہادر لالہ ہردھیان سنگھ رئیس دہلی	〃
۱۳	〃	حافظ نعمت اللہ "دینانگر	تمغہ وسند منجانب مدرسہ	〃
۱۴	〃	حافظ عزیز محمد، فتح پور ہسوہ	تمغہ طلائی منجانب مولوی ابومحمد عبدالحق صاحب مصنف تفسیر حقانی رئیس دہلی	علاج الامراض
۱۵	〃	امیر الدین، پٹنہ	تمغہ نقرہ وسند منجانب مدرسہ	〃
۱۶	〃	رفیق احمد، بریلی	ایضاً	〃
۱۷	〃	غلام حسن، گوجرانوالہ	ایضاً	〃
۱۸	〃	محمد ابراہیم ۔ضلع کرنال	ایضاً	〃

۱	اول بابت ۲۱-۱۳۲۲ھ	سید رضا حسین، سنبھل	تمغہ نقرہ منجانب نواب فیض احمد خان صاحب رئیس دہلی	〃
۲	〃	مقصود علی خاں، مراد آباد	تمغہ وسند منجانب مدرسہ	〃
۳	〃	قاری محمد ابراہیم، کرنال	ایضاً	〃
۴	〃	عبدالحلیم، ضلع پشاور	ایضاً	〃
۵	〃	محمد ظاہر، بلیا	ایضاً	〃
۶	〃	ولی الدین، بھاگلپور	ایضاً	〃
۷	〃	سید بشیر احمد، روڑکی	تمغہ منجانب خاں بہادر مولوی عبدالحامد صاحب مجسٹریٹ درجہ اول دہلی وسند منجانب مدرسہ	تھرمامیٹر
۸	〃	عظیم الدین، دہلی	سند منجانب مدرسہ و تمغہ طلائی منجانب سیٹھ بالمکند صاحب (جج) رئیس جے پور	〃
۹	〃	عبدالواحد خاں، غازیپور	تمغہ وسند منجانب مدرسہ	تھرمامیٹر

۱	بابت اول ۲۲-۱۳۲۳ھ	ظفریاب علی۔ نگینہ	رموز اعظم رسالہ ویدک	
۲	〃	محمد خلیل۔ اعظم گڑھ	〃 تحفۂ حامدیہ	
۳	〃	قمیش احمد۔ گنگوہ	〃	
۴	〃	انشاء اللہ خاں۔ بھوپال	قرابادین کبیر کامل	
۵	〃	فضیل احمد ساکن۔ بدایوں	تذکرہ داؤد انطاکی۔ مجربات ویدک	
۶	〃	عزیز الرحمٰن۔ کانپور	〃	

۱	دوم	ذاکر حسین، پیلی بھیت	حمیات قانون، معالجات نفیسی، تھرمامیٹر	
۲	〃	علی رضا خاں۔ دہلی	ایضاً	

۳	〃	صغیر احمد، سہارنپور	ایضاً	
۴	〃	رشید علی خاں، سکروڈہ ضلع سہارنپور	حمیات قانون، بحرالجواہر	
۵		محمد ظہور، آرا	حمیات قانون، مخزن المفردات، تحفہ حامدیہ	
۶	〃	شفیع اللہ خاں، میرٹھ	حمیات قانون، عجالہ نافعہ، اکسیرالبدن	
۷	〃	اکرام الدین، بہار	حمیات قانون، مجربات ویدک	
۱	سوم	سراج الدین، بہار	حمیات، بحرالجواہر	
۲	〃	عبدالصمد، حسن پور	حمیات، مخزن المفردات، تھرمامیٹر	
۳	〃	محمد رفعت، اعظم گڑھ	حمیات، مجربات ویدک، اکسیرالبدن	
۴	〃	حافظ نیاز احمد، منگلور	حمیات، مجربات ویدک	
۵	〃	عبدالحمید، ممبئی	حمیات، مجربات ویدک	
۶	〃	محمد سعید، چاچر	نفیسی، تھرمامیٹر	
۷	〃	غلام کبیر خاں، دہلی	معالجات نفیسی	
۸	〃	چمن پیر، ضلع شاہپور	نفیسی، تھرمامیٹر	
۱	چہارم	بہاءالدین، دہلی	نفیسی، تحفہ حامدیہ	
۲	〃	محمد کاظم ساکن بہار	موجز کلاں جدید	
۳	〃	عبدالحکیم، دہلی	اقصرائی، مجربات ویدک	
۴	〃	منیرالدین، پورنیہ	شرح جامی نظامی	
۵	〃	ذکیرالدین، مونگیر	حمیات قانون، تحفہ حامدیہ	
۶	〃	محمد نذیر خان، مرزاپور	اقصرائی، مجربات ویدک	
۷	〃	عبدالوہاب، دہلی	اقصرائی، مجربات ویدک	
۸	〃	جیوانند، ضلع انبالہ	اقصرائی، مجربات ویدک	
۹	〃	محمد جمیل، کاندھلہ	طب اکبر، کفایہ منصوری	

فہرست تقسیم انعام طلباء جماعت اول کامیاب شدہ امتحان سالانہ

بابت سال پانزدہم ۲۰-۱۳۲۱ھ

۱	عبدالجبار	پیلی بھیت	۶۰۰	۵۲۱	اول	علاج الامراض، تھرمامیٹر	
۲	سید انوار حسین	بھوپال	"	۴۵۸	دوم	"	
۳	عبدالرحیم	داناپور	"	۴۵۳	"	"	
۴	محمد اسمٰعیل	مظفرپور	"	۴۳۰	"	"	
۵	عبدالحق	راولپنڈی	"	۴۱۸	"	"	
۶	محمد خلیل	ضلع بستی	"	۳۴۸	"	"	
۷	ضمیر احمد	شیرکوٹ	"	۳۴۷	"	"	
۸	محمد یونس	رٹول	"	۳۴۳	"	"	
۹	حمید الدین خاں	رام پور	"	۳۴۱	"	"	
۱۰	محمد مبین خاں	شاہجہانپور	"	۳۳۲	"	"	
۱۱	مجیب الرحمٰن	ضلع پٹنہ	"	۳۲۲	"		
۱۲	محمد کرم الحق	کرنال	"	۳۲۰	"	علاج الامراض	
۱۳	مرغوب احمد	"	"	۳۱۷	"	"	
۱۴	حافظ نعمت اللہ	دینانگر	"	۳۱۴	اول	"	
۱۵	سراج الحسن	الہ آباد	"	۲۸۱	سوم		
۱۶	محمد ابراہیم	ضلع کرنال		۲۷۶	"	علاج الامراض	
۱۷	حافظ عزیز محمد	فتح پور ہسوہ	"	۲۷۵	"	"	
۱۸	امیر الدین	ضلع پٹنہ	"	۲۶۶	"	"	

۱۹	رفیق احمد	بانس بریلی	"	۲۹۳	"	"	ایک نمبر رعایتی دیکر پاس کیا
۲۰	غلام حسن	گوجرانوالہ	"	۲۶۷	"		۳ نمبر بشرح صدر

جماعت دوم مدرسہ طبیہ دہلی

۱	بشیر احمد	روڑکی	۴۰۰	۲۵۸	دوم		
۲	مقصود علی خاں	مرادآباد	"	۲۴۳	"		
۳	سید رضا حسین	سنبھل	"	۲۴۳	"		
۴	محمد ابراہیم	ضلع ہزارہ	"	۲۳۵	"		
۵	ولی الدین	بھاگلپور	"	۲۲۷	"		
۶	عظیم الدین	دہلی	"	۱۸۸	سوم		
۷	محمد ظاہر	ضلع بلیا	"	۱۸۴	"		
۸	عبدالواحد خاں	غازیپور	"	۱۵۳	"		
۹	عبدالحلیم	پشاور	"	۱۶۸	"		
۱۰	قاری محمد ابراہیم	کرنال	"	۱۵۴	"		
۱۱	افضال حسین	بہار	"	۱۵۳	"		

جماعت سوم مدرسہ طبیہ دہلی

۱	عزیز الرحمٰن	کانپور	۴۰۰	۲۸۷	دوم		
۲	محمد ابراہیم	بھیرہ	"	۲۶۵	"		
۳	سراج الدین	ضلع بہار	"	۲۶۵	"	حمیات قانون۔ بحر الجواہر	
۴	ابوالحسن	،	"	۲۵۷	"		
۵	قمیش احمد	گنگوہ	"	۲۵۴	"		
۶	عبدالحکیم	چرکھاری	"	۲۳۹	"		

۷	انشاءاللہ خاں	بھوپال	〃	۲۳۵	〃		
۸	اعتصام الدین	دہلی	〃	۲۲۶	〃		
۹	صغیر احمد	سہارنپور	〃	۲۰۸	〃		
۱۰	واجد علی	اناؤ	〃	۱۹۹	〃		

جماعت چہارم مدرسہ طبیہ دہلی

۱	عبدالحمید	بمبئی	۲۰۰	۷۵	دوم		
۲	بہاءالدین	دہلی	〃	۶۰	〃	نفیسی، تحفہ حامدیہ	
۳	شرام	روپڑ	〃	۵۵	〃		
۴	محمد سعید	کیرانہ	〃	۵۰	〃		
۵	محمد کاظم	بہار	〃	۵۰	〃	موجز کلاں جدید	
۶	عبدالحکیم	دہلی	〃	۴۰	سوم	اقصرائی، مجربات ویدک	
۷	منیر الدین	پورنیہ	〃	۸۰	دوم	شرح ملاجامی	فریق دوم
۸	عبدالرحمٰن	کرنال	〃	۵۵	〃		

جماعت تعلیم مبادی متعلق مدرس دوم

۱	ولی الدین	بھاگلپور	۱۵۰	۱۰۵	درجہ دوم		
۲	عبدالحلیم	پشاور	〃	۹۵	〃		
۳	افضال حسین	بہار	〃	۸۵	〃		
۴	بشیر احمد	روڑکی	〃	۳۵	〃		
۵	ولایت حسین	ٹانڈہ	〃	۲۵	سوم		

جماعت تعلیم مبادی متعلق مدرس سوم

۱	محمد ابراہیم	کرنال	۱۰۰	۸۵	اول		
۲	محمد ابوالحسن	بہار	〃	۶۵	دوم		

۳	بشیراحمد	روڑکی	״	۵۵	״		
۴	عظیم الدین	دہلی	״	۳۷	سوم		

جماعت تعلیم مبادی متعلق مدرس چہارم

۱	عبدالواحد خاں	غازی پور	۱۵۰	۹۰	دوم		
۲	عبدالحمید	علاقہ بمبئی	״	۳۰	״		
۳	قمیش احمد	گنگوہ	۵۰	۳۰	״		
۴	محمد کاظم	بہار	״	۳۰	״		
۵	منیرالدین	پورنیہ	״	۳۰	״		
۶	عبدالرحمن	کرنال	״	۳۰	״		

جماعت ڈاکٹری فریق اول

۱	حافظ امیر حسن	دہلی	۲۰۰	۱۶۰	دوم		
۲	محمد اسمٰعیل	مظفرپور	״	۱۳۰	״		
۳	محمد خلیل	ضلع بستی	״	۱۲۵	״		
۴	انوار حسین	بھوپال	״	۱۱۵	״		
۵	سعیدالدین	پٹپن	״	۱۰۹	״		
۶	آل حسن	چاندپور	״	۹۰	سوم		

جماعت ڈاکٹری فریق دوم

۱	محمد خلیل	ضلع بستی	۱۰۰	۷۵	دوم		
۲	انوار حسین	بھوپال	״	۴۰	״		
۳	محمد اسمعیل	مظفرپور	״	۳۵	سوم		
۴	عبدالجبار	پیلی بھیت	״	۵۵	دوم		فریق دوم
۵	عبدالحق	راولپنڈی	״	۴۴	سوم		
۶	عبدالواحد خاں	غازیپور	״	۳۶	سوم		

۷	محمد یونس	رتول		۸۰	اول		فریق سوم
۸	محمد ابراہیم	بھیرہ		۷۵	دوم		

فہرست تقسیم اسناد و تمغہ جات طلبائے کامیاب شدہ

سال پانزدہم بابت ۲۱-۱۳۲۲ ہجری

نمبر شمار	نام طلبہ	سکونت	تفصیل انعام	کیفیت
۱	عبدالجبار خاں	پیلی بھیت	تمغہ نقرہ منجانب حکیم محمد حیات خان صاحب رئیس دہلی بیادگار صحت یابی جناب حکیم محمد اجمل خاں صاحب، سند منجانب مدرسہ	
۲	سید انوار حسین	بھوپال	تمغہ نقرہ منجانب آنریبل سر جان اسٹیلی صاحب بہادر چیف جسٹس ہائی کورٹ الہ آباد، سند منجانب مدرسہ	
۳	عبدالرحیم	داناپور	تمغہ نقرہ منجانب میر جمال الدین صاحب رئیس دہلی و سند منجانب مدرسہ	
۴	محمد اسمعیل	مظفر پور	تمغہ نقرہ منجانب نواب عبدالواجد علی خاں صاحب ممبر کونسل ریاست جے پور و سند منجانب مدرسہ	
۵	عبدالحق	راولپنڈی	ایضاً	
۶	محمد خلیل	ضلع بستی	تمغہ نقرہ منجانب ڈپٹی محمد صاجبداد خانصاحب بہادر اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر دہلی رئیس خورجہ، سند منجانب مدرسہ	
۷	ضمیر احمد	شیر کوٹ	تمغہ منجانب خان بہادر غلام محمد حسن خانصاحب بی اے آنریری مجسٹریٹ و میونسپل کمشنر دہلی سند منجانب مدرسہ	

۸	محمد یونس	رٹول	تمغہ منجانب شمس العلماء منشی محمد ذکاء اللہ صاحب رئیس دہلی، سند منجانب مدرسہ	
۹	حمید الدین خاں	رام پور	تمغہ منجانب نیاز محمد خان صاحب رئیس خورجہ، سند منجانب مدرسہ	
۱۰	محمد مبین خاں	شاہجہانپور	تمغہ منجانب حکیم عبد القادر صاحب رئیس شاہجہاں پور، سند منجانب مدرسہ	
۱۱	مجیب الرحمٰن	ضلع پٹنہ		مطب نہیں کیا
۱۲	محمد کرم الحق	کرنال	تمغہ طلائی منجانب حکیم احمد سعید خان صاحب وسند منجانب مدرسہ	
۱۳	مرغوب احمد	ایضاً	تمغہ نقرہ منجانب رائے بہادر لالہ ہردھیان سنگھ صاحب رئیس دہلی وسند منجانب مدرسہ	
۱۴	حافظ نعمت اللہ	دینا نگر	تمغہ نقرہ وسند منجانب مدرسہ طبیہ	
۱۵	سراج الحسن	الہ آباد		مطب نہیں کیا
۱۶	محمد ابراہیم	ضلع کرنال	تمغہ وسند منجانب مدرسہ	
۱۷	حافظ عزیز احمد	فتحپور ہسوہ	تمغہ طلائی منجانب مولوی ابو محمد عبد الحق صاحب مصنف تفسیر حقانی رئیس دہلی، سند منجانب مدرسہ	
۱۸	امیر الدین	پٹنہ	تمغہ وسند منجانب مدرسہ	
۱۹	رفیق احمد	بانس بریلی	بشرح صدر	
۲۰	غلام حسن	گوجرانوالہ	بشرح صدر	

فہرست تقسیم انعام طلبائے جماعت اول مدرسہ طبیہ دہلی

بابت سال پانزدہم ۲۱-۱۳۲۲ ہجری

۱	سید رضا حسین	سنبھل	۶۰۰	۳۴۹	دوم	
۲	مقصود علی خاں	مراد آباد	〃	۳۴۲	〃	
۳	قاری محمد ابراہیم	کرنال	〃	۲۶۲	سوم	
۴	ولی الدین	بھاگلپور	〃	۲۶۸	〃	۳ نمبر رعایتی دے کر پاس ہوئے
۵	بشیر احمد	رڑکی	〃	۲۶۲	〃	
۶	عبدالحلیم	پشاور	〃	۲۵۸	〃	
۷	عظیم الدین	دہلی	〃	۲۵۸	〃	
۸	محمد ظاہر	بلیا	〃	۲۵۷	〃	
۹	عبدالواحد خاں	غازیپور	〃	۲۴۹	〃	

جماعت دوم مدرسہ طبیہ دہلی

۱	فقیر محمد	جاورہ	۴۰۰	۳۰۵	دوم		
۲	قمیش احمد	گنگوہ	〃	۲۹۵	〃		
۳	فضیل احمد	بدایوں	〃	۲۶۵	〃		
۴	عبدالحی	بلیا		۲۴۵	〃		مدرسہ چھوڑ دیا
۵	عزیز الرحمٰن	کانپور		۲۴۰	〃		
۶	ذاکر حسین	پیلی بھیت	〃	۲۴۰	〃	حمیات قانون، معالجات نفیسی، تھرمامیٹر	

۷	انشاء اللہ خاں	بھوپال	〃	۲۱۷	〃		
۸	علی رضا خاں	دہلی	〃	۲۱۵	〃	حمیات قانون، معالجات نفیسی	
۹	ضمیر احمد	سہارنپور	〃	۲۰۵	〃	〃 〃	
۱۰	واجد علی	اناؤ	〃	۲۰۵	〃		
۱۱	محمد خلیل	اعظم گڑھ	〃	۲۰۵	〃		مدرسہ چھوڑ دیا
۱۲	خلیل الرحمٰن	کانپور	〃	۱۹۲	سوم		
۱۳	محمد عبداللہ	کرانچی	〃	۱۹۰	〃		مدرسہ چھوڑ دیا
۱۴	محمد سلیمان	فیروزپور	〃	۱۷۰	〃		〃

جماعت سوم مدرسہ طبیہ دہلی

۱	عبدالصمد	حسن پور	۴۰۰	۲۹۶	دوم	حمیات قانون، مخزن المفردات، تھرمامیٹر	
۲	محمد رفعت اللہ	اعظم گڑھ	〃	۲۸۶	〃	حمیات قانونجربات ویدک، اکسیر البدن	
۳	رشید علی خان	سکروڈہ	〃	۲۸۵	〃		
۴	حافظ نیاز احمد	منگلور	〃	۲۸۳	〃	حمیات قانون، مجربات ویدک	
۵	محمد شفیع اللہ خاں	میرٹھ	〃	۲۵۵	〃		
۶	محمد الدین	گورداسپور	〃	۲۳۴	〃		
۷	امیر الدین	احمد آباد	〃	۲۲۳	〃		

۸	ابومحمد عبدالحمید	بمبئی	〃	۲۰۹	〃	حمیات قانون، مجربات ویدک	
۹	فضل کریم	ضلع گیا	〃	۲۰۹	〃		
۱۰	عرفان الحق	ضلع مظفرنگر	〃	۲۰۳	〃		مدرسہ چھوڑ دیا
۱۱	محمد بخش	آگرہ	〃	۱۹۹	〃	سوم	
۱۲	عبدالجبار	داناپور	〃	۱۹۴	〃		
۱۳	محمد ظہیر	غازی پور	〃	۱۷۹	〃		
۱۴	محمد الیاس	جھانسی	〃	۱۶۸	〃		
۱۵	شبیر احمد	کناوہ	〃	۱۶۳	〃		
۱۶	بدیع الزماں	کلکتہ	〃	۱۵۹	〃		
۱۷	ظہیرالدین	کاٹھ	〃	۱۵۷	〃		
۱۸	طفیل احمد	خورجہ	〃	۱۴۸	〃		
۱۹	محترم الدین	دہلی	〃	۱۴۸	〃		
۲۰	محمد ابراہیم	جلال آباد	〃	۱۳۸	〃		

جماعت چہارم مدرسہ طبیہ دہلی

۱	غلام صابر	ضلع سہارنپور	۱۰۰	۷۰	دوم		
۲	ذکیرالدین	مونگیر	〃	۶۶	〃	حمیات قانون۔تحفہ حامدیہ	
۳	ضمیرالدین	تھانہ بھون	〃	۶۵	〃		
۴	منیرالدین	پورنیہ	〃	۶۰	〃		
۵	محمد حنیف	ضلع آرا	〃	۶۰	〃		مدرسہ چھوڑ دیا
۶	ٹیکارام	بلندشہر	〃	۳۴	سوم		

۷	عبدالعزیز	ہوشیار پور	"	۳۴	"		انتقال ہوگیا
۸	غلام کبیر خاں	دہلی	"	۵۵	دوم		فریق دوم
۹	عبدالوہاب	"	"	۳۴	سوم		

طلبائے فریق دوم ڈاکٹری

۱	عبدالجبار	پیلی بھیت	۱۰۰	۴۰	سوم		
۲	محمد اسماعیل	مظفر پور	"	۳۸	"		
۳	عبدالحق	راولپنڈی	"	۳۸	"		
۴	بشیر احمد	رڑکی	"	۵۴	دوم		فریق دوم
۵	بدیع الزماں	کلکتہ	"	۵۰	"		
۶	فضل کریم	ضلع گیا	"	۳۴	سوم	تھرمامیٹر	

مدرسہ طبیہ وشفاخانہ زنانہ دہلی

کے

پہلے سالانہ جلسے

کی

رپورٹ

جو

۱۶/اپریل ۱۹۱۰ء کو بصدارت عالی جناب معلٰی القاب ہز ہائنس نواب احمد علی خاں صاحب بہادر بالقابہ والیٔ ریاست مالیر کوٹلہ، دہلی میں منعقد ہوا

حسب فرمائش انجمن طبیہ دہلی۔ بتاریخ ۳۰/اکتوبر ۱۹۱۰ء عیسوی
مولوی محمد عبدالاحد صاحب کے مطبع مجتبائی دہلی میں چھپی

ہزآنرسرلوئی ڈین صاحب بہادر لفٹیننٹ گورنر پنجاب کی خاتون محترم کی رائے، بعد معائنہ مدرسہ

یکم فروری ۱۹۱۰ء کو حضور لیڈی ڈین صاحبہ نے مدرسہ طبیہ شفاخانہ زنانہ کو ملاحظہ فرمایا اور حسب ذیل رائے آپ نے ترقیم فرمائی:-

''میں نے دائیوں کے اِس مدرسہ کا سال گزشتہ میں افتتاح کیا تھا اور بڑی خوشی کی بات ہے کہ دوبارہ اس کا معائنہ کرتی ہوں۔ میری رائے ہے کہ چھ طالبات جو یہاں پر ہیں۔ عقلمندی میں اوسط درجہ سے زیادہ ہیں۔ اُن کی جسمانی صفائی اور اُن کے کمروں کی ستھرائی کو دیکھ کر میں نہایت محظوظ ہوئی ہوں۔ میرے خیال میں تعداد ابھی کم ہے۔ لیکن شروع میں اتنا ہی ہونا بھی اچھا ہے۔ میں یقین کرتی ہوں کہ بہت جلد یہ مدرسہ ہر دلعزیز ہو جائے گا۔ ہسپتال میں بہت اچھا کام ہو رہا ہے۔ تین ہزار سے زیادہ مریضات کا اِس میں علاج ہوا ہے''۔

دستخط

ایڈیتھ ڈین

مدرسہ طبیہ زنانہ وشفاخانہ زنانہ دہلی کا

پہلا سالانہ جلسہ

بہ افضال الٰہی مدرسہ طبیہ زنانہ وشفاخانہ زنانہ کا پہلا سال خیر وخوبی کے ساتھ ختم ہوا۔ اگرچہ ایک سال کی مدت کوئی بڑی مدت نہیں ہے۔ جس سے بڑے نتائج کی توقعات وابستہ ہوسکیں۔ مگر اس مدرسہ کے محترم بانی کا خلوص اور اُن کی پیہم کوششیں اور ملک کی وہ اہم ضرورت، جسے پورا کرنے کو مدرسہ طبیہ زنانہ قائم ہوا۔ یہ چیزیں بے اثر نہیں ہیں اور فی نفسہ وقار رکھتی ہیں۔ چنانچہ بھی خواہانِ ملک نے دیکھ لیا کہ قلیل مدت میں کیا کچھ ہو چکا، اور آئندہ کیا کچھ ہونے کی امیدیں ہیں۔

تھوڑا عرصہ ہوا کہ جناب حاذق الملک کے خیالات کی اہمیت صرف کاغذ پر جھلک رہی تھی، مگر الحمدللہ کہ آج ان کے خیالات نے عملی شکل اختیار کرلی ہے۔ لوگ تعجب کرتے تھے کہ حاذق الملک اس عظیم کام کے لیے وقت اور فرصت کہاں سے لائیں گے؟ کیونکہ وہ جانتے تھے کہ مستقل اور مہتم بالشان خدمات خلق اُن کی ذات سے وابستہ ہیں اور یہ خدمات ایک غیر معمولی انہماک میں اُن کو مصروف رکھتی ہیں لیکن وقت کا صحیح استعمال اور لیاقت، ان سے ہر ایک مشکل آسان ہوسکتی ہے اور اسی قوتِ عظیم سے حاذق الملک نے اس مشکل کو آسان بنایا اور ضیق فرصت کے باوجود کام کر دکھایا۔

ابتدائی اسکیم میں یہ مدرسہ ''مدرسہ دایاں'' کے نام سے موسوم تھا اور افتتاح کے بعد کچھ عرصہ تک وہ اسی نام سے مشہور رہا۔ لیکن اس لفظ نے اُس کی عظمت کا مفہوم چھپا دیا تھا۔ گوفنِ طب ایک شریف اور معزز فن ہے اور لڑکیوں کو اسی شریف اور معزز فن کی تعلیم دینا اِس مدرسہ کا مقصد تھا مگر ''دائی'' کے لفظ سے لوگوں کا ذہن اُس پیشہ کی طرف منتقل ہو جاتا تھا جو موجودہ دائیوں سے منسوب ہے اور ایک مبتذل پیشہ سمجھا جاتا ہے۔ یہ غلط فہمی اندیشہ پیدا کرتی تھی کہ لوگوں کو اِس مدرسہ کے فوائد حاصل کرنے سے تذبذب میں نہ ڈالے۔ اس لیے اس مدرسہ کی انجمن نے اس پر غور کی اور آخر مدرسہ طبیہ زنانہ اِس

مدرسہ کا نام رکھا گیا۔ جس سے اُس کے کام اور نام میں پوری مناسبت قائم ہوگئی۔

اس مدرسہ کے نام کو اس کے کام کے مطابق بنانے کے علاوہ اس امر کی پیہم کوششیں برابر جاری ہیں کہ اس کا کام اس کے نام کے شایانِ شان انجام کو پہنچایا جائے، جس کا یہ نتیجہ ہوا کہ مدرسہ اور شفاخانہ نے باوجودیکہ وہ ابھی زندگی کی ابتدائی منزل میں ہے، معقول کامیابی حاصل کی۔ اور مناسب معلوم ہوا کہ پہلا سالانہ جلسہ کیا جائے تاکہ ہمدردانِ ملک اس طبّی خدمت کی اصلی حیثیت اور وقعت کا اندازہ کرلیں اور اس کی موجودہ کامیابی کو دریافت کرکے مسرور ہوں۔

یہ مدرسہ صرف دہلی یا صوبہ پنجاب کے فوائد تک محدود نہیں ہے بلکہ اسے تمام ہندوستان کے بہتر طبّی اغراض سے تعلق ہے۔ غالباً ہندوستان میں یہ پہلا زنانہ طبّی مدرسہ ہے۔ جہاں لڑکیوں کو یونانی ڈاکٹری اور ویدک کی تعلیم دی جاتی ہے اور انہیں اس قابل بنانے کی کوشش کی جاتی ہے کہ وہ اپنی جنس کی دشوار اور نازک طبّی ضرورتوں کو عمدگی کے ساتھ پورا کرسکیں۔

اس مدرسہ نے تعلیمِ نسواں کی ایک مفید شاخ کو لے لیا ہے اور پردہ کے ساتھ لڑکیوں کو طبّی تعلیم دینے کا انتظام اپنے ذمہ لیا ہے۔ اس لیے وہ تمام بھی خواہانِ وطن کی ہمدردی کا استحقاق رکھتا ہے، جو طبقۂ نسواں تک علم کی روشنی پہنچانی چاہتے اور اُن کی اُس دردناک مصیبت کا انسداد کرنے کی خواہش رکھتے ہیں جو اُن کو طبّی امداد میسر نہ آنے سے برداشت کرنی پڑتی ہے۔ تھوڑا سا غور کرنے کے بعد اس کام کے فوائد اور اِس کی ضرورت کو تمام اصحاب اچھی طرح ذہن نشین کرسکتے ہیں۔

ابتدائی حالت میں مقتدر بزرگانِ وطن کی سرپرستی کا اس مدرسہ کو حاصل ہوجانا نہ صرف اِس کی خوش قسمتی بلکہ اِس کی عظمت واہمیت اور ضرورت کا ثبوت ہے۔ امید ہے کہ اِس رپورٹ کو دیکھ کر تمام دردمندانِ ہند کو اس کی کامیابی کی کوشش میں حصہ لینے پر آمادگی ہوگی۔

گو جناب حاذق الملک کی روزانہ زندگی کے تمام اوقات معمور ہیں، لیکن اب تک جو کچھ ہوا وہ تمام تر انہیں کی مساعئ جمیلہ کا ثمرہ ہے۔ اگر وہ اس مدرسہ کی ترقی کے لیے ہمہ تن مصروف ہوسکتے تو صرف ایک سال میں یہ مدرسہ ترقی کا بلند پایہ حاصل کرلیتا۔ لیکن وہ خدماتِ خلق جو جناب حاذق الملک کے غیر معمولی اور مستقل انہماک کا سبب ہیں نہ قابلِ التوا ہیں نہ ملک ان کا التوا گوارا کرسکتا ہے۔ وہ موجودہ حالت میں زیادہ سے زیادہ وقت جو اس مدرسہ کو دے سکتے ہیں اُس کو مدرسہ سے

دریغ نہیں رکھتے۔ رفتہ رفتہ اُن کی انہیں کوششوں کے بڑے نتیجے پیدا ہو سکتے ہیں، اور یقین ہے کہ پیدا ہوں گے۔ لیکن مُلک کی ضروریات کا تقاضا یہ ہے کہ چند سال میں اس مدرسہ کا سرمایہ پورا کر دیا جائے اور اسے ہر حیثیت سے اعلیٰ اور مکمل بنا دیا جائے۔ اس لیے تمام ہمدردانِ وطن سے درخواست ہے کہ اِس مہتم بالشان طبّی خدمت کا جو تمام ملک سے علاقہ رکھتی ہے۔ اُس کی اصلی حیثیت میں اندازہ کریں اور اِس نیک کام میں جو مدد دے سکتے ہیں اُسے دریغ نہ رکھیں۔ ملکی پریس سے توقع ہے کہ وہ اس کارِ خیر میں نمایاں دلچسپی اور شوق سے حصہ لے گا۔

اس مدرسہ کے سالانہ جلسہ کی کیفیت اور اس کی سالِ تمام کی رپورٹ پبلک کے لیے اِس غرض سے شائع کی جاتی ہے کہ ہمدردان ملک اِس مدرسہ کی حالتِ واقعی سے باخبر ہو جائیں، جو بلا امتیازِ مذہب وملت تمام اہلِ ہند کی اہم طبّی ضرورت کو پورا کرنے کے لیے قائم کیا گیا ہے۔

جلسہ کی کیفیت:

اِس بیانِ ضروری کے بعد اب مدرسہ طبیہ زنانہ وشفاخانہ زنانہ کے جلسہ سالانہ کے حالات لکھے جاتے ہیں۔

جلسہ کے لیے یہ ضروری سمجھا گیا تھا کہ مردوں اور عورتوں کے بہ تفاوتِ اوقات ایک ہی دن میں دو علیحدہ علیحدہ جلسے کیے جائیں۔ چنانچہ ۱۶/اپریل ۱۹۱۰ء کو مکانِ مدرسۂ شفاخانہ (واقع محلہ چوڑی والاں) میں یہ دونوں جلسے منعقد ہوئے۔

مردانہ جلسہ:

مردانہ جلسہ کی صدارت از راہِ مہربانی عالی جناب ہز ہائنس نواب احمد علی خاں صاحب بہادر بالقابہ فرماں روائے ریاست مالیر کوٹلہ نے قبول فرمائی۔ ہز ہائنس ایک روشن خیال والیٔ ملک ہیں اور نہ صرف اپنی رعایا کے سود و بہبود سے خاص شوق وشغف ظاہر فرماتے رہتے ہیں بلکہ رفاہ عام کے جو کام ان کی ریاست کے علاوہ ہو رہے ہیں، اُن سے بھی دلچسپی رکھتے ہیں۔ چنانچہ آپ اس مدرسہ وشفاخانہ کے پیٹرن (سرپرست) ہیں۔

اس جلسہ کو کامیاب اور بارونق بنانے کے لیے منتظمین نے پوری پوری کوشش کی شفاخانہ کے مکان میں مردانہ جلسہ قرار پایا تھا، جسے سلیقہ کے ساتھ آراستہ کیا گیا تھا۔ صدر دالان کے آگے بڑا چبوترہ

ہے اور صحنِ مکان ایک وسیع میدان ہے۔ چبوترہ اور صحن کے بڑے حصہ پر شامیانے نصب کیے گئے تھے تاکہ تمازتِ آفتاب کو دور رکھیں۔ چبوترے پر خوبصورت اسٹیج بنایا گیا تھا، جس پر دو طلائی اور نقرئی کرسیاں صدر میں نصب کی گئی تھیں۔ چبوترہ کے دائیں بائیں ممبرانِ مدرسہ رؤسا اور معززین کے لیے کرسیاں تھیں اور چبوترہ کے سامنے میدان میں عام شرکائے جلسہ کے لیے بہت سی کرسیاں بچھائی گئی تھیں۔ جلسہ گاہ کی کٹہرے سے حد بندی کی گئی تھی اور اُس کے برابر گملے رکھے گئے تھے جو نظر کو طراوت اور دماغ کو فرحت دیتے تھے۔ جلسہ گاہ کو پتیوں اور بیلوں سے خوب صورتی سے آراستہ کیا گیا تھا۔ صدر دروازہ کو بھی سبز پتوں سے سجایا گیا اور اُس پر ایک خوب صورت پردہ آویزاں کیا گیا تھا جس پر مدرسہ اور شفاخانہ کا نام نستعلیق حروف میں لکھا ہوا تھا۔

جلسہ سے دو روز پہلے جناب حاذق الملک پریسیڈنٹ انجمن مدرسہ ہٰذا کی طرف سے دعوتی کارڈ شہر میں تقسیم کیے گئے اور ٹھیک آٹھ بجے جو جلسہ کا وقت تھا، شرکاء کی جن میں شہر کے ہندو اور مسلمان رؤساء و معززین اور بہت سے شائقین تھے آمد شروع ہوگئی۔ ہز ہائنس کا پروگرام یہ تھا کہ وہ نو بجے دن کے دہلی تشریف لائیں گے، لیکن اتفاقیہ ٹرین مِس ہوجانے کی وجہ سے یہ پروگرام بدل گیا اور مراسلۂ برق نے اطلاع دی کہ ہز ہائنس گیارہ بجے ورود فرمائے دہلی ہوں گے۔

جناب کرنل ڈاکٹر ڈیوڈسن صاحب نے جلسہ میں دو گھنٹہ کی تاخیر دیکھ کر رخصت چاہی اور رخصت ہونے سے قبل اُنہوں نے کھڑے ہوکر اُردو میں تقریر فرمائی۔ جس کا اقتباس ذیل میں درج ہے۔

تقریر کرنل ڈیوڈسن صاحب بہادر سول سرجن دہلی:

> ''پردہ نشین مستورات کا علاج صرف نبض دیکھ کر بہت ہی دشوار ہے اور اس وجہ سے نہ صرف مریضات کو بلکہ ہم کو بہت دقت کا سامنا ہوتا ہے۔ یہ مدرسہ مستورات کی ایک حقیقی ضرورت کو پورا کرنے کی غرض سے قائم کیا گیا ہے اور میں خوش ہوں کہ یہ ترقی کر رہا ہے اور اس پر میں حاذق الملک کو مبارکباد دیتا ہوں۔''

کچھ دیر کے بعد ہز ہائنس تشریف لائے۔ جناب حاذق الملک بہادر اور چند اور معززین نے ریلوے اسٹیشن پر ہز ہائنس کا استقبال کیا اور صدر دروازے پر ممبران انجمن مدرسہ اور دوسرے معزز

اصحاب نے ہز ہائنس کا خیر مقدم کیا۔ ہز ہائنس کے ہمراہ مندرجہ ذیل ممبران اسٹاف بھی تشریف لائے۔

جنرل سردار مہر محمد خاں صاحب بہادر مشیر فوج مالیر کوٹلہ

کرنل اوصاف علی خاں صاحب کمانڈنگ آفیسر امپیریل سروس مالیر کوٹلہ

ڈاکٹر جوالا ناتھ صاحب رائے بہادر اسٹیٹ سرجن مالیر کوٹلہ

جناب عاشق حسین صاحب چیف انجینئر مالیر کوٹلہ

صاحب زادہ ممتاز علی خاں صاحب مصاحب مالیر کوٹلہ

جناب فجن خاں صاحب رسالدار مالیر کوٹلہ

جناب علی محمد خاں صاحب پسر نٹنڈنٹ پولیس مالیر کوٹلہ

ہز ہائنس کے کرسیِ صدارت پر رونق افروز ہونے کے بعد شیخ عطاء اللہ صاحب بی اے سکریٹری نے سالانہ رپورٹ پڑھی۔ اِس کے بعد جناب نواب سراج الدین احمد خاں صاحب جاگیردار لوہارو نے ایک نظم سنائی۔ پھر ہز ہائنس کھڑے ہوئے اور آپ نے ایک مختصر برجستہ اور ماقل ودل تقریر ارشاد فرمائی (جو آگے درج ہے) ہز ہائنس کے بعد جناب حاذق الملک بہادر نے کھڑے ہوکر مختصر اور دلنشیں الفاظ میں ہز ہائنس کا جلسہ کی صدارت قبول فرمانے اور اس گرم وقت میں تکلیف سفر گوارا فرمانے پر شکریہ ادا کیا۔

اِس کے بعد ہز ہائنس نے لڑکیوں کے انعامات کو ملاحظہ فرمایا۔ جو زنانہ جلسہ میں اُن کو تقسیم کیے گئے اور نیز شفا خانہ کے مختلف کمروں کا بھی معائنہ فرمایا۔ عطر و پان کی تواضع کے بعد جلسہ برخاست ہوا۔ اُسی روز شام کے ۵ ؍بجے مدرسہ کے مکان میں زنانہ جلسہ منعقد ہوا۔ خواتینِ شہر کا دہلی میں اس قسم کا یہ دوسرا جلسہ تھا۔ پہلا اُس دن ہوا جب کہ جناب لیڈی ڈین صاحبہ نے مدرسہ وشفا خانہ کا افتتاح فرمایا اور دوسرا جلسہ یہ تھا۔ معزز اور شریف گھرانوں کی مستورات بکثرت تشریف لائیں جن میں ہندو، مسلمان، مسیحی اور پارسی سب ہی خواتین تھیں۔ بعض معزز بیبیاں شہر کے بعیدی حصوں سے بھی تشریف لائیں جو طبقۂ نسواں میں اس مدرسہ کے ہر دلعزیزی حاصل کرنے اور اس کے حُسنِ قبول کا ثبوت ہے۔ ہندو کنیا پاٹھ شالا کی تمام طالبات مع اپنی یوروپین استانی کے جنھوں نے ہندی معاشرت اختیار کر لی

سے شریک جلسہ ہوئیں۔

جناب مہارانی صاحبہ نرسنگھ گڑھ دفعتاً طبیعت ناساز ہو جانے کے سبب تشریف نہ لاسکیں اس لیے زنانہ جلسہ کی صدارت آنریبل لالہ سلطان سنگھ صاحب کی دھرم پتنی نے فرمائی۔

اس جلسہ میں مسز محمد اکرام صاحبہ نے ایک عمدہ تقریر کی۔ پھر فاطمۃ الکبریٰ صاحبہ نے اس مدرسہ وشفاخانہ کی اہمیت پر تقریر کی (یہ دونوں تقریریں درج کی جاتی ہیں) اِن کے علاوہ اور خواتین نے بھی تقریریں کیں جو لیڈی ڈاکٹر صاحبہ کی مصروفیتِ انتظامِ جلسہ کی وجہ سے قلمبند نہ ہوسکیں۔ اِن تمام خواتین نے مدرسہ کی ضرورت کو اپنے اپنے طرز میں ظاہر کیا تھا، اوراس کے قیام پر خوشی کا اظہار کیا تھا۔

تقریروں کے بعد انعام تقسیم کیا گیا۔ لیڈی ڈاکٹر صاحبہ کو اِن کے عمدہ کام کی وجہ سے مدرسہ کی طرف سے چاندی کی ایک گھڑی مع نقرئی چین کے دی گئی۔ اِس کے بعد طالبات کو انعام دیئے گئے۔ جن کی تفصیل آگے لکھی گئی ہے۔

تقسیم انعام کے بعد ہندو اور مسلمان، پارسی اور مسیحی خواتین کو الگ الگ ریفرشمنٹ پیش کیا گیا اور خواتین رخصت ہوئیں۔

جلسہ میں پردے کا پورا پورا انتظام تھا۔ مستورات ڈولیوں اور گاڑیوں میں تشریف لاتی تھیں اور صدر دروازے سے جہاں خاطر خواہ پردے کا بندوبست تھا، جلسہ میں چلی جاتی تھیں۔ جلسہ برخاست ہونے پر خواتین اسی پردہ کے ساتھ اپنے اپنے گھروں کو روانہ ہوئیں۔ امید ہے کہ مختلف اقوام کی معزز بیبیوں سے مل کر اور مدرسہ وشفاخانہ کے کاموں کو خود دیکھ کر ہر ایک خاتون نے جو خوشی حاصل کی ہے وہ اُنہیں ہمیشہ یاد رہے گی اور وہ کوششیں کریں گی کہ اس مدرسہ وشفاخانہ کی ترقی میں مددگار ہوں۔ ہز ہائنس نے خود اور اپنی بیگم صاحبہ کی طرف سے مدرسہ طبیہ وشفاخانہ زنانہ کی جس مدد کا جلسہ میں اعلان فرمایا، خواتین کے جلسہ میں اس پر خاص مسرت ظاہر کی گئی جیسا کہ ایک خاتون کی تقریر سے ظاہر ہے۔ ہز ہائنس کے علاوہ جناب کرنل اوصاف علی خاں صاحب بہادر نے دس روپیہ ماہوار وظیفہ دینے کا وعدہ فرمایا اور ڈاکٹر جوالا ناتھ صاحب نے تیمارداری کی پچاس کتابیں مدرسہ کو عنایت کیں۔ خدا کے فضل وکرم سے امید ہے کہ سالِ رواں میں اس مدرسہ وشفاخانہ کا کام بلحاظ مقدارِ ترقی زیادہ درخشاں ہوگا اور سال آیندہ کی رپورٹ مدرسہ وشفاخانہ کی زیادہ ممتاز کامیابی کو ظاہر کرے گی۔ محبانِ وطن اور

ہمدردانِ بنی نوع جو اِس کارِ خیر میں مدد دینی چاہیں تو مدد دینے کی تمام صورتیں اُن کے سامنے ہیں۔

وظائف کے ذریعہ سے بہت سی شریف لڑکیوں کو اس معزز اور مفید فن کی تعلیم دینے کا انتظام کیا جاسکتا ہے، نیز مدرسہ کے مکان کے لیے (جس کی ضرورت رپورٹ میں ظاہر کی گئی ہے) مدد دیکر اصحابِ خیر مدرسہ کو مستقل فائدہ پہنچاسکتے اور اپنی فیاضی کی دوامی یادگار قائم کر سکتے ہیں۔ رپورٹ میں تعلیمی آلات کا بھی ذکر کیا گیا ہے جو بقدر گنجایش بہم پہنچائے گئے ہیں۔ ہز ہائنس نے خصوصیت سے اس امر پر زور دیا ہے کہ اِس مدرسہ میں سرجری پر اور موجودہ میڈیکل سائنس سے فائدہ اُٹھانے پر پوری توجہ کی جائے۔ یہ مقصد ابتداء سے عالی جناب حاذق الملک کو مدنظر ہے۔ اربابِ ہمم کو سرگرم مدد دینی چاہیے تاکہ مدرسہ اپنے اس عظیم مقصد کو جو جسقدر عظیم ہے اسی قدر ناگزیر بھی، جلد پورا کردے۔

مدرسہ طبیہ وشفاخانۂ زنانہ دہلی کی سالانہ رپورٹ بابت سال اول ۱۹۰۹ء

یور ہائنس وحضرات!

مدرسہ طبیہ وشفاخانہ زنانہ کا پہلا سال بخیر وخوبی ختم ہوگیا ہے اور مجھے اُس کے پہلے سال کی رپورٹ پیش کرتے ہوئے اس بات سے نہایت مسرت ہے کہ پہلے ہی سال میں اچھی کامیابی کی ابتدا ہوئی ہے اور یہ مبارک ابتدا اس مدرسہ کے آئندہ زمانہ کی نسبت بہتر آرزوئیں پیدا کرتی ہے۔

اِس مدرسہ کی ضرورت محتاج بیان نہیں ہے۔ موجودہ زمانہ میں جب کہ ہرایک ترقی یافتہ ملک کی تہذیب اور ترقی کا اندازہ اِس ملک کے طبقہ اُناث کی حالت سے کیا جاتا ہے۔ ہمارا ملک بہت پیچھے ہے۔ اور ہندوستان کی مستورات کی حالت ہر اعتبار سے ہمدردی کے لائق ہے ان کی حفظ صحت اور اُن کے عوارضِ جسمانی کا مسئلہ خصوصیت سے ہماری ہمدردی اور اعانت کا مستحق ہے۔ کیونکہ مستورات کی بہت سی قیمتی جانیں ہماری صرف اس غفلت سے ضائع ہوگئی ہیں اور ضائع ہوتی رہتی ہیں کہ اُن کے لیے نازک حالتوں میں معقول طبّی امداد کا انتظام نہیں ہے۔ اگرچہ گورنمنٹ نے مہربانی فرما کر جگہ جگہ شفاخانے کھول دیے ہیں اور بڑے شہروں میں لیڈی ڈاکٹر طبّی امداد کے لیے موجود ہیں۔ تاہم نہایت دردناک حادثے ہوتے رہتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہندو اور مسلمان دونوں کے بہت سے خاندانوں کو اور خصوصاً اُن کی مستورات کو ڈاکٹری ادویات سے رغبت کی جگہ پرہیز ہوتا ہے اور ڈاکٹری

علاج کی اجنبیت اُنہیں اُس کے فوائدے سے دور رکھتی ہے۔ بعض گھرانوں میں رسم قدیم پر اس قدر غلو اور اصرار ہے کہ وہاں لیڈی ڈاکٹر سے بھی پردہ کیا جاتا ہے اور نازک حالت میں بھی لیڈی ڈاکٹر کی مدد کو گوارا نہیں کیا جاتا۔ اِن گھرانوں میں صرف موجودہ دائیاں طبّی امداد کا ذریعہ ہیں۔ لیکن اِن دائیوں نے نہ اپنے دشوار اور نازک فن کی باقاعدہ تعلیم حاصل کی ہے، نہ اُس کو عملی حیثیت سے سیکھا ہے، نہ یہ اُن آلات سے باخبر اور اُن کے استعمال سے واقف ہیں جو مستورات کی جانوں کو نازک حالت کے خطرہ سے بچانے کے لیے آج کل استعمال کیے جاتے ہیں۔ اِس لیے اِن دائیوں کی جہالت اور ناواقفیت دردناک نتیجے پیدا کرتی ہے۔ علی الخصوص زچگی کی حالت میں کہ نہ زچہ کی جان مامون ہوتی ہے، نہ بچہ کی اور یہ تو اکثر ہوتا ہے کہ وضع حمل کا بگاڑ عورتوں کو سخت اور دیرپا بیماریوں میں مبتلا کر دیتا ہے۔

ہندو اور مسلمان خاندانوں کو اِن خطرات میں مدد دینے اور اُن کی اِس اہم ضرورت کو پورا کرنے کے لیے یہ مدرسہ قائم کیا گیا۔ جس کا ۱۳ر جنوری **۱۹۰۹ء** کو ہز آنر سر لوئی ڈین صاحب بہادر لفٹنٹ گورنر پنجاب کی خاتونِ محترم کے مبارک ہاتھوں سے افتتاح ہوا اور جس میں یکم مئی **۱۹۰۹ء** سے باقاعدہ تعلیم شروع ہوئی۔

اسی تاریخ کو جناب لیڈی ڈین صاحبہ نے شفاخانہ زنانہ کا افتتاح کیا۔ اِس شفاخانہ کی خاص غرض یہ ہے کہ وہ لڑکیاں جو مدرسہ طبیہ زنانہ میں طبّی کتابیں پڑھتی ہیں۔ اُنہیں بیماریوں کی پہچان اور علاج کے طریقے سکھائے جائیں اور یہ شفاخانہ اُن کی کتابی تعلیم کو مکمل بنانے کا ذریعہ ہو۔

مدرسہ طبیہ زنانہ کا صرف یہی مقصد نہیں ہے کہ لڑکیوں کو طبّی کتابیں پڑھا دے بلکہ اُس کا اصلی مدعا یہ ہے کہ انہیں فن سکھا دے اور فنِ قابلہ اور ضروری امراض کی اُنہیں بہتر اور مفید تر تعلیم دے اور اُن کے دماغ، نظر اور ہاتھوں کو تربیت دے تاکہ وہ مستورات کی بہتر سے بہتر طبّی خدمات ادا کرنے کے قابل ہوں اور مستورات کی سہل اور دشوار ہر ایک ضرورت کو لیاقت اور سلیقہ کے ساتھ پورا کر سکیں۔

جدید نصاب:

طب یونانی میں عورتوں کے امراض کی عمدہ اور صحیح تعلیم موجود ہے، لیکن اِس مدرسہ میں نہ صرف یونانی اور ویدک بلکہ ڈاکٹری کی بھی تعلیم دی جاتی ہے۔ چونکہ اِس فن پر طب یونانی کی سلیس اور عام فہم اردو میں کوئی جامع کتاب نہیں تھی کہ اس مدرسہ میں لڑکیوں کو پڑھائی جاتی۔ اس لیے اس مدرسہ کے

بانی اور مدرسہ کی مجلس منتظمہ کے پریسیڈنٹ حاذق الملک حکیم حافظ محمد اجمل خاں صاحب نے ایک جداگانہ نصاب تیار کرنے کا انتظام فرمایا نہایت خوشی کی بات ہے کہ ان کی مفصل ہدایتوں کی بنا پر اُن کے شاگرد حکیم سید عبدالرزاق صاحب نے یہ نصاب تیار کر دیا۔

تعلیم القابلہ اِس کا پہلا حصہ ہے جو شائع ہو گیا ہے اور اس مدرسہ میں داخل درس ہے۔ اس حصہ میں اعضائے نسواں کی مفصل تشریح اور افعال و منافعِ اعضا کو مستند یونانی کتابوں سے اقتباس کر کے لکھا گیا ہے اور اس کے بالمقابل ڈاکٹری تشریح کو بیان کیا گیا ہے، نیز یونانی مصطلحات کے ساتھ ڈاکٹری مصطلحات، انگریزی اور اردو دونوں حروف میں لکھے گئے ہیں تا کہ لیڈی ڈاکٹر بھی اپنے مصطلحات کی مدد سے اِس کتاب کے تمام مضامین طالبات کو سمجھا سکیں۔ اس کتاب کا دوسرا حصہ زیر طبع ہے۔ جس میں معالجات کا مضمون ہے۔ اس کے علاوہ اور کئی حصے ہیں جو اِس مدرسہ کے لیے ایک جامع اور مفید طبّی نصاب کی ضرورت کو پورا کر دیں گے۔

طب یونانی کی اِس کتاب کے علاوہ (جس میں ڈاکٹری کا معتد بہ حصہ شامل ہے) اِس مدرسہ میں ڈاکٹری کی تعلیم کا جداگانہ انتظام ہے۔ لیڈی ڈاکٹر ڈاکٹری کی تعلیم دیتی اور مڈوافری اور میٹریا میڈیکا۔ کو پڑھاتی ہیں۔ اِس کے علاوہ پنڈت مان سنگھ صاحب وید۔ شاریرک (تشریح) اور ندان (تشخیص) اور چکتسا (علاج) یہ ویدک کتابیں لڑکیوں کو پس پردہ پڑھاتے ہیں۔ اِس کے سوا پنڈت مان سنگھ صاحب وید ہمارے مدرسہ و شفاخانہ کے آنریری منیجر بھی ہیں اور ہم سچے دل سے اعتراف کرتے ہیں کہ اُنہوں نے نہایت محنت اور جانفشانی کے ساتھ اپنے فرائض کو انجام دیا ہے جس کے لیے ہماری کمیٹی اُن کی دلی شکر گزار ہے۔ نیز حکیم سید عبدالرزاق صاحب پسِ پردہ طب یونانی کی تعلیم لڑکیوں کو دیتے ہیں۔

ڈمی، پلوس اور دوسرے آلات کے ذریعہ سے لیڈی ڈاکٹر طالبات کو نظری تعلیم دیتی ہیں اور (جیسا کہ میں نے پہلے عرض کیا) طالبات کو شفاخانہ میں طریقۂ علاج سکھایا جاتا ہے۔ لڑکیوں کی اخلاقی تربیت اور ان کی نگرانی کا بھی مدرسہ میں کافی انتظام ہے اور لیڈی ڈاکٹر اس فرض کے پورا کرنے پر مامور ہیں۔ مدرسہ میں پردے کا بھی کامل اور اعتماد کے لائق انتظام ہے۔ ہندو اور مسلمان لڑکیوں کے لیے علٰحدہ علٰحدہ بورڈنگ ہیں اور ان کے قیام و طعام کا جدا جدا بندوبست ہے۔ ہندو لڑکیوں کی آسایش اور ان کے احساسات مذہبی کے لحاظ سے مکان مدرسہ کے بالکل قریب ایک عمدہ اور پردہ دار

مکان حال میں لیا گیا ہے جس میں بیس لڑکیاں رہ سکتی ہیں۔ اِس مکان میں ہندو لڑکیوں کے خورد نوش اوران کے آرام وآسایش کا علیٰحدہ اور پورا پورا انتظام ہے۔

داخلہ:

اِس سال چودہ لڑکیاں مدرسہ میں داخل ہوئیں۔ دو لڑکیوں نے مدرسہ چھوڑ دیا۔ بارہ لڑکیاں موجود ہیں اور تعلیم پاتی ہیں۔ داخلہ کے لیے پہلے ایک شرط یہ بھی تھی کہ طالبہ اردو یا ناگری نوشت وخواند جانتی ہو۔ لیکن اس سال یہ شرط موقوف کی گئی۔

مبادی کی جماعتیں:

اِس سال تعلیم مبادی کے لیے دو جماعتیں کھولی گئی ہیں اور دو استانیاں رکھی گئی ہیں۔ ایک استانی اردو کی تعلیم دیتی ہیں، دوسری ناگری کی۔ مبادی کی یہ دو ضروری جماعتیں کھول دینے سے ان لڑکیوں کے لیے جو اردو اور ناگری نوشت وخواند نہیں جانتیں، اس مدرسہ میں تعلیم حاصل کرنے کی سہولت پیدا ہوگئی ہے۔

مسلمان اور ہندو طالبات:

بارہ لڑکیاں جو اِس وقت مدرسہ میں زیر تعلیم ہیں۔ ان میں پانچ لڑکیاں ہندو ہیں اور سات مسلمان۔

مدت تعلیم اور نتائج امتحان:

مدت تعلیم اس مدرسہ میں سر دست تین سال قرار دی گئی ہے یعنی اِس عرصہ میں طالبات کو اِس قابل کر دیا جائے گا کہ اپنے دشوار فرائض کو قابلیت اور سلیقہ کے ساتھ انجام دے سکیں پہلے سال کی تعلیم سال زیر رپورٹ میں ختم ہوگئی، اور اس سال بارہ لڑکیوں نے امتحان دیا۔ پانچ لڑکیاں اچھے نمبروں میں کامیاب ہوئیں اور تین معمولی نمبروں سے ان بارہ لڑکیوں کے علاوہ اور لڑکیاں جماعت مبادی میں پڑھتی ہیں۔

وظائف:

اِس سال آٹھ طالبات کو وظائف دیئے گئے۔ ایک وظیفہ یاب طالبہ نے مدرسہ کو چھوڑ دیا۔ مدرسہ کے فنڈ سے دو لڑکیوں کو ۱۰؎ اور دو لڑکیوں کو جو مبادی کی جماعتوں میں داخل ہیں (...... دو دو)

روپیہ وظیفہ دیا گیا۔ چار لڑکیوں کے وظیفہ کے لیے ۳۰ ماہوار انجمن حمایتِ اسلام لاہور اور ۱۰ ماہوار انجمن مؤیدالاسلام دہلی نے دیئے۔

اِس مدرسہ کی مجلس منتظمہ حضرات ذیل کا دلی احسان مندی کے ساتھ شکریہ ادا کرتی ہے جنھوں نے سال زیر رپورٹ میں وظائف سے امداد دی یا آئندہ سال کے لیے وعدہ کیا۔

جناب صاجزادہ فاروق علی خاں صاحب، خاتون محترم جناب صاجزادہ صاحب موصوف، جناب کنور بھرت سنگھ صاحب رئیس ساہن پور، جناب شفاء الملک حکیم رضی الدین احمد خاں صاحب۔

وظائف کے ذریعہ سے لڑکیوں کو امداد دے کر ہمدردانِ ملک اِس مدرسہ کے اغراض کو جلد پورا کر سکتے ہیں۔ یہ امداد اُن غریب لڑکیوں کو جو طب کی مفید اور معزز تعلیم حاصل کرنی چاہتی ہیں شوق، آمادگی اور رغبت دلائے گی۔ ہر ایک مقام کی طرف سے وظائف کی ضرورت ہے تاکہ اُن لڑکیوں کو دیئے جائیں جو اُس مقام سے تعلق رکھتی ہیں۔ بھی خواہانِ وطن سے امید ہے کہ وہ اس کار خیر میں توجہ اور فیاضی سے دریغ نہ فرمائیں گے۔

ابتدائی حالت اور پہلے ہی سال میں اس مدرسہ کا یہ کام معتد بہ ہے اور گو مقدار میں کم ہے مگر قدر میں زیادہ ہے۔ ہمارے ملک میں ایسی تعلیم یافتہ ہندوستانی عورتوں کی ضرورت ہے جو طب نسواں کو اچھی طرح جانتی ہوں اور اپنی واقفیت اور لیاقت کو استعمال کرنے کا سلیقہ رکھتی ہوں۔ ایسی چند تعلیم یافتہ عورتیں ہر ایک شہر کے لیے کافی ہو سکتی ہیں اور یہ چند تعلیم یافتہ قابلہ اُس شہر کو اتنا فائدہ پہنچا سکتی ہیں کہ جاہل دائیوں یا ایسی طالبات کی جنھیں نہایت انتظام کے ساتھ طب کی بہتر اور مکمل علمی اور نظری تعلیم نہ ملی ہو بڑی تعداد نہیں پہنچا سکتی۔

لائبریری:

لڑکیوں میں قوت مطالعہ کو بڑھانے اور اُن کی معلومات کو ترقی دینے کی غرض سے اِس سال مدرسہ میں ایک کتب خانہ قائم کیا گیا ہے۔ یونانی، ویدک اور ڈاکٹری کی جتنی مفید اور پڑھنے کے لائق کتابیں اردو یا ناگری میں دستیاب ہوئیں وہ اِس کتب خانہ میں جمع کی گئی ہیں آئندہ اِس کتب خانہ کو توسیع کی ضرورت ہے تاکہ یہ کتب خانہ طالبات کے مشغلۂ دماغی اور ان کی ترقی معلومات کا پورا سامان بنے۔

مدرسہ کے یہ ضروری حالات عرض کرنے کے بعد اب میں شفا خانہ زنانہ کے سال گزشتہ کی رپورٹ پیش کرتا ہوں۔

شفا خانہ میں انڈور پیشنٹ (رہ کر علاج کرنے والی) ور آوٹ ڈور پیشنٹ (باہر کی مریضات) دونوں کا علاج کیا جاتا ہے۔ شفا خانہ میں یونانی، ویدک اور ڈاکٹری ادویات کے علاوہ کسی قدر آلات بھی بہم پہنچائے گئے ہیں۔ تاکہ مدرسہ کی طالبات اُن آلات کا استعمال سیکھیں اور مستورات کو کافی طبّی امداد اِس شفا خانہ میں مل سکے۔ شفا خانہ عمدہ، پردہ دار، ہوادار مکان میں ہے، جس میں مریضات کے لیے جو شفا خانہ میں رہ کر علاج کراتی ہیں، علیحدہ علیحدہ وارڈ بنائے گئے ہیں اور ان کے خور ونوش کا بھی علیحدہ علیحدہ انتظام ہے۔ اُن کے لیے ہندو اور مسلمان ملازمہ بھی جدا جدا ہیں۔ ایک سند یافتہ لیڈی ڈاکٹر شفا خانہ میں متعین ہیں اور مریضات کی خدمت اور تیمارداری کو نرسیں بھی ہیں۔ ادویات یونانی، ویدک اور ڈاکٹری تینوں برتی جاتی ہیں اور مریضات کے مذہبی احساسات کا پورا پورا لحاظ رکھا جاتا ہے۔

انڈور پیشنٹ:

اِس سال شفا خانہ میں اُن مریضات کی تعداد ۸۷ ہے جنھوں نے شفا خانے میں رہ کر علاج کرایا۔

آوٹ ڈور پیشنٹ:

سال زیر رپورٹ میں آٹھ ہزار تین سو دس آوٹ ڈور مریضات کا علاج کیا گیا۔ کم استطاعت انڈور مریضات کو دوا اور غذا مفت دی گئی اور غیر مستطیع آوٹ ڈور مریضات کو صرف دوا مفت دی گئی۔

آپریشن:

اس سال جن مریضات کے شفا خانے میں آپریشن کیے گئے اُن کی تعداد ۷۸ ہے۔ آپریشن کے خاطر خواہ اور مفید نتیجے حاصل ہوئے۔

آمدنی و خرچ:

جنوری ۱۹۰۹ء سے ۳۱/دسمبر ۱۹۰۸ء تک مدرسہ طبیہ شفا خانہ زنانہ کو (..........) آمدنی ہوئی اور خرچ اس سال میں (..........) ہوا۔ خرچ میں اس سال کے غیر معمولی مصارف بھی داخل ہیں) بعد

وضع مصارف (......صفحہ ۱۵) پس انداز ہوئے۔ ۱۹۰۸ء میں (......صفحہ ۱۵) باقی تھے ۱۹۰۹ء کے آخر تک کل (......صفحہ ۱۵) پس انداز ہوئے۔ آمدنی میں (......صفحہ ۱۵) کی رقم بھی شامل ہے جو ہندوستانی دواخانہ نے مدرسہ کو دی۔

ہندوستانی دواخانہ دہلی

ہندوستانی دواخانہ:

۱۹۰۹ء سے اِس دواخانہ کو اچھے پیمانے پر ترقی دی گئی ہے اور ہر ایک حیثیت سے اس دواخانہ نے جنوری ۱۹۰۹ء سے اب تک معتد بہ ترقی کی ہے۔ پانسو کے قریب یونانی اور ویدک مرکبات اس دواخانہ میں اصلی اور کامل اجزا سے بنائے جاتے ہیں اور بہت بڑا ذخیرہ مفردات کا جمع کیا گیا ہے۔ اپنی خاص حیثیت کے سبب اس دواخانہ نے کافی ترقی ہی نہیں کی بلکہ عمدہ اور خالص ادویات پیش کر کے ہماری طب کی ضرورت کو پورا اور ملک کی خدمت کو انجام دیا ہے۔ اس سال قریباً بیس ہزار کا اسٹاک اس دواخانہ میں ہے اور اس نے اپنی حالت کو بہتر بنانے کے لیے ضروری اخراجات خود برداشت کیے ہیں اور اب تک اُس نے مدرسہ کے فنڈ سے کچھ مدد نہیں لی۔ امید ہے کہ یہ دواخانہ سال دو سال میں بہت اچھے درجہ پر پہنچ جائے گا اور اصلی ادویات کے بارے میں ملک کی خواہش اور ضرورت کو زیادہ وسعت اور زیادہ کامیابی کے ساتھ پورا کرے گا۔ مدرسہ کی ترقی میں اعانت کی اس سے بڑی امیدیں ہیں۔

پیٹرن:

چونکہ اس مدرسہ کے اغراض رفاہ عام سے تعلق رکھتے ہیں اور اس مدرسہ کی کامیابی ہندو اور مسلمانوں کی ایک بڑی ضرورت کو پورا کرتی ہے، اس لیے مدرسہ کی مینجنگ کمیٹی دلی احسان مندی کے ساتھ اُن گرامی قدر حضرات کا شکریہ ادا کرتی ہے، جنھوں نے اس مدرسہ کے پیٹرن شپ کو قبول فرمایا ہے اور جن کے اسماء گرام یہ ہیں۔

عالیجناب ہز ہائنس نواب احمد علی خاں صاحب بہادر بالقابہ والیٔ ریاست مالیر کوٹلہ، عالیجناب مہاراجہ رامیسور سنگھ صاحب بہادر کے سی ایس آئی والیٔ ریاست دربھنگہ، عالیجناب ہز ہائنس نواب

سر امیر الدین احمد خانصاحب بہادر کے سی آئی ای والیٔ ریاست لوہارو، عالیجناب ڈاکٹر کرنل ڈیوڈسن صاحب بہادر سول سرجن دہلی۔

ریاست خیر پور سندھ کا عطیہ:

مدرسہ طبیہ زنانہ کی مجلس منتظمہ نے عالیجناب ہز ہائنس نواب میر امام بخش صاحب بہادر بالقابہ والیٔ ریاست خیر پور سندھ کی اس گراں قدر امداد پر دلی امتنان اور گہری شکر گزاری کو محسوس کیا ہے کہ جناب والا نے دس ہزار روپے اس مدرسہ کو اس غرض سے عطا فرمایا کہ اس کے لیے علیحدہ مکان بنانے پر صرف کیا جائے۔ اس کے علاوہ چھ سو روپیہ سالانہ مدرسہ کو آپ کی ریاست سے مستقل مدد ملتی ہے۔ مدرسہ کی منتظمہ کمیٹی حضور ممدوح کی ترقی عمر وصحت اور ازدیاد جاہ واقبال کے لیے دعا کرتی ہے۔

یہ کمیٹی جناب آنریبل شیخ صادق علی صاحب وزیر خیر پور سندھ کی احسان مند اور شکر گزار ہے، جن کی روشن خیالی اور رفاہ عام کے کاموں سے گہری دلچسپی نے ہمیں بھاری مدد دی۔ نیز کمیٹی جناب کرنل محمد اسمٰعیل خاں صاحب بہادر سابق سفیر دولت افغانستان کی تہ دل سے شکر گزار ہے جنہوں نے اپنی طبعی فیاضی اور نیک کاموں سے سچی دلچسپی کی وجہ سے مدرسہ کو پانچ ہزار روپیہ کی گراں قدر امداد دی تھی۔

گورنمنٹ سے استدعا:

ہمیں اس مدرسہ کے لیے ایک جداگانہ مکان کی ضرورت محسوس ہو رہی ہے جس میں ہم زیادہ تعداد کی طالبات کی تعلیم کا، ان کے پردے کا اور ان کی رہائش اور حفظ صحت کا بہتر سے بہتر انتظام کر سکیں۔ امید ہے کہ گورنمنٹ جو کارہائے خیر کو ہمیشہ مدد دیتی رہتی ہے اور جس کی اعانت اس قسم کے کاموں کو اُس کے احسانات سے گراں بار رکھتی ہے، ہماری درخواست کو شرف قبول عطا فرمائے گی اور اس مدرسہ کے لیے اچھے موقع پر ایک قطعہ زمین مرحمت کرے گی۔

کرنل ڈاکٹر ڈیوڈسن صاحب کا شکریہ:

اہل دہلی کو عموماً اور ہماری کمیٹی کو خصوصاً جناب کرنل ڈاکٹر ڈیوڈسن صاحب بہادر سول سرجن دہلی کی ہمدردیٔ خلق اور ان کی قیمتی خدمات کی یادگار ہمیشہ نقشِ دل رہے گی۔ جناب ممدوح نے اِس مدرسہ

کو ہمدردی اور نظر استحسان سے دیکھنے کے علاوہ اُسے بیش قیمت مشورے دیئے ہیں اور اس کی مدد فرمائی ہے۔ چنانچہ ڈمی (نظری تعلیم کے لیے ایک مجسمہ) جو اِس مدرسہ میں طالبات کو مفید نظری تعلیم دیتا ہے، اُن کی اسی مہربانی کی یادگار ہے جو انہوں نے اس غرض سے عطا فرمایا ہے کہ اس مدرسہ کی لڑکیوں کو تفہیم مضامین طبیہ میں مدد دے۔ ہم اس علمی اور قیمتی عطیہ پر جناب ممدوح کے شکرگزار ہیں۔

ہز ہائنس پریسیڈنٹ جلسہ کا شکریہ:

آخر میں میں مجلس منتظمہ مدرسہ طبیہ زنانہ و شفا خانہ کی طرف سے ہز ہائنس کا جو اس وقت ہمارے جلسہ کے صدر اور مدرسہ کے پیٹرن ہیں، نہایت خوشی کے ساتھ شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے ہماری درخواست پر اس گرم موسم میں سفر اختیار کیا اور مدرسہ کے سالانہ جلسہ کی صدارت کو قبول فرمایا۔ ہر چند آپ کی بیدار مغزی اور رفاہِ خلق سے آپ کی دلچسپی، آپ کی ریاست کی موجودہ اکانمک ترقی۔ آپ کی رعایا کی خوش حالی اور گورنمنٹ کے ساتھ آپ کی سچی اور مخلصانہ ارادت مندی سے ظاہر ہے، لیکن آج ہم سب نے بچشم خود آپ کو اور آپ کے ممتاز خصائل کو دیکھ لیا ہے اور ہم سب آپ کو دیکھتے اور خوش ہوتے ہیں۔ آپ کی افسری حقیقی طور پر ہمارے لیے بہت مسرت اور فخر کا باعث ہے۔

(سکریٹری)

تقریر حضور پُر نور ہز ہائنس نواب احمد علی خاں صاحب بہادر والیٔ ریاست مالیر کوٹلہ دام اقبالہٗ و مُلکہٗ

حاذق الملک، رئیس صاحبان و دیگر حاضرینِ جلسہ!

سب سے پہلے میں اِس بات کا افسوس کرتا ہوں کہ میری وجہ سے آپ صاحبان کو انتظار کرنا پڑا، جس ٹرین پر میں آ رہا تھا وہ وقت پر نہ پہنچ سکی اور یہ ایک اتفاقیہ امر تھا۔

مدرسہ طبیہ زنانہ کی ضرورت اور کارروائی کی نسبت صاحب سکریٹری نے رپورٹ سالانہ میں مفصل بیان کیا ہے، اس لیے میں اس پر زیادہ بحث کرنی ضروری خیال نہیں کرتا۔

ملک ہندوستان جہاں تعلیم و ترقی تعلیم نسواں کی اور ضرورتیں ہیں، اُن میں سے ایک بڑی ضرورت یہ بھی ہے کہ مستورات کی بیش بہا جانوں کو خطرے سے بچایا جائے، جو کہ اکثر دائیوں کی

ناقابلیت کی وجہ سے خطرے میں ہیں اور جس کا خیال ہمارے حاذق الملک کو سب سے پہلے ہوا اور انہوں نے اس ضرورت کو محسوس کر کے یہ مدرسہ قائم کیا۔ اب ہمدردانِ ملک کو چاہیے کہ اِس مدرسہ کی امداد کریں۔ تاکہ اس میں حسبِ دلخواہ کامیابی ہو۔ لیکن میں یہ ضرور کہوں گا کہ جو ترقی میڈیکل سائنس نے اس زمانہ میں کی ہے، اس سے ضرور استفادہ کرنا چاہیے۔ گو اطبائے یونانی کی کتب میں علم طب کی نسبت بہت کچھ درج ہے، لیکن فی زمانہ جو ترقی ہوئی ہے، وہ اس میں درج نہیں ہو سکتی، جو کسی طرح نظرانداز نہیں ہونی چاہیے اور جس کو حاذق الملک نے خود محسوس کر کے شامل رکھا ہے۔ خصوصاً علم قابلہ میں علم تشریح اور جراحی کی زیادہ ضرورت ہے۔ اطبائے یونان میں جراحی رائج تھی، کچھ عرصہ سے اس کو متروک کر دیا گیا ہے۔ اس کی بڑی ضرورت ہے۔ جس کی طرف امید ہے کہ زیادہ توجہ کی جائے گی۔

صاحب سکریٹری نے جو رپورٹ میں پڑھا ہے کہ امسال یہ پابندی دور کر دی گئی ہے کہ خواندہ لڑکیاں ہی داخل ہوں، میرے خیال میں درست نہیں۔ اس سے کام دوبالا ہو جائے گا۔ ایک ناخواندہ لڑکیوں کی تعلیم اور پھر فن طب کی تکمیل۔ اس لیے میرے خیال میں اگر خواندہ لڑکیاں ہی داخل ہوں تو زیادہ بہتر ہوگا اور کامیابی زیادہ ہو سکتی ہے۔ اب میں امید کرتا ہوں کہ ہندوستان کے ہمدردِ بنی نوعِ انسان خواہ ہندو خواہ مسلمان اس خاص کام میں متفقہ امداد کریں گے اور جو امداد کہ دیگر صاحبان اور خصوصاً ہز ہائنس میر صاحب خیر پور (سندھ) نے دی ہے وہ تحسین اور شکریہ کے لائق ہے۔ امید ہے کہ دیگر والیانِ ملک بھی اس ضروری انسٹی ٹیوشن کی سرپرستی اور امداد کی طرف توجہ مبذول کریں گے اور میں نہایت خوشی سے اس بات کا اظہار کرتا ہوں کہ سردست مبلغ ایک ہزار روپیہ نقد اور تین سو روپیہ سالانہ وظیفہ مستقل دربار مالیر کوٹلہ سے منظور کیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں بیگم صاحبہ کی طرف سے پانچ سو روپیہ کا عطیہ دیا جائے گا۔

ہمارے حاذق الملک کے خاندان کی شہرت اظہر من الشمس ہے اور اس کو آپ سب صاحبان جانتے ہیں، لیکن خصوصاً حاذق الملک حکیم اجمل خاں صاحب نے جو توجہ اور محنت اس طرف کی ہے وہ ان کے خاندان کے لیے فخر ہے اور ہمارے حاذق الملک نہ صرف اپنے خاندان کے واسطے بلکہ تمام ہندوستان کے اطبا کے لیے مایۂ ناز ہیں۔ اور حکیم صاحب نے نہ صرف اس ایک کام کی طرف توجہ کی ہے۔ بلکہ رفاہ عام کے کاموں کی نسبت خاص دلچسپی لیتے ہیں اور میں اس دعا پر تقریر کو ختم کرتا ہوں کہ

خدا تعالیٰ حاذق الملک کو جو بیشک فخر ہندوستان ہیں ایسی عمر عطا کرے کہ وہ اپنے جملہ کاموں کو اپنی زندگی میں مکمل اور عمدہ حالت میں دیکھیں۔

اس کے بعد جناب حاذق الملک بہادر کھڑے ہوئے اور اُنہوں نے عالیجناب ہز ہائنس کا اس گرم وقت میں تکلیفِ سفر گوارا فرمانے اور اس جلسہ کی صدارت قبول فرمانے پر شُستہ اور موزوں الفاظ اور باوقار لہجہ میں شکریہ ادا کیا۔

جلسہ برخاست ہونے سے پہلے ہز ہائنس نے وہ انعامات جو طالبات کے لیے ایک میز پر نہایت خوبصورتی سے ترتیب وار لگائے تھے۔ ملاحظہ فرمائے۔

●●●

زنانہ جلسہ

۱۶/اپریل ۱۹۱۰ء کو وقت سہ پہر آنریبل لالہ سلطان سنگھ صاحب رئیس دہلی کی خاتون صاحبہ کی صدارت میں منعقد ہوا

مسز محمد اکرام صاحبہ ایڈیٹر رسالہ عصمت دہلی کی تقریر:

معزز بیگمات! آج ہم سب اِس مبارک جلسہ میں اس غرض سے جمع ہوئی ہیں کہ اپنے اس مفید اور کار آمد مدرسہ کی پہلی سالگرہ منائیں، جو نہ صرف ہمارے بلکہ ہماری آیندہ نسلوں کے واسطے نعمت ثابت ہوگا۔ ہم اس غرض سے جمع ہوئی ہیں کہ دیکھیں اس سال میں ہمارے مدرسہ نے کیا کیا کوششیں کیں اور ہماری زندگیوں میں مددگار ہونے کی کیا کیا امیدیں پیدا کیں۔

محترم بہنو! مجھے یہ عرض کرنے کی اجازت دیجیے کہ زندگی کا ہر دن اور عمر کی ہر رات بلکہ ہر گھڑی اور پل، کسی نہ کسی کام میں بسر ہونا چاہیے، اگر وہ کسی کام میں نہیں بیکاری میں بسر ہو رہا ہے تو قابل تأسف ہے لیکن مبارک ہے وہ وقت اور وہ ساعت اور بسا غنیمت ہے عمر کا وہ دن جو ابنائے جنس کی خدمت میں صرف ہو۔ مکرم بہنو! آپ کی اس وقت کی تشریف آوری ظاہراً تو ایک جلسہ کی شرکت ہے، مگر درحقیقت یہ وہ کام ہے کہ اگر ہم زندہ رہیں تو ہمارے لیے ورنہ ہماری بہنوں کے لیے ایک نعمت ثابت ہوگا۔

گو ہماری زندگی کا سب سے بڑا مقصد ہمارے ذاتی تعلقات ہیں، مگر بحیثیت انسان ہونے کے یہ بھی ایک بہت بڑا فرض ہے کہ ہم اگر ہمیشہ نہیں تو کبھی کبھی تو اپنے ابنائے جنس کی خدمت کریں۔ خوشا نصیب ان کے جو خدا کی مخلوق کی خدمت کرسکیں اور جن کی عمر کا بیش قیمت حصہ اور جن کی زندگی کا قیمتی وقت ابنائے جنس کی ہمدردی کے لیے صرف ہو۔

ہمارا منھ نہیں کہ ہم فخر قوم حاذق الملک حافظ محمد اجمل خاں صاحب کی اس عنایت کا شکریہ ادا کر سکیں جو صاحبِ موصوف نے مدرسہ طبیہ کی اس زنانہ شاخ کے اجرا سے ہم پر کیا۔ معزز بہنو! کیا آپ نے دیکھا نہ ہوگا یا سنا نہ ہوگا کہ ہماری بہت سی بہنیں وضع حمل کے وقت ایسی مصیبت میں گرفتار ہوتی ہیں کہ ان کا حامی و مددگار سوائے خدائے واحد کے کوئی نہیں ہوتا، اُس وقت کس مایوسی و ناامیدی کی حالت میں لیڈی ڈاکٹروں کی اعانت کی طلب گار ہوتی ہیں۔ مگر ان کی بڑی بڑی فیسوں کو سنکر خاموش ہو جاتی ہیں اور مجبوراً معمولی دائیوں کی طرف رجوع کرتی ہیں، نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ یہ ناواقف اور جاہل دائیاں بعض کی زندگی کا خاتمہ کر دیتی ہیں۔

ایسی اشد ضرورت کی طرف ہمارے حاذق الملک کا متوجہ ہونا اور ایک ایسی جماعت کا تیار کرنا جو اس نازک وقت میں ہمارے کام آئے، یہ ایک ایسا احسان ہے کہ جس سے ہم سبکدوش نہیں ہو سکتیں۔

خواتین محترم! اب یہ ہمارا کام ہے کہ اس نہایت مفید کام کی قدر کریں اور جس قدر ممکن ہو اس میں صرف کرنے سے دریغ نہ کریں۔ آپ سب بیبیاں اچھی طرح خیال فرما سکتی ہیں کہ اس مدرسہ کی پوری کامیابی کا معقول سرمایہ پر انحصار ہے۔ لہٰذا ہم سب کو اس طرف متوجہ ہو جانا چاہیے۔ مجھے امید واثق ہے کہ آپ سب بیگمات نے اس طرف توجہ فرمائی اور مدرسہ کی خاطر خواہ امداد کے لیے کوششیں کیں تو وہ وقت عنقریب آنے والا ہے کہ مدرسہ طبیہ زنانہ سے طب کی تعلیم حاصل کر کے وہ لڑکیاں نکلیں گی جو ہماری اور ہماری بہنوں کی بہت بڑی ضرورت کو پورا کر سکیں گی۔ میری یہی دعا ہے کہ رب العلمین اس پودے کو بار آور کرے اور مدرسہ طبیہ زنانہ میں ایسے پھول نکلیں جو تمام ہندوستان کو اپنی خوشبوؤں سے معطر کر دیں۔ آمین۔

(مسز اکرام)

زنانہ جلسہ کی دوسری تقریر منجانب فاطمۃ الکبریٰ

جناب صدر انجمن و معزز خواتین!

میں زیادہ دیر تک آپ خواتین کی سمع خراشی نہیں کروں گی، بلکہ جو کچھ مجھے کہنا ہے اُسے میں بہت ہی مختصر طور پر آپ معزز خواتین کے سامنے عرض کیے دیتی ہوں۔

معزز بہنو! جناب حاذق الملک حکیم محمد اجمل خاں صاحب کی ذات گرامی جیسے مردوں کے لیے

مفید ویسے ہی مستورات کے لیے فائدہ بخش ہے۔ ان کی مستورات سے ہمدردی خاص کر ان کے اس کام سے ظاہر ہوتی ہے کہ انہوں نے محض عورتوں کی نفع رسانی کی غرض سے یہ مدرسہ جس کی آج پہلی سالگرہ ہے قائم کیا اور ابھی وہ فرقہ نسواں کے اور بہت سے مفید کاموں میں مشغول ہیں۔ چونکہ لفظ ''مدرسہ دائیاں'' کوئی اہمیت نہیں رکھتا تھا اور نہ کانوں کو بھلا معلوم ہوتا تھا اور نیز فن دایہ بھی اچھی نظروں سے نہیں دیکھا گیا، اس لیے شریف عورتوں نے اس مدرسہ میں داخل ہونا پسند نہیں کیا تھا۔ عالیجناب حاذق الملک کو جب یہ نقص معلوم ہوا کہ صرف ''مدرسہ دائیاں'' کا نام ہی شریف مستوراتوں کو مدرسہ میں داخل ہونے سے روکتا ہے تو انہوں نے اس کے اصلی موضوع پر اس کا نام بجائے ''مدرسہ دائیاں'' کے مدرسہ طبیہ (وشفاخانہ) زنانہ رکھا۔ میں امید کرتی ہوں کہ بہت سی شریف گھرانوں کی لڑکیاں اس معزز اور شریف فن کو سیکھنے کے لیے اس مدرسہ میں آئندہ داخل ہوں گی۔

خواتین محترم! آپ یہ بات سن کر خوش ہوں گی کہ اس مدرسہ میں نہ صرف فن سرجری یا بالفاظ دیگر فن جراحی سکھایا جائے گا بلکہ دواسازی، تشخیص امراض اور طریق علاج وغیرہ بھی سکھایا جائے گا جو ہم عورتوں کے لیے مجھے یقین ہے کہ بہت ہی مفید ہوگا۔

میں خیال کرتی ہوں کہ اُس زمانہ میں جب کہ ایک معقول تعداد ایسی مستورات کی جو فن طب سے کلی واقفیت رکھتی ہوں گی، اس مدرسہ سے نکلے گی تو وہ اطباء جن سے اس سے پیشتر ہماری طبّی ضرورتیں وابستہ تھیں اور جنہیں مجبوراً غیر تعلیم یافتہ دائیوں کی مدد پر حصر کرنا پڑتا تھا، ان تعلیم یافتہ زنانہ طبیبوں کی وجہ سے وہ زیادہ مفید اور زیادہ کامیاب طبّی امداد دے سکیں گے ''اعلیٰ طبّی مشیر'' ان کا مرتبہ رہے گا اور وہ ہر ایک بڑے مرض میں ایسی تعلیم یافتہ مستورات سے صلاح و مشورہ کر کے بہت بڑی طبّی کامیابیاں حاصل کر سکیں گے۔

پس ہم مستورات کو چاہیے کہ ایسے مدرسے کو نہایت خوشی سے لبیک کہیں اور خدا سے دعا مانگیں کہ یہ مدرسہ خاطر خواہ ترقی کرتا جائے اور اس کے بانی کے ارادوں میں برکت ہو اور اس کے مفید اغراض سب کے دلوں میں گھر کر لیں۔ آمین

میں نے بڑی خوشی اور فخر سنا ہے کہ صبح کے مردانہ جلسہ میں عالیجناب ہز ہائنس نواب صاحب بہادر بالقابہ والئ ریاست مالیر کوٹلہ نے جو صدر جلسہ تھے اپنی فیاضی سے ایک ہزار روپیہ نقد دربار

مالیرکوٹلہ کی طرف سے اور ۲۵ روپیہ ماہوار چندہ دوامی اور مبلغ پانسو روپیہ کا نقد عطیہ جناب بیگم صاحبہ کی طرف سے اس مدرسہ کو عطا فرمایا۔ نواب صاحب ممدوح کی قدردانی اور رفاہ عام کے کاموں سے دلچسپی پر جو اس موقع پر ظاہر ہوئی ہے، میں اس جلسہ کی طرف سے جس میں ہر فرقہ اور ہر ملت کی مستورات تشریف فرما ہیں۔ عالیجناب ہز ہائنس اور ان کی محترم بیگم صاحبہ کا شکریہ ادا کرتی ہوں۔

(فاطمۃ الکبریٰ غفرلہا)

•••

ہندوستانی دواخانہ دہلی

جب سے جناب حاذق الملک حکیم ابوسعید محمد عبدالمجید خاں صاحب مرحوم نے طب یونانی کی بقا کے لیے دہلی میں مدرسہ طبیہ قائم فرمایا۔ یہ ضرورت محسوس ہورہی تھی کہ طب یونانی اور ویدک کی ترقی کے لیے اعلیٰ پیمانہ پرایک دواخانہ قائم کیا جائے، جو ہماری طب کی ادویات کو صحیح اجزا اور پورے اوزان سے بنائے اور اس نقصان کی تلافی کرے جو طامع اور حریص اور غیر ذمہ دار دوافروشوں کی خودغرضیوں سے طب کو اور پبلک کو برداشت کرنا پڑا ہے۔

اس غرض کو پورا کرنے کی غرض سے یہ دواخانہ سات سال سے قائم ہے اور روز افزوں ترقی کرتا جاتا ہے۔ کوئی ایسا دواخانہ جس کا ذاتی اغراض سے تعلق ہوتا اپنے فرائض کو اس حسن معاملہ اور اس ضبط وانتظام کے ساتھ بمشکل ادا کرسکتا۔ اس لیے اس دواخانہ کو ہر قسم کے شخصی اغراض سے دور رکھا گیا ہے۔ کسی شخص کا کسی حیثیت سے بھی اس دواخانہ کے منافع میں حصہ نہیں ہے اور اس کی آمدنی مدرسہ طبیہ و شفاخانہ زنانہ جیسے کارخیر میں صرف کی جاتی ہے۔

رفاہِ خلق کے لحاظ سے عالی جناب حاذق الملک حکیم حافظ محمد اجمل خاں صاحب بالقابہ نے اپنے اور اپنے بزرگوں کے خاص مجربات صرف اسی دواخانہ کو حسبۃً لوجہ اللہ عطا فرمائے ہیں اور اس کی سرپرستی قبول فرمائی ہے۔

چونکہ اس دواخانہ کے یہ اغراض ہیں جو اوپر مذکور ہوئے۔ اس لیے ظاہر ہے کہ دیسی ادویات کا ہندوستان میں یہ ایک ہی کارخانہ ہے اور جو عمدہ اور مفید اور اصلی ادویات، واجبی قیمتوں پر اس دواخانہ سے مل سکتی ہیں۔ اس کے سوا اور کہیں سے نہیں مل سکتیں۔

فہرست ادویات مفت! تار کا پتہ "میڈی سنز" خط کا پتہ "منیجر ہندوستانی دواخانہ دہلی"

نوٹ:- اصلی مرکب ادویات کے خواہشمندوں کو ہندوستانی دواخانہ کا نام یاد رکھنا چاہیے اور صرف یہ ہی نام پتہ پر لکھنا چاہیے۔ عالی جناب حاذق الملک اور ان کے بزرگوں کے مجربات کو اس دواخانہ کے سوا تلاش کرنا بے سود ہوگا۔

(منیجر)

زنانہ طبیہ کالج دہلی

کی

رپورٹ

از

مسز ایف ڈی محمود

(وائس پرنسپل شعبۂ زنانہ)

جو

زیر صدارت

جنابہ محترمہ بیگم صاحبہ میاں محمد رفیع صاحب

سکریٹری لیجسلیٹیو اسمبلی

کالج کانووکیشن کے موقعہ پر

۲۴ر فروری ۱۹۳۵ء کو مسز محمود وائس پرنسپل نے پیش کی گئی

مطبوعہ جید پریس دہلی

جنابہ محترمہ!

میں آپ کا زنانہ طبیہ کالج کے ممبروں، اسٹاف اور طالبات کی طرف سے دلی تہنیت اور قلبی شکر گزاری کے ساتھ شکریہ ادا کرتی ہوں کہ آپ نے ہمارے زنانہ کالج کے اس کانووکیشن کی صدارت کو طبقۂ نسواں کے لیے اپنی اُس مشہور ہمدردی کی بناء پر منظور فرمایا جس ہمدردیٔ نسواں کے سبب آج آپ کا اسم گرامی نہ صرف پنجاب بلکہ تمام ہندوستان میں ایک خاص عزت واحترام کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ آپ اس عالی شان خاندان کی ایک فرد ممتاز ہیں جس خاندان میں مرحوم جسٹس شاہ دین صاحب اور مرحوم آنریبل سر محمد شفیع صاحب جیسے اکابرین ملت پیدا ہوئے اور مسلمانوں کی عزت وجلالت قدر کے آسمان پر آفتاب ومہتاب ہو کر چمکے اور جس خاندان نے مرد ہی نہیں وہ عورتیں بھی پیدا کیں کہ دور حاضرہ میں مسلمانان ہند کی پوری جماعتیں ایسی روشن خیال اور دردمندانِ ملت خواتین کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہیں۔ وہ آپ ہی کی خواتین خاندان ہیں جن کے علم وفضل اور خدمات قومی کی ہندوستان سے لے کر انگلستان تک شہرت پھیلی اور مسلم خواتین کا نام زمانہ کے موجودہ دور ترقی میں ایک عالم میں بلند وبالا ہوا۔ خود جناب کی ذات گرامی اپنی خصوصیات کے اعتبار سے میری طرف سے کسی انٹروڈکشن (تعارف) کی محتاج نہیں کہ تمام ہندوستان میں آپ اور آپ کا خاندان ہی تو ہے جنہوں نے مسلم خواتین کی عزت ومنزلت کا علمی دنیا میں نمونہ پیش کیا۔ اس دور ترقی میں جب کہ ہندوستان کے سوا ہر جگہ ''عورت کی عزت'' اور ''عورت کی ترقی'' کو قومی زندگی کا سب سے اہم سوال قرار دیا گیا ہے، تمام مہذب دنیا میں ثابت کر دیا کہ ہندوستان کی مسلم خواتین، پردہ میں بیٹھنے والی خواتین حرم اور مسلمانوں کی قومی زندگی کا ایک عضو معطل وبیکار ہی نہیں ہیں بلکہ دل ودماغ کی وہ ہی اعلیٰ قابلیتیں رکھتی ہیں جو مبدء فیاض نے مردوں کو بخشش کی ہیں اور اپنے عالی وقار مردوں کی طرح اپنی قوم وملت کی بہتر وبرتر خدمات انجام دینے کی ہر طرح استعداد وقابلیت اور حوصلہ اور ہمت بھی رکھتی ہیں۔

پس ایسی محترم ہستی کی موجودگی اور اس موقع پر اس ذات گرامی کی افسری ہم سب کے لیے انتہائی مسرت کا قدرتی طور پر سامان ہوئی اور ہمارے سر افتخار کو یہ کہنے کے لیے بلند کیا کہ اب ہندوستان اور ملت اسلام کا قدم اس نئے دور ترقی میں ہے، جس دور میں مرد اور عورتیں اپنے ملک و

ملت کی فلاح و بہبود کے لیے یکساں طریقہ سے مفید اور کامیاب ہیں۔

ایران، ترکی اور مصر کے علاوہ میں نہیں جانتی کہ آپ اور آپ کے خاندان کی خواتین کے سوا وہ کونسا اسلامی ملک ہے جو ایسی روشن خیال مسلم خواتین کی ہستی کا سر افتخار رکھتا ہو۔

جناب والا!

یہ زنانہ کالج ہمارے عالی منزلت رہنمایان ملت کے درد نسواں کا ایک زندہ ثبوت ہے، جو درد نسواں کہ خصوصیت کے ساتھ ملت اسلام کے ایک آخری قائد اعظم مسیح الملک حکیم اجمل خاں صاحب مرحوم کا ایک طغرائے امتیاز رہا اور جس نے ان سے یہ زنانہ کالج ۱۹۰۹ء میں قایم کرایا تا کہ مخصوص زنانہ امراض کے معالجہ کے لیے دیسی طریقہ ہائے علاج کی ماہر فن عورتیں پیدا ہوں اور یورپ کی لیڈی ڈاکٹروں کے دوش بدوش بے زبان و بیچاری عورتوں کی خدمت و نفع رسانی اور چارہ سازی کا فرض ادا کریں۔

''دیسی فن علاج'' کی یہ شاخِ زنانہ طبیبات کے نہ ہونے کے سبب خشک ہو کر رہ گئی تھی اور ہزار ہا عورتوں کی جان جاہل اور نا قابل دایوں کے ہاتھوں میں چھوڑ دی گئی تھی جنہیں نہ فن قابلہ کی کوئی باقاعدہ تعلیم تھی نہ جنہیں عورتوں کے نازک اور پیچیدہ اندرونی امراض کے معالجہ کی بابت کوئی فنی علم و واقفیت تھی۔ نتیجہ یہ ہوتا رہا کہ ہزار ہا قیمتی جانیں اکثر اوقات محض ''بے احتیاطیِ دایہ'' اور صرف ''جہالتِ قابلہ'' کی قربانگاہ کی بھینٹ ہوتی رہیں، یورپ کے زنانہ ہاسپٹل نہ ہر جگہ موجود ہیں نہ یورپ کی لیڈی ڈاکٹرز ایسی کافی تعداد میں موجود ہیں جو لاکھوں اور کروڑوں ہندوستانی خواتین کی اس نازک موقع پر مدد کے لیے پہونچ سکیں۔ ''قابلہ'' کی سند دی جائے گی۔

زنانہ ہسپتال:

زنانہ ہسپتال میں کل ۱۰۷۴۶ بیمار عورتوں کا علاج ہوا۔ جن میں آؤٹ ڈور ۹۶۶۶ تھے اور اِنڈور ۱۰۸۰ عورتیں تھیں، تفصیل یہ ہے:

	اِنڈور	آؤٹ ڈوڈر	میزان
یونانی	۴۲۵	۵۰۷۴	۵۴۹۹
ویدک	۸	۱۲۷	۱۳۵
ڈاکٹری	۶۴۷	۴۴۶۵	۵۱۱۲

جناب والا!

زنانہ کالج کی اس روداد کو پیش کرنے کے بعد اب میں جناب سے درخواست کرتی ہوں کہ جناب اپنے مبارک ہاتھوں سے کامیاب طالبات کو اسناد اور انعامات تقسیم فرمائیں۔

جنابہ محترمہ!

آخر میں جناب کا ایک بار پھر شکریہ ادا کرتی ہوں کہ ہماری درخواست پر آپ نے یہاں تشریف لانے کی زحمت گوارہ فرمائی اور اس طرح ہمدردئی نسواں کے اس مشہور کام میں ہمارے ساتھ اپنی ہمدردی ظاہر فرمائی۔ ہمیں ذات والا سے امید ہے کہ جناب کی ہر ایک اعانت و ہمدردی آئندہ بھی برابر ہمارے شریک حال رہے گی اور اپنے دشوار فرائض میں جو اس زنانہ کالج کو خاطر خواہ ترقی کے بلند مقام تک پہنچانے سے تعلق رکھتے ہیں۔ جناب اپنی کسی اعانت اور دستگیری کو دریغ نہ رکھیں گی، اور یہاں سے تشریف لے جانے کے بعد جناب اپنے حلقۂ اثر میں ہمارے اس کام کی کامیابی اور قبولیت اور ترقی کے ہر ایک موقع کا ہمیں فائدہ پہنچاتی رہیں گی جو ''ماں ہونے'' کا مقام حاصل کرنے میں مثل موت کی گھاٹی کے پیش آتا ہے اور خدا کے سوا کوئی دستگیر و مددگار نہیں ہوتا۔

اسی دہلی میں پے در پے ایسے دردناک حادثات مسیح الملک مرحوم کے علم میں آئے کہ انہوں نے اس زنانہ کالج کے قایم کرنے کا فیصلہ کرلیا اور اپنے اس عزم بالجزم اور اپنے اس کوہ وقار ارادہ کے ساتھ جس کے لیے ان کی ذات مشہور تھی، وہ اس نیک کام کے لیے آٹھ کھڑے ہوئے اور ''ماؤں، بہنوں اور بیٹیوں'' کے لیے یہ کالج قایم کیا اور زندگی بھر اس کی ترقی اور کامیابی کے لیے ہر طرح کی کوششیں عمل میں لاتے رہے۔

پردہ کی مشکلات کی وجہ سے اگرچہ افسوس ہے کہ اس کالج کو ابھی تک وہ کامیابی نصیب نہیں ہو سکی جس کامیابی کو آج ہمارا مردانہ کالج حاصل کر چکا ہے تاہم ملک میں اپنی وضع کا یہ ایک واحد زنانہ طبی ادارہ تھا اس لیے بہت مشہور ہوا اور زنانہ طبیب پیدا کرنے اور عورتوں کے معالجات کا اپنے زنانہ ہاسپٹلز کے ذریعہ سے فرض ادا کرنے میں ایک غیر فانی شہرت اب تک حاصل کر چکا ہے، اس کالج کی مستند متعدد زنانہ طبیب ہیں جنھوں نے جا بجا ہمدردئ بنی نوع کے فرائض کو کامیابی اور نیک نامی کے ساتھ انجام دیا اور انجام دے رہی ہیں۔

جناب والا!

۱۹۰۹ء میں سرلوئی ڈین سابق لفٹنٹ گورنر پنجاب کی بیگم صاحبہ نے اس کا افتتاح کیا تھا، اس وقت سے اب تک یہ کالج برابر اپنے فرائض کو ادا کر رہا ہے۔

اس کالج میں طرز تعلیم وہی ہے جو ہمارے مردانہ کالج میں ہے یعنی اس زنانہ کالج میں بھی لڑکیوں کو طب عربی، ویدک طب اور ڈاکٹری، ان تینوں طریقہ ہائے علاج کی تعلیم علمی اور عملی دونوں طریقوں سے دی جاتی ہے اور ایک جماعت ''فن قابلہ'' کی بھی ہے اس سکشن میں قابلہ عورتوں کو جو پہلے سے یہ کام کر رہی ہیں یا کرنا چاہتی ہیں، اس شعبۂ فن کی علمی و عملی طریقہ سے تعلیم دی جاتی ہے۔

زنانہ ہاسپٹل بھی تینوں طریقوں سے بیمار خواتین کا معالجہ کر رہے ہیں، ان ڈور اور آؤٹ ڈور ہر قسم کی مریض عورتوں کا ان ہسپتالوں میں علاج کیا جاتا ہے، تاکہ ایک طرف کالج کی طالبات کو اپنے فن کی عملی طریقہ سے معلومات حاصل ہوں، دوسری طرف غریب عورتوں کو وہ فوائد حاصل ہوں جن فوائد کے لیے ہماری طب عرب ''ویدک'' قدیم زمانہ سے مشہور چلی آتی ہے۔ نیز نئے مغربی فن علاج سے بھی ان کو استفادہ حاصل ہوتا رہے۔

اب میں اس زنانہ کالج کے شعبوں کی روئداد خدمت والا میں پیش کرنے کی عزت کو حاصل کرتی ہوں۔

سال ۱۹۳۲-۱۹۳۱ء میں اس کالج میں ۴۷/طالبات نے تعلیم حاصل کی، جن میں ۳۸/طالبات عربی شعبہ میں اور ۹/طالبات نے ویدک میں تعلیم پائی، شعبۂ عربی کی تین طالبات نے آخری امتحان پاس کیا جنہیں ''طبیبہ قابلہ'' کی سندیں دی جائیں گی۔ ویدک کی ایک طالبہ نے آخری امتحان پاس کیا جسے ''ویدد ہانتری'' کی سند دی جائے گی، ایک طالبہ نے ''جماعت قابلہ'' کا آخری امتحان پاس کیا جسے قابلہ کی سند دیجائے گی۔

سال ۳۳-۱۹۳۲ء میں ۴۱/طالبات تعلیم حاصل کرتی رہیں، عربی شعبہ میں ۳۳ اور ویدک شاخ میں آٹھ طالبات تھیں، آخری امتحان شعبۂ عربی کا آٹھ طالبات نے پاس کیا جنہیں ''طبیبہ قابلہ'' کی سندیں دی جائیں گی اور پانچ طالبات نے جماعت قابلہ کا آخری امتحان پاس کیا جنہیں ''قابلہ'' کی سند دی جائے گی۔

سال ۳۴-۱۹۳۳ء میں ۵۸ر طالبات تعلیم پاتی رہیں، عربی شعبہ میں ۲۷ اور ویدک شعبہ میں ۳ر طالبات نے امتحان پاس کیا، جنھیں "طبیبہ قابلہ" کی سندیں دی جائیں گی اور ۴ر طالبات نے "جماعت قابلہ" کا آخری امتحان پاس کیا۔ آخر میں تمام خواتین کا شکریہ ادا کرتی ہوں، جنھوں نے اپنی تشریف آوری سے ہمارے اس کانووکیشن کو عزت دی اور ہمارے ساتھ ہمدردی اور اعانت کا اس طریقہ سے اظہار فرمایا۔

راقمہ

مسز ایف، ڈی، محمود

وائس پرنسپل شعبۂ زنانہ

•••

آیورویدک اینڈ یونانی طبّی کالج دہلی

کی

سہ سالہ مختصر رپورٹ

بابت ۱۸-۱۹۱۷ء، ۱۹-۱۹۱۸ء، ۲۰-۱۹۱۹ء

از

حکیم محمد اجمل خاں

جو

جناب مہاتما گاندھی جی صاحب کے سامنے اس کی

رسمِ افتتاح ادا کرنے کے موقع پر ۱۳ر فروری ۱۹۲۱ء کو پڑھی گئی

اور زیر نگرانی منشی عبدالقدیر والاخوان تاجران کتب دہلی

غنی المطابع واقع چھتہ لال میاں دہلی میں طبع ۱۳۳۹ھ ہو کر شائع ہوئی

بسم الله الرحمن الرحيم

مہاتما گاندھی صاحب و دیگر شرفا!

(۱) قبل اس کے کہ میں اپنی رپورٹ کو شروع کروں، خدا کا شکریہ ادا کرتا ہوں، جس کی بے انتہا مہربانی نے ہماری مدد اور رہبری کی ہے اور ہمیں اس قابل کیا ہے کہ ہم اپنے رستہ کی ایک منزل پر پہنچے۔ گو اس منزل کے بعد اور منزلیں بھی ہمیں طے کرنی ہوں گی۔ لیکن جس سب سے اعلیٰ اور برتر ہستی نے ہمیں اس منزل تک پہنچایا ہے، ہمیں بھروسہ اور یقین ہے کہ باقی منزلیں بھی اُسی کے لطف و کرم سے طے ہو جائیں گی۔

مہاتما گاندھی صاحب اور دیگر شرفاء کا خیر مقدم:

(۲) حضرات! آپ نے ہماری اس تقریب کی شرکت کے لیے دور دراز مقامات سے تشریف لانے کی تکلیف گوارا فرمائی ہے۔ میں اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ اس کالج کے بورڈ آف ٹرسٹیز کی طرف سے آپ کا خیر مقدم کروں اور اس تکلیف کے لیے، جو آپ نے گوارا کی ہے آپ کا اور خاص طور پر مہاتما گاندھی صاحب کا شکریہ ادا کروں کہ انھوں نے میری درخواست کو بے تامل قبول فرما کر ہمارے کالج کی پیدائش کو اپنی موجودگی سے برکت دی۔

(۳) یہ کالج وہ درسگاہ ہے جہاں ہم نہایت آرزومندی اور خلوص کے ساتھ اس امر کے خواہاں ہیں کہ دھنونتری، ششرت، باگھبٹ اور بقراط، جالینوس اور بوعلی سینا کے ان علوم (آیورویدک اور یونانی طب) کو ترقی دیں جو انہوں نے ترکہ اور ورثہ کے طور پر ہمارے لیے چھوڑے ہیں اور جنھیں ملک کی کم توجہی اور خود ہم لوگوں کی خراب نظامی حالت نے بہت نقصان پہنچایا ہے۔

ویدک اور یونانی طب کی عظمت کے لیے سعی:

(۴) مجھے اس بات کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے کہ ہماری قومیت کے لیے ہماری چیزوں کا بہتر حالت میں باقی رہنا اور ان کی ترقی کے لیے برابر کوششیں کرنا ہمارے لیے ایک اہم اور

ضروری مسئلہ ہے۔

(۵) اگر ہم ملک کے انتظام کو اپنے ہاتھ میں لینا چاہتے ہیں تو اس کے لیے ہمیں جہاں اپنی دوسری قومی چیزوں کو سنبھالنا ہے وہاں ہمیں دیسی طریقۂ علاج کی طرف بھی توجہ کرنی نہایت ضروری ہے کیونکہ ہماری سچی ترقی کا دارومدار انہیں چیزوں پر ہوگا اور جب تک ہم باہر کی چیزوں سے بے نیاز نہ ہوں گے اس وقت تک ہم اپنے ملک کی وہ خدمت کرنے سے قاصر رہیں گے جس کی اسے سخت ترین ضرورت ہے۔

اس اہم ملکی فرض کو جہاں تک کہ اس کا تعلق طب کے سلسلہ سے ہے۔ ہم نے اپنے کمزور بازوؤں پر لیا ہے اور ہم ایک عرصہ سے برابر اسے ادا کرنے کے لیے اپنی حقیر کوششوں کو کام میں لا رہے ہیں۔

ہمارا نصب العین:

(۶) ہمارا نصب العین یہ ہے کہ ہم ویدک اور یونانی طبوں کو بہترین بنیادوں پر قائم کر دیں اور ان میں ایسی مناسب وقت ترمیمیں کریں جن کی وجہ سے وہ اور زیادہ مفید ہو سکیں۔ یہ تمام صلاحتیں امید ہے کہ رفتہ رفتہ پوری ہوتی رہیں گی اور آخر کار ہم اس زمانہ کو دیکھنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ جب کہ ہماری دواؤں کو عام طور پر ہمارے وہ بھائی بھی استعمال کرنے لگیں گے جو آج مغرب سے آئی ہوئی دواؤں کے علاوہ اپنے ملک کی پیداوار اور ملک کی بنی ہوئی دواؤں سے کسی قسم کا فائدہ اُٹھانے کے لیے آمادہ نہیں ہیں۔

جب ہم اس منزل تک پہنچ جائیں گے تو ہم سمجھیں گے کہ ہمارا مقصد پورا ہو گیا اور ہم اپنی کوششوں میں کامیاب ہو گئے۔

جناب حکیم عبدالمجید خاں صاحب مرحوم، بانیِ مدرسہ طبیہ:

(۷) یہاں مجھے اجازت دیجئے کہ میں اپنے بڑے بھائی صاحب مرحوم کے متعلق کچھ بیان کروں، جنھوں نے دراصل ایک طبّی مدرسہ کی بنیاد ۲۳ر جولائی ۱۸۸۹ء میں ڈالی جو بتدریج ترقی کرتے کرتے اس حد تک پہنچا ہے اور جسے اب ہم ''آیورویدک اینڈ یونانی طبّی کالج'' کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ اگر میں غلطی نہیں کرتا تو ہندوستان میں سب سے پہلے میرے مرحوم بھائی نے اس طب

کے مدرسہ کی بنیاد ڈالی۔ اس کے بعد دوسرے شہروں میں بھی کئی ایک طب اور ویدک کی تعلیم گاہیں کھلیں، جن کی تعداد میں امید ہے کہ ہمیشہ اضافہ ہوتا رہے گا۔

جناب حکیم محمد واصل خاں صاحب مرحوم:

جناب بھائی صاحب کے انتقال کے بعد میرے منجھلے بھائی جناب حکیم محمد واصل خاں صاحب مرحوم نے اس مدرسہ کا چارج لیا۔ اور اس خدمت کو اچھی قابلیت کے ساتھ انجام دیا۔

ان کے انتقال کے بعد سے اب تک میں اپنے مرحوم بھائی کی اس یادگار کو ترقی دینے کی کوشش میں مصروف ہوں۔

جناب مہاتما گاندھی جی صاحب! اس مختصر تمہید کے بعد میں چند الفاظ ان صیغوں کے متعلق گزارش کرنا چاہتا ہوں جو ہمارے بورڈ آف ٹرسٹیز کے ماتحت ہیں اور جن کے ذریعہ سے ہم اس ملکی خدمت کو انجام دے رہے ہیں۔

ہمارے کالج کی یونانی شاخ:

(۸) ۱۸۸۹ء سے اب تک اس تعلیم گاہ سے ۳۶۲ رطبیب سندیں حاصل کر کے تمام ہندوستان میں اپنے فرائض انجام دے رہے ہیں۔ (ان کے علاوہ ۴۵ رطلبا اور ہیں جنہیں اب سندیں دی جائیں گی) اور مجھے اس بات کے ظاہر کرنے سے خوشی ہوتی ہے کہ وہ ملک کے اعتماد کو حاصل کرنے میں اچھی طرح ترقی کر رہے ہیں۔

۱۸۔ ۱۹۱۷ء میں جو طلبہ ہمارے کالج میں داخل ہوئے ان کی تعداد ۱۶۹ رتھی، لیکن یہ تعداد ۱۹۔ ۱۹۱۸ء میں ۲۵۰ راور ۲۰۔ ۱۹۱۹ء میں ۳۱۲ رتک پہنچ گئی۔ حاضری کا اوسط ان تین سال میں سو سے اوپر رہا۔

اس شاخ کا انتظام ایک ایسی جداگانہ سب کمیٹی کے ہاتھ میں ہے۔ جس میں یا طبیب اور یا اس طب کے ہمدرد اصحاب شامل ہیں۔

زنانہ درس گاہ اور شفا خانہ:

(۸-الف) ۱۳ جنوری ۱۹۰۹ء کو یہ زنانہ طبی درسگاہ جس کے ساتھ ایک زنانہ شفا خانہ بھی ہے۔ سر لوئیس ڈین لفٹنٹ گورنر پنجاب نے کھولی۔ یہ مدرسہ اور شفا خانہ اپنے فرائض کو باحسن وجوہ انجام

دے رہا ہے۔ اس میں ہندو اور مسلمان لڑکیاں فن قابلہ کے علاوہ ویدک اور یونانی طب بھی پڑھتی ہیں۔ (اس کا نصاب تعلیم ضمیمہ (ح) میں درج ہے) اس مدرسہ میں طالبات کی تعداد اس وجہ سے کہ زنانہ تعلیم ہندوستان میں کم ہے، بہت کم رہتی ہے۔ اگر ہم اس کی تین سال کی اوسط حاضری کا ذکر کریں تو وہ ۱۳ کی تعداد سے زیادہ نہیں ہے۔ امید ہے کہ آنے والا زمانہ طالبات کے لحاظ سے بہتر ہوگا۔

ہمارے کالج کی آیورویدک شاخ:

(۸۔ب) ۱۹۱۴ء سے ہماری تعلیم گاہ میں آیورویدک تعلیم کا سلسلہ شروع ہوا۔ جب سے ۳۴ر طالب علم تعلیم حاصل کر کے فارغ ہو چکے ہیں۔ ان ۳۴ر طلباء میں سے چار نے دو سال کا مزید زمانہ صرف کر کے اعلیٰ تعلیم کا ڈپلومہ حاصل کیا ہے۔

ہندوستانی دواخانہ:

(۹) حضرات! طبّی کالج کے شعبوں اور اس کی متعلقہ چیزوں کو بیان کرتے ہوئے مجھے اس کالج کے متعلق ایک اہم چیز کا بیان کرنا ہے اور وہ ہندوستانی دواخانہ ہے۔ اس کالج کے اصل بانی جناب حکیم عبدالمجید خاں صاحب مرحوم کا خیال تھا کہ ایک دواخانہ اس غرض سے قائم کیا جائے کہ مدرسہ کے طالب علم اس سے دواسازی اور دواشناسی کی تعلیم حاصل کرسکیں اور اس کے ساتھ ہی ساتھ وہ بیماروں کے لیے خالص دواؤں کے بہم پہنچانے کا ایک کامیاب ذریعہ ہو۔

مختلف وجوہ سے وہ اپنے اس خیال کو اپنی زندگی میں پورا نہ کر سکے۔ لیکن ان کے انتقال کے ایک عرصہ کے بعد ۱۹۰۳ء میں یہ دواخانہ وسیع پیمانے پر کھولا گیا جو آج تک ترقی کرتے کرتے اب اس حالت کو پہنچ گیا ہے کہ ہمارے تمام مصارف کا بہت بڑا حصہ وہ ہی ادا کرتا ہے۔

اس دواخانہ نے واقعی طور پر طبّی دنیا کی بہت قیمتی خدمت انجام دی ہے۔ اُس نے خالص دوائیں ملک کے لیے مہیا کی ہیں۔ اس نے دواؤں کے رکھنے میں بہت سی مفید اصلاحیں کی ہیں اور اُس نے دواسازی کے فن کو قیمتی ترقی دینے کے علاوہ دواسازی کے آلات کی ایجاد میں بھی خاصی شہرت حاصل کی ہے۔

اس دواخانے کی آمدنی کی تفصیل ضمیمہ (ط) میں درج ہے اور ہمیں اس سے قریب قریب چالیس ہزار روپیہ سال کی توقیر ہو جاتی ہے۔

آیورویدک اینڈ یونانی طبّی کالج کی ضرورت اور اس کا بنیادی پتھر:

(۱۰) یہ یقین کرتے ہوئے کہ کسی فن کی اصلاح اور ترقی بغیر اچھی اور تمام ضرورتوں کو پورا کرنے والی درسگاہ کے قیام کے ناممکن ہے۔ یہ ارادہ کیا گیا کہ ایک ایسے کالج کی بنیاد ڈالی جائے جس میں یونانی طب اور آیورویدک کی تعلیم، ہم زمانہ موجودہ کی ضرورتوں کو پیش نظر رکھ کر دے سکیں۔ اسی ارادہ کا یہ پہلا عملی قدم ہے، جسے آپ اور دوسرے وہ احباب جو اس وقت یہاں جمع ہیں اپنے سامنے دیکھ رہے ہیں۔

طبّی کالج کے لیے کیا کیا انتظام ضروری ہیں؟

(۱۱) ہم نے اس امر کو محسوس کیا کہ سب سے پہلے ہم ایک کالج بنائیں تا کہ اس کے ذریعہ سے ہم وہ تمام اصلاحیں کر سکیں جو ہمیں ہماری اس منزل تک پہنچنے میں مدد دیں اس تعلیم گاہ کے لیے ہم ذیل کا انتظام ضروری سمجھتے ہیں:

(۱) ایک اچھا انتظام ''اندرونی بیماروں'' کے لیے ہونا چاہیے تا کہ ہم کالج کے طلبا کو بیماروں کے بستروں کی وساطت سے عملی تعلیم دے سکیں۔

(۲) طلبہ کو جراحی بھی سکھائیں تا کہ وہ جب فارغ ہو کر نکلیں تو اس ضروری حصۂ طب سے بے خبر نہ ہوں اور اپنے ملک کی خدمت طبابت اور جراحی دونوں ذریعوں سے کر سکیں۔

(۳) تشریح کی تعلیم کتاب، نقشوں اور موڈلز کے علاوہ نعشوں کے ذریعہ سے بھی دی جائے تا کہ ہماری طبوں کے سیکھنے والے طلبہ طب کے اس ضروری حصہ سے وہی واقفیت حاصل کر سکیں جو مغربی طب کے طلبہ کو عام طور پر ہوتی ہے۔

(۴) ایک ''میوزیم'' ہونا چاہیے تا کہ ہمارے طلبہ اس کے ذریعہ سے اپنی طبّی واقفیت میں ترقی دے سکیں۔

(۵) علم الادویہ کی تعلیم کتابوں اور نقشوں کے علاوہ اصلی درختوں اور نباتات کے ذریعہ سے بھی ہونا چاہیے تا کہ علم طب کا یہ حصہ ہمارے طلبہ بہتر جاننے والے ہوں۔

(۶) طلبہ کے لیے ایک اچھا اور کافی بورڈنگ ہاؤس بنائیں تا کہ وہ ان فوائد سے محروم نہ رہیں جو اس نظام سے تعلق رکھتے ہیں۔

(۷) سلسلۂ تحقیقات کے ذریعہ سے دیسی طبّوں کو ترقی دی جائے اور ان میں از سر نو وہ روح پھونکی جائے جو عرصہ ہوا اُن سے جدا ہو چکی ہے۔

(۸) ایسے بیماروں کے لیے جو چھوت کی بیماریوں میں مبتلا ہوں جداگانہ مکان بنایا جائے۔

(۹) ان عام مریضوں کے لیے ان کے آرام کے مطابق انتظام کیا جائے جو شفا خانہ سے علیٰحدہ انتظام کے خواہشمند ہوں۔

(۱۰) جلدی امراض، زنانہ علاج، بچوں کی بیماریوں، آنکھ کے روگوں کے لیے جدا جدا صیغے قائم کیے جائیں۔ ان کے علاوہ ایکسرے، سرجیکل آوٹ پیشنٹس، افعال الاعضاء (فزیالوجی)، علاج التشریح (پتھالوجی) کے لیے جدا جدا انتظامات ہوں تاکہ ہمارا یہ کالج ہر لحاظ سے ایک مکمل کالج ہو اور ہماری طب دنیا میں وہ وقار حاصل کرے، جس کی کہ وہ حقیقت میں مستحق ہے۔

کالج کا بنیادی پتھر:

(۱۲) ان ضرورتوں کو پیش نظر رکھ کر ہم نے ہز ایکسلینسی لارڈ ہارڈنگ سے جن کی ہمدردی ہم ان طبّوں کے ساتھ حاصل کر چکے تھے، اس کا سنگ بنیاد رکھنے کی درخواست کی، جسے ممدوح نے کشادہ پیشانی کے ساتھ قبول فرمایا۔

میں سخت ناشکر گزار ہوں گا اگر ان کی اس مہربانی کا اعتراف صدق دل سے نہ کروں جو انہوں نے اس کالج کا بنیادی پتھر رکھنے سے ۲۹ / مارچ ۱۹۱۶ء کو ظاہر فرمائی۔ اُن کا صرف یہی احسان اس کالج یا دیسی طریقۂ علاج پر نہیں ہے بلکہ ان کی توجہ نے گورنمنٹ آف انڈیا کو اس بات پر بھی آمادہ کر دیا تھا کہ وہ ایک معقول رقم یکمشت اور سالانہ اس کالج کو دے، لیکن موجودہ صورت حالات نے دونوں گروہوں کو اس سے باز رکھا۔

ہز ایکسلینسی لارڈ ہارڈنگ نے اس کالج کی بنیاد رکھتے ہوئے اپنے خیالات کو دیسی طبّوں کے ساتھ ہمدردانہ لہجہ میں ظاہر فرما کر بھی ہماری امداد کی تھی۔ اسی لیے ہم بطور اعترافِ احسان کے ان کی اور لیڈی ہارڈنگ کی تصویروں کی برقع کشائی کی رسم بھی اسی رسمِ افتتاح کے ساتھ ادا کر رہے ہیں۔

اس عمارت پر دسمبر ۱۹۲۰ء تک کیا صرف ہوا:

(۱۳) دسمبر ۱۹۲۰ء تک ہم نے اس کالج پر تعمیرات کے سلسلہ میں جو کچھ بھی صرف کیا ہے، اس کی میزان

چار لاکھ اٹھاسی ہزار تین سو چونتیس روپیہ ہے۔ لیکن ابھی ہمیں بہت کچھ کرنا باقی ہے اور جیسا کہ میں اوپر بیان کر آیا ہوں، ہمیں کئی ڈپارٹمنٹ بنانے ہیں۔ جن پر لاکھوں روپیہ صرف کرنا ہوگا۔ جس کے متعلق میں آئندہ کسی قدر تفصیل کے ساتھ بیان کروں گا۔

ہمارے کالج کے لیے عطایا:

(۱۴) مجھے اس موقع پر ہز ہائنس جناب نواب صاحب والی ریاست رام پور کا ذکر خیر کرنا چاہیے۔ جنہوں نے سب سے پہلے مجھے مشورہ دیا تھا کہ اب وقت ہے کہ طبی اسکول کو کالج بنادیا جائے اور موجودہ ضروریات طب کو پیش نظر رکھ کر کالج کے لیے ایک وسیع عمارت تعمیر کی جائے اس غرض کے لیے انہوں نے ان بارہ سو روپیہ کے علاوہ جو وہ پہلے سے عطا فرماتے تھے، پچاس ہزار روپیہ کی گراں قدر رقم عطا فرمائی۔

اس کے بعد میں جناب سیٹھ جمال صاحب ملک التجار (رنگون) کا صدق دل سے شکر گزار ہوں، جنہوں نے اس فنڈ میں اپنی طرف سے پچاس ہزار کی رقم عطا فرمانے کے علاوہ میرے ساتھ شامل ہوکر رنگون میں ایک عام چندہ کیا اور بذاتِ خود اپنے تمام کاموں کو چھوڑ کر شریک ڈیپوٹیشن ہوئے۔ انہیں کی کوششوں کا نتیجہ تھا کہ ہمارا ڈیپوٹیشن رنگون سے ڈھائی لاکھ کی رقم حاصل کرنے میں کامیاب ہوا۔

ان دو بڑی رقموں کے علاوہ ہز ہائنس جناب مہاراجہ صاحب بہادر پٹیالہ اور ہر ہائینس بیگم صاحبہ بھوپال نے پچیس پچیس ہزار یکشت اور ڈیڑھ ڈیڑھ سو ماہوار سے اس کالج کی امداد فرمائی۔ اور ہز ہائنس مہاراجہ صاحب بہادر گوالیار نے بھی پچیس ہزار روپیہ کی رقم عطا فرما کر ہمیں شکر گزار فرمایا۔

اسی طرح ہم اپنے دلی امتنان کا اظہار پانچ پانچ ہزار کی ان رقوم کے متعلق بھی کرتے ہیں جو ہمیں ہز ہائنس مہاراجہ صاحب ہلکر اندور کے دربار سے اور جناب لالہ سلطان سنگھ صاحب رئیس دہلی کی طرف سے عطا ہوئیں۔

ضروری معلوم ہوتا ہے کہ رنگون کے چندہ کے سلسلہ میں ہم خصوصیت کے ساتھ ایک چینی سردار لم چن سوانگ صاحب کا ذکر خیر کریں، جنہوں نے بیس ہزار کی رقم عطا فرمائی ہے۔

ہم سیٹھ آدم جی کے بھی ممنون ہیں کہ انہوں نے پندرہ ہزار کی رقم عطا فرمائی۔ اسی طرح جناب ابراہیم قاسم پٹیل صاحب اور جناب ایم اے ملا صاحب نے دس دس ہزار روپیہ کی رقوم عطا کر کے

ہمیں شکرگزار کیا۔

غرض یہ رقوم اور بہت سے وہ عطیے جو ملک کے ہمدرد اصحاب رنگون یا ہندوستان کے کسی اور حصہ کی طرف سے کالج کو دیئے گئے ہیں، ہمارے اس کالج کی تکمیل کی واقعی بنیاد ہیں۔ اس لیے میرا فرض ہے کہ میں ان تمام اصحاب کا اس موقع پر نہ تنہا بورڈ کی طرف سے بلکہ جس ملک کی خدمت کے لیے یہ چندے دیئے گئے ہیں، اُس ملک کی طرف سے شکریہ ادا کروں۔

انجینئروں کا شکریہ:

(۱۵) اس عمارت کی تکمیل میں رائے بہادر کنہیا لعل صاحب اور رائے بہادر بابو رام صاحب ریٹائرڈ سول انجینئروں نے قیمتی مشوروں سے امداد دی ہے اور یہ دونوں صاحبان ہمارے شکریہ کے مستحق ہیں۔ اسی طرح تعمیر میں ہمارے کالج کے جائنٹ سکریٹری پیرزادہ مولوی محمد حسین صاحب ریٹائرڈ سیشن جج نے جو حصہ لیا ہے، اس کے لیے ان کا شکریہ ادا کرنا بھی ہمارا فرض ہے۔

دیگر معاونین کا شکریہ:

(۱۶) ان حضرات کے علاوہ ان معاونین کا بھی شکریہ ادا کیا جاتا ہے کہ جنہوں نے ایک ایک بیمار کا ماہوار خرچ جو بیس روپیہ ہوتا ہے اپنے ذمہ لیا ہے۔ جن میں لالہ پیارے لعل صاحب موٹر مرچنٹ، لالہ پیارے لعل صاحب پلیڈر، لالہ سریرام صاحب ایم اے (جنہوں نے پانچ سو روپیہ کی رقم اس کے علاوہ بھی عطا کی ہے) اور ضلع ایٹہ کے رئیس لالہ رگھبیر پرشاد صاحب قابل ذکر ہیں۔

طبّی کالج میں اب تک کیا ہو چکا ہے:

(۱۷) حضرات! ہم نے اب تک جو کچھ کیا ہے وہ یہ ہے کہ تعلیم کے علاوہ جس کا زیادہ بہتر نصاب امید ہے کہ افتتاح کے بعد بنانے کی خاص طور پر سعی کی جائے گی اور وہ برابر جاری رہے گی۔ وسیع پیمانے پر انڈور پیشنٹس اور آؤٹ ڈور پیشنٹس کے لیے ایک شفاخانہ کے ذریعہ سے انتظام کیا ہے۔ اسی طرح ہم نے آپریشن روم بنایا ہے اور اس کی ضروری چیزوں کو فراہم کیا ہے (اور کر رہے ہیں) اس کے ساتھ ساتھ ہم نے ڈسکشن روم اور میوزیم بھی تیار کر لیا ہے۔ ہم نے متعدی بیماریوں کے لیے جداگانہ عمارت بنالی ہے اور ان بیماروں کے لیے جو علیحدہ انتظام چاہتے ہوں ایک وارڈ

تعمیر کر دیا ہے۔

اسی شفاخانہ کی عمارت کے پیچھے والی زمین کو دو حصوں پر تقسیم کر کے ہم نے ایک حصہ کو طلبہ کے کھیلوں کے لیے مخصوص کر دیا ہے اور دوسرے حصہ کو ہندوستان میں پیدا ہونے والی دواؤں کے بونے کے لیے مقرر کر دیا ہے، جو امید ہے کہ علم الادویہ کی تعلیم کے لیے بہت مفید ثابت ہوگا۔ ہم نے طلبہ کی رہائش کے لیے دو بورڈنگ ہاؤس بنادیئے ہیں، لیکن داخلہ کی کثرت کو دیکھ کر ہم مجبور ہو رہے ہیں کہ ان کی رہائش کے انتظام کو اور وسعت دیں۔

کالج کا سرمایہ اور اس کی آیندہ ضرورتیں:

(۱۸) اس وقت سب سے زیادہ اہم ہمارے سامنے دو مسئلے ہیں، جن کی طرف ہماری توجہ مبذول ہے۔ ان میں سے ایک اعلیٰ اور مکمل نصابِ تعلیم کا مسئلہ ہے اور دوسرا سرمایہ کا، جس کا ذکر ہم اس وقت کرنا چاہتے ہیں۔

موجودہ عمارت میں کام کرنے کے لیے ہمیں کم سے کم بیس لاکھ روپیہ کی ضرورت ہے۔

(الف) کالج کی بقیہ عمارتوں اور ضرورتوں کو پورا کرنا ہے، جن میں ہندوستانی دواخانہ، لیبوریٹری، نیا بورڈنگ ہاؤس، حمام، کلب، بجلی اور واٹر ورکس شامل ہیں۔ ان تمام چیزوں پر تقریباً پانچ لاکھ روپیہ صرف ہوگا۔

(ب) اور سرمایہ کو مضبوط کرنے کے لیے ہمیں پندرہ لاکھ روپیہ فراہم کرنا ہے، جس کی آمدنی سے ہم اپنے تمام مصارف، ضرورتوں کے مطابق پورے کرسکیں گے۔

اس وقت ہمارے کالج کے اصلی سرمایہ میں (ریاستوں کی ان دوامی رقوم کے سوا جن کا ذکر میں اوپر کر چکا ہوں اور میونسپل کمیٹی دہلی کی ایک سو پچیس روپیہ ماہوار کی امداد کے علاوہ جس کا ذکر میں اس وقت شکر گزاری کے ساتھ کرنا چاہتا ہوں) تین جائیدادیں ہیں جن کی مجموعی قیمت ڈیڑھ لاکھ روپیہ ہے۔ اس رقم میں اگر وہ روپیہ بھی شامل کر لیا جائے جو نقد بینک میں جمع ہے تو اس کی میزان پونے دو لاکھ روپیہ سے زیادہ نہیں ہوتی۔

موجودہ عمارت میں کام کرنے کی وجہ سے اس وقت بورڈ پر بہت کچھ مصارف کا بوجھ پڑ گیا ہے۔ صرف شفاخانہ کی مد میں (جس سے ہمیں کوئی رقم وصول نہ ہوگی) دو ہزار روپیہ ماہوار صرف کرنا پڑے گا۔

نصاب تعلیم کی تکمیل کے لیے بھی ہمیں ایک ایسے دائمی اسٹاف کی ضرورت ہے، جو ہمیشہ اس کالج میں کام کرتا رہے اور جس پر ہمیں کم سے کم ایک ہزار روپیہ ماہوار صرف کرنے کی ضرورت ہے۔ اس کے علاوہ اور بہت سی متفرق ضرورتیں ہیں، جن کا ذکر یہاں غیر ضروری معلوم ہوتا ہے۔

ایسی حالت میں ہمارا سب سے پہلا فرض ہے کہ ہم بیس لاکھ کے سرمایہ کو فراہم کرنے کے لیے ملک کے سامنے اپیل کریں اور بھی خواہانِ ملک سے درخواست کریں کہ وہ اس نیک مقصد میں شریک کار ہونے میں میری اور بورڈ آف ٹرسٹیز کی امداد فرمائیں۔

آخری بات:

(۱۹) آخر میں مجھے یہ عرض کرنا ہے کہ ۱۸۸۹ء سے اب تک میں نے اپنے فرضِ خدمت کو خواہ بالواسطہ خواہ براہ راست پورا کرنے کی حقیر کوشش کی ہے۔ اکتیس برس کی کاوش و محنت اور ادائے خدمت کے بعد میری خواہش ہے کہ اس کام کا بار اب تنہا میری ذات پر نہ رہے اور کام کرنے والے اقدام ہمت اور حوصلہ کے ساتھ آگے بڑھیں اور میرے بوجھ کو ہلکا کردیں۔

مقاصد کی آخری تشریح:

(۲۰) میں مغربی طب کا مخالف نہیں ہوں۔ نہ یہ درسگاہ کسی کی حریف ہے۔ ہمارا مقصد کھلا ہوا ہے اور ہم نے محض اپنے غریب ملک کی بھلائی کے لیے اس کام کو شروع کیا ہے۔

ہم نے اپنے فنونِ طبیہ کے نظام کو مکمل اور ترقی یافتہ بنانے کے لیے اس میدان میں قدم رکھا ہے۔ ہمارا تنہا یہ ہی مقصد نہیں ہے کہ اپنے قدما کے صحیح اور با اصول طریقوں پر پوری طرح اپنے آپ کو قائم رکھیں بلکہ یہ مقصد بھی ہے کہ طبی سائنس نے دنیا کے جس حصہ میں بھی جو ترقی کی ہے، اس سے فائدہ حاصل کریں۔ ہر ایک سائنس کے لیے ہم اسے ایک بدنصیبی خیال کرتے ہیں کہ اس کے دروازے بند کر دیئے جائیں اور سائنٹفک تحقیقات کی روشنی کو اندر داخل ہونے کی اجازت نہ دی جائے۔ دنیا کی ہر طب نامکمل ہے اور ہم کشادہ دلی کے ساتھ یہ اعتراف کرتے ہیں کہ اپنے بزرگوں کے کبھی فنا نہ ہونے والے صحیح اصول اور طریق کو قائم رکھتے ہوئے ہمارا فرض ہے کہ ہم ہر ایک کوشش جو اپنی طبوں کو مکمل اور اعلیٰ بنانے کے لیے کر سکتے ہیں، اختیار کرنے کو ہر وقت اور ہر زمانے میں تیار ہیں۔

خدا کرے کہ اس درسگاہ سے اساتذہ فن پیدا ہوں اور جو درخت ہم نے لگایا ہے وہ سرسبز اور شاداب رہے!

مہاتماجی سے درخواست:

اپنے مقاصد کی اس آخری تشریح کے بعد جناب مہاتما گاندھی جی صاحب! میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ ہمارے کالج کا اپنے مبارک ہاتھوں سے افتتاح کر دیجئے۔

محمد اجمل

آنریری سکریٹری بورڈ آف ٹرسٹیز

طبیہ کلیہ۔ دہلی

۱۳/فروری ۱۹۲۱ء

سالانہ رپورٹ

ریسرچ انسٹی ٹیوٹ

آیورویدک اینڈ یونانی طبّی کالج دہلی

۱۹۳۰-۱۹۲۹ء

از

ڈاکٹر سلیم الزماں صدیقی
بی اے، پی ایچ ڈی
ڈائرکٹر ریسرچ انسٹی ٹیوٹ آیورویدک اینڈ یونانی طبّی کالج دہلی

مطبوعہ جامعہ ملیہ پریس صدر بازار دہلی

سالانہ رپورٹ از ڈائرکٹر ریسرچ انسٹی ٹیوٹ

بخدمت جناب سکریٹری صاحب بورڈ آف ٹرسٹیز آیورویدک و یونانی طبی کالج دہلی

جناب والا۔

جیسا کہ میں ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کے افتتاح کے موقعہ پر اپنے شائع شدہ ''تعارفی بیان'' میں عرض کر چکا ہوں انسٹی ٹیوٹ مئی ۱۹۲۹ھ سے لے کر نومبر ۱۹۲۹ء تک کی نہایت قلیل مدت میں کام شروع کر دینے کے لیے بالکل تیار ہو گیا تھا اور میں وثوق کے ساتھ یہ کہہ سکتا ہوں کہ جس قدر قلیل رقم اور مختصر گنجائش میں ادویات کی تحقیق کے لیے جس اعلیٰ ترین پیمانہ پر یہ انسٹی ٹیوٹ قائم ہوا ہے اس کا لحاظ کرتے ہوئے ہندوستان میں یہ اپنی آپ ہی مثال ہے۔ پیشتر اس کے کہ میں انسٹی ٹیوٹ کی تیاری کے بعد جو کام اب تک ہوا ہے، اس کا بیان آپ کے سامنے پیش کروں میں جو رائے کرنل چوپڑہ نے ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کی اسکیم کے متعلق ڈاکٹر انصاری صاحب کے نام ایک خط کی صورت میں دی تھی اور جس کو آپ نے بھی ملاحظہ فرمایا تھا اس میں سے مندرجہ ذیل قول کو نقل کرنا مناسب خیال کرتا ہوں:

> ''لیکن یہ پہلے سے سمجھ لینا چاہیے کہ جس کام کو کرنا ہے وہ نہایت طولانی اور دشوار گزار ہے
> اور اسے برسوں کی مدت درکار ہے۔ فوری نتائج کی امید نہ رکھنی چاہیے''

آج اگر ہمارے لیے باوجود کام کی ان دشواریوں کے، جن کا ایک ایسے ماہر فن کے قول سے صاف طور پر اظہار ہوتا ہے، یہ ممکن ہے کہ ہم کافی واضح نتائج اس قلیل مدت میں پیش کر سکیں تو یہ محض اس مسلسل انہماک کا نتیجہ ہے جو انسٹی ٹیوٹ میں کام کرنے والوں کو اپنے کام میں رہا ہے اور جس کی بنا پر خواہ سردی کے موسم میں خواہ شدید گرمی میں دس گھنٹے روزانہ کے اوسط سے کام ہوتا رہا ہے۔ ایسا کرنے میں میری کوشش یہ رہی ہے کہ انسٹی ٹیوٹ میں ان اوقات کی پابندی ہو اور محنت اور رجحان کا وہ معیار قائم ہو جو یورپ کے تحقیقی اداروں کا دستور ہے۔

کام کی ابتداء یوں کی گئی کہ مندرجہ ذیل مفردات کی، جن میں سے اکثر خود جناب نے تجویز فرمائی تھیں ایک کیمیاوی جانچ کی گئی تا کہ ان میں سے ایسی مزید کام کے لیے چنی جائیں جو اس کے لیے خاص طور پر موزوں ہوں۔

گوما، مالکنگنی، بیستیندو، چنا، چھوٹی دودھی، دھنور بروا، بھلاواں، چاکسو، گلو، مویزج کوہی، تاہ، چھوٹا گوکھرو، ٹگر، سنائے مکی۔

ان میں سے بھلاواں اور گلو کو سب سے پہلے تفصیلی تحقیق کے لیے مناسب خیال کیا گیا علاوہ دواء الشفاء کے جس پر میں خود ابتدائی کام کر چکا تھا۔

بھلاواں:

بھلاویں میں سے ہم کو مندرجہ ذیل اشیاء دستیاب ہوئیں:

(۱) ایک ہلکا زردی مائل نہایت سیال مرکب، جس کے ایک قطرہ سے سارے حصہ بدن پر چھالے اٹھ آتے ہیں اور اکوتے کی سی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ اس کو اندرونی اور بیرونی طور پر، دودھ اور مختلف روغنوں کے ساتھ تمام اُن امراض میں استعمال کیا جا سکتا ہے جن کے لیے بھلاواں استعمال ہوتا ہے۔ بھلاویں کے تارکولی کثیف مادہ سے اس کی علیٰحدگی اس کے اثر کو دو چند اور اس کی مضرت کو کمتر کر دیتی ہے۔ تاہم مزید کوشش اس امر کی جاری ہے کہ اس جز کا ایک ایسا کیمیاوی مرکب بنایا جاوے جس میں اس کی مضرت کی مزید روک ہو بلا اس کے کہ اس کے فوائد میں کوئی کمی واقع ہو۔ ہم نے اس لطیف مادہ کا نام ''انا کارڈول'' رکھا ہے اور اس کیمیاوی تشریح کے بعد اس کا فارمولہ بھی تجویز کیا ہے۔ یہ مادہ بھلادیں میں سے ۱۵ ر سے ۱۷ ر فیصدی تک دستیاب ہوتا ہے۔

(۲) اسی لطیف جزو سے ملتا ہوا ایک دوسرا جزو جو نہایت قلیل مقدار اعشاریہ ۲ (۲ء) فیصدی تک دستیاب ہو سکتا ہے۔

(۳) ایک زردی مائل اور (۴) ایک سرخی مائل ''ریزنی تیزاب''، جس کا کوئی خاص اثر معلوم نہیں ہوتا۔

(۵) تارکولی مادہ جس میں حرارت کے ذریعے اُڑ سکنے کی صلاحیت نہیں لیکن جو جزء لطیف کی مانند چھالے ڈال سکتا ہے۔

(۶) روغنی مادہ جو بادام کے تیل سے مشابہ ہے اور 'انا کارڈول' کے بدرقے کے طور پر استعمال ہو سکتا ہے۔

ذکر کے قابل یہ امر ہے کہ جو کام ہم نے بھلاویں پر کیا ہے وہ تمام اُن رایوں کی تردید کرتا ہے جو

تحقیقی دنیا میں اس کے متعلق تھیں۔ نیز اس کی جو بنگلور کی انسٹی ٹیوٹ میں چند سال ہوئے شائع ہوئی تھی۔ ہمارے نتائج کا سائنٹیفک حصہ عنقریب میرے اور مسٹر پلے کے نام اور انسٹی ٹیوٹ کی مقامیت سے انڈین کیمیکل سوسائٹی کے رسالہ میں شائع ہونے کے لیے بھیجا جاوے گا۔

(۲) جہاں تک دواء الشفاء کا تعلق ہے میں آپ کی خدمت میں مندرجہ ذیل نتائج اس کام کے ضمن میں پیش کر چکا ہوں جو میں نے انڈین انسٹی ٹیوٹ بنگلور میں کیا تھا۔

(۱) یہ کہ اس میں ایک فیصدی ''مومی'' مادہ موجود ہے۔

(۲) یہ کہ اس میں بادامی رنگ کا جامد ''ریزنی تیزاب'' اور ایک ''ریزنی نمک'' ہے۔

(۳) یہ کہ یہ تینوں چیزیں خالی الاثر ہیں۔

(۴) یہ کہ جزو موثر القلائدوں کا ایک مجموعہ ہے جس میں سے میں ایک خالص زرد القلائد سفید القلائدوں میں سے علیحدہ کرنے میں کامیاب ہوا تھا۔

(۵) یہ کہ زرد القلائد سانس کو روکتا ہے اور دل کی حرکت میں اضافہ کرتا ہے اور اعصاب میں اضمحلال پیدا کرتا ہے۔ سفید القلائد کا مجموعہ سانس کو اس شدت سے نہیں روکتا جس طرح کہ زرد القلائد اور نہ دل کی حرکت کو تیز کرتا ہے بلکہ سانس، دل اور اعصاب کو رفتہ رفتہ مضمحل کرتا ہے۔

(۶) یہ کہ باوجود اس کے کہ غیر صاف شدہ القلائد کا مجموعہ کافی مقدار میں پایا جاتا ہے صاف شدہ القلائد صرف اعشاریہ ایک (۰ء۱) فیصدی نکالے جاسکتے ہیں یہ نتائج میں نے چار سیر دواء الشفاء پر کام کر کے حاصل کیے تھے۔ اس پر مزید کام میں نے رفعت حسین صاحب صدیقی کے ساتھ جاری کیا جن کو داؤد بھائی ٹرسٹ سے سو روپیہ ماہانہ اسکالر شپ ملتی ہے اور جن کو مسلم یونیورسٹی نے میرے ساتھ ڈی ایس سی ڈگری کے لیے کام کرنے کی اجازت دی ہے۔ ہم نے اب تک تقریباً ایک من دواء الشفاء پر کام کرنے کے بعد مندرجہ ذیل مزید نتائج حاصل کیے ہیں۔

(۱) یہ کہ وہ زرد القلائد جو میں نے پیشر اعشاریہ نصف (۰۵ء) فیصدی کی مقدار میں حاصل کیا تھا، اعشاریہ ایک (۰ء۱) فیصدی تک حاصل کیا جاسکتا ہے اور یہ کہ یہ القلائد بالکل نیا ہے یعنی اب تک نامعلوم تھا۔ چنانچہ اس کا نام حکیم اجمل خاں صاحب مرحوم بانی انسٹی ٹیوٹ کے نام نامی پر ''اجملین'' رکھا گیا ہے۔ اس کا جو اثر گزشتہ سال معلوم کیا گیا تھا اس کی مکرر مزید تحقیق ہوئی۔

(۲) یہ کہ اس میں سے ''اجملین'' کے علاوہ ایک اور زرد اور تین سفید القلائد صاف صورت میں ۵۱، فیصدی تک کی مقدار میں حاصل ہوئے ہیں۔ ان میں سے زرد ''اجملین'' کے ہم اثر ہے اور ایک سفید القلائد زرد کے برعکس دل کی حرکت سست اور سانس کو تیز کرتا ہے اور دو سفید القلائد سانس، دل اور اعصاب سب کو سست اور مضمحل کرتے ہیں۔

ان نتائج کا سائنٹیفک حصہ بھی عنقریب انسٹی ٹیوٹ کی طرف سے کیمیکل سوسائٹی کے جرنل میں شائع ہونے کے لیے جائے گا۔

گلو:

گلو پر کام ہنوز اپنے ابتدائی مدارج سے آگے نہیں بڑھا ہے۔ لیکن یہ معلوم کر لیا گیا ہے کہ اس کا جزو موثر ایک ''گلوکوسائڈ'' ہے اور ۲، فیصدی کی مقدار میں پایا جاتا ہے۔ یہ جزو پانی میں صاف حل ہو جاتا ہے اور اس کو شربت کی صورت میں بہ آسانی استعمال کیا جاسکتا ہے۔

ان تمام سائنٹیفک کیمیاوی موضوع سے الگ، ہندوستانی دواخانہ کے مفاد کو پیش نظر رکھ کر تفتیش و تحقیق کا ایک سلسلہ جاری رکھا گیا جس کے نتائج ذیل میں درج ہیں:

(۱) ایک ایسا طریقہ معلوم کیا گیا ہے جس کے ذریعہ سے موم میں سے روغنِ موم، زرد و شفاف صورت میں ۷۰ فیصدی تک حاصل کیا جاسکتا ہے۔ اب تک جو روغن موم حاصل ہوتا تھا وہ سیاہ سرخی مائل ہوتا تھا اور ۱۰ فیصدی سے زیادہ دستیاب نہیں ہوتا تھا۔ علاوہ روغن موم کے ایک اور نہایت لطیف جزو موم میں سے حاصل کیا گیا ہے جس کا نام ''روح موم'' رکھا گیا ہے اور جو ۵ فیصدی تک نکلتا ہے۔ روغن موم اور روح موم کے علاوہ ایک جامد روغنی مادہ حاصل ہوا ہے جو تقریباً ۱۰ فیصدی تک نکلتا ہے۔ موم کے ان تینوں اجزا کو تجرباتی پیمانہ پر حاصل کرنے کے بعد اس کو تجارتی پیمانے پر حاصل کرنے کی تدابیر زیر عمل رہیں۔ بہ کمال دقت اس امر میں کامیابی ہوئی۔ اور اب ایسا ممکن ہوگیا ہے کہ موم کا تیل جو آج ہندوستانی دواخانہ میں اسی روپیہ سیر بکتا ہے اور مشکل سے زیادہ مقدار میں حاصل کیا جاسکتا ہے ۳ سے ۴ روپیہ سیر تک بہترین صورت میں ایک من روزانہ تک بہ آسانی حاصل کیا جاسکے گا۔ میری رائے میں ہندوستانی دواخانہ اگر ان نتائج سے تجارتی (انڈسٹریل) پیمانے پر مستفید ہونا چاہیے تو اس سے ایک معقول مستقل منافع کی صورت ہوسکتی ہے۔

(۲) ہندوستانی دواخانے اور ہندوستان کے تمام دوسرے دواخانوں کی یہ شکایت ہمیشہ سے رہی ہے کہ شربت، لعوق، معجون وغیرہ جوش کھا کر سڑ جاتے ہیں اور عرقیات میں ''رفی'' پڑ جاتی ہے۔ اس قسم کی اشیاء کو محفوظ رکھنے کے لیے یورپ میں طرح طرح کی نہایت قیمتی مشینیں استعمال ہوتی ہیں جن سے مصارف بڑھتے ہیں۔ ہماری باقاعدہ تفتیش کے نتائج کی بناء پر ان تمام شکایات کا بہ یک لخت تدارک ہو گیا ہے، بغیر اس کے کہ موجودہ مصارف میں کوئی اضافہ ہو۔ چنانچہ یہ تدابیر مینیجر ہندوستانی دوا خانہ اور ہیڈ عطار کو عملی صورت میں دکھلا دی گئی ہیں اور ان کے ہاتھوں میں بھی کامیاب ثابت ہوئی ہیں۔

عرق کشی کا ایک آئیڈیل آلہ نہایت مختصر اضافہ کے ساتھ تیار کیا گیا ہے جو ہر طرح سے کامیاب ہے۔ یہ آلہ ایک گھنٹے میں ۱۳ر بوتل عرق نکالتا ہے۔ اس میں لطیف ابخرات قطعاً ضائع نہیں ہوتے اور ''گٹے'' کے اجزاء، جس حرارت پر منظور ہو کشید کیے جا سکتے ہیں۔ اس آلہ کو پیٹنٹ کر کے فروخت کیا جانا منافع سے خالی نہیں۔ یہ ہیں ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کی ایک سال کی کوششوں کے نتائج اور میں امید کرتا ہوں کہ آپ ان نتائج کو قدر کی نظر سے دیکھیں گے اور ان کوششوں کو ہمت افزائی کا مستحق خیال فرمائیں گے۔ فقط

نیاز مند

سلیم الزماں صدیقی

اکتوبر ر ۱۹۳۰ء

•••

بیان

حکیم محمد جمیل خاں

جناب سکریٹری صاحب بورڈ آف ٹرسٹیز طبیہ کالج دہلی

طبیہ کالج کی اسٹرائک ختم ہوگئی اور جوائنٹ سکریٹری صاحب مستعفی ہوگئے لیکن فضا میں بجلیاں اور خاکستر میں چنگاریاں باقی ہیں اور کالج کے مستقبل کے نہایت اہم حالات پیش نظر ہیں۔

میرا انتخاب جنوری ۱۹۲۸ء میں سکریٹری کے عہدہ پر ہوا۔ اس تین برس کی مدت میں، میں جو خدمات انجام دے سکا ان کو مختصراً بیان کرتے ہوئے اس ادائے فرض میں جو مشکلات پیش آئیں ان کے لیے اپنے دوستوں اور بزرگوں کی عنایت کا نہایت شکرگزار ہوں۔

والد صاحب قبلہ مرحوم کے ناگہانی اور دفعتہً انتقال نے یکبارگی ایسی صورت حال پیدا کردی تھی کہ اگر فضل خداوندی شامل حال نہ ہوتا تو آج کالج اور دواخانہ کی حالت ان کے زمانۂ ماضی سے اتنی نمایاں طور پر بہتر و کامیاب نہ ہوتی۔

اتنا بڑا کالج جس کا نمونہ یورپ کے انسٹی ٹیوشنوں کے نمونہ پر قائم ہو چکا تھا۔ بغیر کسی محفوظ سرمایہ کے زندہ تھا اور اس کی زندگی کا واحد سہارا دواؤں کا وہ تجارتی کاروبار تھا جسے والد صاحب مرحوم نے اس کالج کے لیے وقف کیا تھا اور جس کی وابستگی ان کی شہرت اور شخصیت کے ساتھ تھی۔ پس ان کی رحلت نے اس کاروبار (ہندوستانی دواخانہ) کو اپنی تاریخ کے سب سے بڑے خطرہ میں ڈال دیا تھا اور اس فوری حادثہ کا اثر یکبارگی اس کی آمدنی پر پڑنا شروع ہو چکا تھا اس نازک وقت میں میں کمر ہمت باندھ کر توکلت علی اللہ کھڑا ہو گیا اور جب مجھے بتایا گیا کہ دواخانہ کی آمدنی گرنے لگی ہے۔ آرڈر منسوخ ہونے لگے ہیں اور ان کی تعداد روبہ زوال ہے تو میں نے منتظمین کو اپنا نام استعمال کرنے کی اجازت دی۔ تاکہ دواخانہ کے خریدار ایک کان سے مسیح الملک کے دنیا سے اٹھ جانے اور دوسرے کان سے دواخانہ کے میری نگرانی میں ہونے کی خبر کو سنیں۔

اس بروقت کارروائی کا یہ اثر ہوا کہ دواخانہ اپنے مرکز ثقل پر قائم رہا۔ نازک وقت خیریت سے گزر گیا اور دواخانہ کی آمدنی گھٹنے کی بجائے بڑھنے لگی۔ بعد میں سب نے دیکھ لیا اور یقین ہو گیا کہ یہ وقت کا سب سے مقدم اور ضروری کام تھا اور اس نے کالج کو خطرہ سے بچالیا اور دواخانہ جس کا منافع مسیح الملک کے آخری برس ۲۶-۱۹۲۷ء میں ایک لاکھ ۲۸ ہزار ہوا تھا اور ان کے انتقال کے تین سال کے بعد ترقی کے اس درجہ پر پہنچ گیا ہے کہ سال ۲۹-۱۹۳۰ء میں اس کا نفع ایک لاکھ اٹھتر ہزار (۱۷۸۰۰۰) ہوا ہے۔

دواخانہ کے اسٹاف نے اور اس کے ہر چھوٹے بڑے فرد نے حکیم صاحب مرحوم کے بعد یہ سمجھ کر کہ اب کالج کا دارومدار ہی دواخانہ کی آمدنی پر ہے میرے احکام اور میرے منشا کی وفاداری کے ساتھ تعمیل کی اور سب کی مجموعی کوششوں کا نتیجہ دواخانہ کی ترقی ہوا۔ میں نے سب کی قدردانی کی اور عملہ دواخانہ کو کئی دفعہ انعامی تنخواہیں میری سفارش پر مجلس منتظمہ کی منظوری سے ملتی رہیں۔ غرض کالج کے ذریعہ حیات کی بقا و ترقی کے لیے جو کوششیں کہ میرے امکان میں تھیں خاموشی کے ساتھ میں نے ان کو انجام دیا۔ آج اس جدوجہد کے نتائج اظہر من الشمس ہیں اور دیکھنے والے دیکھ رہے ہیں کہ مسیح الملک مرحوم نے بنکوں، دستاویزوں، کفالت ناموں اور جائیداد میں کتنا سرمایہ بورڈ کا چھوڑا تھا اور ان صورتوں میں اب وہ سرمایہ کس قدر زیادہ ہے۔

کالج میں کتنے نئے کام اس عرصہ میں ہوئے ہیں اور...... ہزار روپیہ کے صرف سے کس طرح عالی شان نیا بورڈنگ ہاؤس طالب علموں کے لیے تیار ہو گیا ہے (جس کا دوسرا حصہ زیر تعمیر ہے) اور کس طرح پچاس ہزار روپے کے صرف سے ''نیا ریسرچ انسٹی ٹیوٹ'' قائم کیا گیا اور کس طرح کوشش کر کے پنجاب گورنمنٹ تین ہزار روپیہ اور...... روپیہ مختلف چندوں سے ریسرچ کے لیے حاصل کیا گیا اور اس انسٹی ٹیوٹ کے ذریعہ سے کس طرح کالج کا براہ راست تعلق یورپ و امریکہ کی علمی دنیا سے قائم کر دیا گیا ہے اور کس طرح یہ بندوبست ہو گیا ہے کہ یونانی طب اور ویدک کو سائنس کی روشنی میں پھیلنا اور پھولنا نصیب ہو۔

پھر کس طرح کالج کی ان خوبیوں اور خصوصیتوں کو قائم رکھا گیا ہے۔ جو مجدد طب مسیح الملک مرحوم کا تخیل ہیں۔

اس کے ساتھ ساتھ کالج کی ڈگریوں کا اعزاز بڑھانے کے لیے کیا کیا تدبیریں عمل میں لائی گئی ہیں اور کن کن باوقار ہستیوں کو کالج میں لایا گیا ہے۔

اعلیٰ حضرت حضور نظام نے کالج کے ملاحظہ سے اپنی گزشتہ تشریف آوری دہلی کے موقع پر اس وجہ سے انکار کر دیا تھا کہ شاہی پروگرام میں اس مرتبہ کسی انسٹی ٹیوشن کا ملاحظہ نہ تھا۔ مگر میں ان کی خدمت میں پہنچا اور عرض کیا کہ یہ کالج مسیح الملک کی یادگار ہے۔ ملاحظۂ ہمایونی سے کالج کا محروم رہنا ہمارے لیے مایوسی کا موجب ہوگا۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا ''میں تمھیں مایوس کرنا نہیں چاہتا'' اور وہ کالج میں تشریف لائے۔

پھر کالج کے کانوکیشن کی صدارت کے لیے کبھی میں ہز ہائنس نواب صاحب رامپور کو لایا، کبھی اسمبلی کے صدر مسٹر پٹیل سے صدارت کرائی گئی، کبھی دہلی کے علم دوست چیف کمشنر مسٹر طامسن نے صدارت کی اور ان مختلف صدارتوں کا مجموعی اثر کالج کے مستقبل کے لیے بہتر امیدوں کا باعث ہوا۔

ان خوشگوار حالات میں دفعتہً یہ حادثہ پیش آیا کہ مرحوم نواب صاحب رامپور پر فالج کا حملہ ہوا اور میں نے سب کاموں کو چھوڑ کر مسلسل کئی مہینہ تک رام پور کی اقامت اختیار کی۔ نواب صاحب مرحوم نے میرے ساتھ شفقت پدرانہ کا طریقہ ملحوظ رکھا تھا۔ والد صاحب مرحوم کے انتقال کے بعد وہ ان کی تعزیت کو دہلی تشریف لائے تو انھوں نے مجھ سے فرمایا کہ ''تمھارا باپ میں زندہ ہوں البتہ میرے بھائی اجمل خاں دنیا سے اٹھ گئے اور میں اکیلا رہ گیا''۔

ایسے محسن اور مربی کو ان کی آخری علالت میں، میں کس طرح چھوڑ سکتا تھا، میرے قیامِ رام پور کا یہی زمانہ تھا جب کہ کالج کے معاملات میں پیچیدگیاں پیدا ہونا شروع ہوئیں۔

طبیہ کالج دہلی میں اسٹرائک ہوئی اور ختم ہوگئی۔ اس کو ختم ہوئے ۳/ماہ سے زیادہ عرصہ گزر گیا۔ دنیا میں اور جگہ بھی ہڑتالیں ہوتی ہیں اور ختم ہو جاتی ہیں اور ان کی کوئی یاد باقی نہیں رہتی لیکن بدقسمتی سے ایک گروہ ایسا موجود ہے جس نے اب تک اس پُر آشوب حالت کو فراموش نہیں کیا اور اس کے سہارے سے اپنی خوابیدہ امیدوں کو جگا رہا ہے۔ واقعات کو دہرانے میں غیر ذمہ دارانہ اور غیر سنجیدہ طریقے اختیار کیے جا رہے ہیں، جس سے بہی خواہانِ کالج کو تردد پیدا ہونا ایک قدرتی بات ہے۔

اس تمام عرصہ میں میری پوری کوشش اصلاح حالات کی طرف مصروف رہی اور میں نے

مناسب وضروری نہ سمجھا کہ ایک متنازعہ معاملہ میں بطور ایک فریقہ کے حصہ لوں اور اپنی کوئی تحریر شائع کروں جس سے فریقین کو مجھ سے شکایت پیدا ہوئی۔ لیکن میرا خاص مقصد یہ تھا اور ہے کہ عملاً یہ دکھادیا جائے کہ کالج کا نظم ونسق سب درست راستہ پر چل رہا ہے اور کوئی خلش باقی نہیں ہے لیکن بعض حضرات خاص مقاصد کے ماتحت غلط فہمیاں پیدا کرنے کے درپے ہیں اور اس لیے ضرورت ہے کہ واقعات کو صحیح روشنی میں پیش کیا جائے۔

واقعات حسب ذیل ہیں

۱۹/ اگست ۱۹۳۰ء کو طبیہ کالج کے تمام پروفیسرانِ شعبہ جاتِ یونانی وویدک بلا استثناء اجتماعی طور پر ایک وفد کی شکل میں دفعۃً میرے پاس پہنچے اور ایک عرضداست پیش کی۔

عرضداشت پیش ہونے پر معلوم ہوا کہ خواجہ غلام السبطین صاحب سابق جوائنٹ سکریٹری کی ایک تحریر نے اسٹاف کو برانگیختہ کردیا۔

عرضداشت میں یہ ظاہر کیا گیا تھا کہ خواجہ صاحب موصوف کے عقائد واعمال چونکہ دیسی طبوں کے ساتھ غیر ہمدردانہ ہیں اور اس لیے انہوں نے ان طبوں اور ان کے حاملین کی اشتعال انگیز توہین کی ہے۔ لہذا اسٹاف ان کے ساتھ اشتراک عمل نہیں کرسکتا۔ یہاں یہ صاف ظاہر کردینا ضروری ہے کہ خواجہ صاحب نے یہ تحریر بغیر میرے مشورہ وعلم کے، بلکہ میری تحریری سفارش کے خلاف لکھی تھی۔ میں نے اس عرضداشت پر تین دن کے وقفہ کے بعد جواب دینے کا وقت مقرر کیا اور بجائے پوری جماعت سے گفتگو کرنے کے دو نمایندگان کو منتخب کردیا۔ میرا خیال تھا کہ اتنا وقت گزرنے کے بعد جذبات و اشتعال میں سکون پیدا ہوجائے گا اور اس عرصہ میں خواجہ صاحب بھی، جو اس دن دہلی میں موجود نہ تھے واپس آجائیں گے اور جانبین کوئی ایسا طریقہ رواداری اور تلافی کا اختیار کریں گے، جو تعلقات کو بہتر کرنے کے ساتھ موجودہ خطرہ کو ختم کردے گا۔

خواجہ صاحب واپس آگئے اور جب کہ میں اسٹاف کو مطمئن کرنے کی کوشش کررہا تھا۔ انہوں نے ایک نمائندہ اسٹاف کو بلاکر اعلان جنگ دیدیا اور بجائے اس کے کہ صورت حالات کو موافق بنانے کا کوئی طریقہ اختیار کیا جاتا جلتی ہوئی آگ پر تیل ڈال دیا گیا، جس سے وہ اشتعال جواب تک صرف اسٹاف تک محدود تھا طلباء تک سرایت کرگیا اور صورت حالات بد سے بدترین ہوکر میری مشکلات میں

اضافہ ہوگیا اور اب تک جو کچھ کوشش اصلاح کی میں کر رہا تھا یا کرنا چاہتا تھا وہ ایک حد تک کم اثر ہوگئی اور اسٹاف اور جوائنٹ سکریٹری کے تعلقات نا قابل اصلاح ہوگئے۔ تاہم سلسلۂ گفت وشنید جاری رہا۔

اندریں حالات میں نے مناسب سمجھا کہ اس معاملہ پر غور کے لئے ایک مشاورتی کمیشن مقرر کردوں لیکن اس میں یہ بھی وقت پیش آئی کہ اسٹاف کو تو کمیشن کے تقرر سے اختلاف اور اس کے ساتھ تعاون سے انکار تھا اور خواجہ صاحب اپنے مخالف کمیشن کے ارکان میں دیکھنا پسند نہیں کرتے تھے۔ بہر حال کمیشن مقرر ہوگیا۔

میں اسٹاف پر ہر طرح اپنا اثر استعمال کر رہا تھا کہ وہ کمیشن کے ساتھ عدم تعاون نہ کریں اور اس کوشش میں مجھے کامیابی ہوگئی۔

۲۸ر ستمبر ۱۹۳۰ء کو کمیشن نے کالج میں نشست اور نمائندگان اسٹاف سے گفتگو کی اور وہ اس بات پر رضامند ہوگئے کہ اپنی سابقہ احتجاجی عرضداشت جو ۲۸ر اگست کو میرے سامنے پیش کی گئی تھی واپس لے کر نرم لب ولہجہ کے ساتھ دوسری درخواست پیش کردیں اور کمیشن نے اس بات کا یقین دلادیا تھا کہ ایسی حالت میں ہمدردانہ توجہ کی جائے گی۔ یہ صورت حالات امید افزا پیدا ہوئی، میں نے اس صورت حال کو مفید بنانے کی نیت سے پروفیسروں اور خواجہ صاحب میں پوری صفائی کرادینی چاہی، مگر اس میں کامیابی نہیں ہوئی۔

دوران معاملات میں امتداد مدت کے ساتھ خواجہ صاحب اور ان کی پارٹی کو مجھ سے شکایت پیدا ہوتی چلی گئی کہ میں اسٹاف کے ساتھ سختی کیوں نہیں کرتا اور اپنے اختیارات سے ان کو کیوں نہیں دباتا اور مجھ سے اس امر پر اصرار کیا جاتا تھا کہ اگر میں ایسا کروں گا تو معاملات بہت جلد ختم ہوجائیں گے۔ لیکن اسی کے ساتھ خواجہ صاحب اور ان کی پارٹی نے مجھے یقین دلایا تھا کہ جدید پیدا شدہ حالات میں ان کا اپنے عہدہ پر رہنا ناممکن ہے اور اگر اسٹاف کو دبا کر ان کی عزت واقتدار کو قائم کردیا جائے تو وہ خود بخود استعفیٰ دے کر چلے جائیں گے اور اسٹاف کو اگر میری سختی سے کچھ رنج پہنچے گا تو خواجہ صاحب کی علیٰحدگی سے وہ شکایت دور ہوجائے گی۔

مسلسل اصرار کے بعد اپنی مرضی کے خلاف میں اس آزمائش پر مائل ہوا کہ اس طرح اگر صورت

معاملات کا خاتمہ ہو جائے تو بہتر ہے۔ اگر اسٹاف کو مجھ سے شکایت ہوگی تو ان خاص تعلقات کی بناء پر جو ان کو میرے اور میرے خاندان کے ساتھ ہیں، میں اور وہ دونوں گوارا بھی کر سکیں گے اور پھر اس کا دفعیہ بھی کر سکیں گے۔ چنانچہ ۲۸ رستمبر ہی کو کمیشن کے اجلاس کے بعد ہی اسی ہال میں جہاں کمیشن کا اجلاس منعقد ہوا تھا تمام ممبران اسٹاف مجھ سے ملنے کے لیے آئے تو میں نے اس بھروسہ اور اطمینان پر جو خاندانی تعلقات کی توقعات کے ساتھ مجھے اسٹاف پر تھا کسی قدر زور اور دباؤ کے ساتھ خواجہ صاحب کی مرضی کے مطابق صورت معاملات قبول کرنے کے لیے ان کو آمادہ کرنا چاہا، جس سے انہوں نے صاف انکار کیا اور مجھے اس کا افسوس ہے۔

اس واقعہ سے اسٹاف کو میری طرف سے غلط طور پر یہ یقین ہو گیا کہ میں ان کا سراسر مخالف اور خواجہ صاحب کا حامی ہوں۔

خواجہ صاحب اگرچہ اس معاملہ میں ایک فریق تھے لیکن بحیثیت جوائنٹ سکریٹری بڑی حد تک ان کے مشوروں پر اعتماد کرنا سہولت انتظام کے لیے ضروری اور ان کی اطلاعات کو باور کرنا ناگزیر تھا۔ اس تمام دوران میں عموماً اور ۲۸ رستمبر کے بعد خصوصاً وہ اور ان کی پارٹی مجھے اطلاعات دیتی رہی کہ اسٹاف کے خفیہ جلسہ ہوتے ہیں اور میرے اور کالج کے خلاف سازشیں ہوتی ہیں۔ اس لیے بااثر ممبران اسٹاف کے اثر کو کم کرنا صورت حالات پر قابو پانے کے لیے لازمی ہے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں دو وائس پرنسپلوں کی علیحدگی عمل میں لائی گئی تاکہ تعلیمی کمیٹی میں سے جس کے اختیارات میں پروفیسروں کا تقرر و برطرفی اور احاطۂ کالج کے انتظامی صیغے اسٹاف کے قبضے میں نہ چلے جائیں بلکہ بورڈ کا اثر و اقتدار قائم رہے۔ آخر ۴ راکتوبر کو اپنے مطالبات کی منظوری سے مایوس ہو کر اسٹاف اور طلباء نے مکمل ہڑتال کر دی۔

اسٹرائک کے دوران میں جو کچھ ہوا جو کچھ کیا گیا، لکھا گیا، چھاپا گیا، وہ سب نے دیکھا، سنا اور پڑھا ہے، اس کے اعادہ کی حاجت نہیں۔ میں نے اس میں کوئی حصہ نہیں لیا اور میں برابر اصلاح حالات کے لیے متردد اور کوشاں رہا۔ اس دوران میں اسٹاف کے ساتھ میرے تعلقات منقطع ہو گئے اور ذریعۂ اطلاعات، سعی اصلاحات نفاذ احکام بالکل خواجہ صاحب اور ان کی پارٹی پر محدود و محصور ہو گیا۔

اسی کشمکش اور اختلاف آراء کی حالت میں اسٹرائک تقریباً دو ہفتہ تک جاری رہی جو نہایت قابل افسوس ہے اور اس زمانہ میں صورت حالات یہ پیدا ہوئی کہ ایک طرف میں خود اس کو سخت مضر سمجھتا تھا۔ دوسری طرف مقامی اور غیر مقامی ٹرسٹیان اور بہی خواہان کی طرف سے اصرار تھا کہ جلد سے جلد اسٹرائک کو ختم کیا جائے اب خواجہ صاحب کالج کو چھوڑ کر شہر میں رہنے لگے اور عملاً جوائنٹ سکریٹری شپ کا وہ کوئی کام نہیں کر رہے تھے۔ ان کا اور ان کی پارٹی کا پورا وقت اور قوت اس پر صرف ہو رہی تھی کہ گراں سے گراں قیمت پر اسٹرائک کرنے والوں کو شکست دے کر کب فتحیاب ہوں اور مستعفی ہو کر چلے جائیں کیونکہ یہاں کے حالات ان کے قیام کے لیے ناقابل برداشت بن چکے تھے اور جس قدر کوشش ان کے اقتدار کے بقاء کے لیے کی جاتی تھی وہ اور زیادہ ان کے لیے موجب زوال ہوتی گئی۔

مجھ کو کسی طرح یہ گوارا نہ تھا کہ خواجہ صاحب کی پوزیشن کو میرے کسی عمل سے ٹھیس لگے اور میں ہر ایک مناسب طریقہ اختیار کرنے پر آمادہ تھا چنانچہ میری خواہش پر وہ استعفیٰ پیش کرنے پر تو آمادہ ہوئے لیکن اس کو ایسے شرائط کے ساتھ مشروط کرنا چاہتے تھے جو تعلیق المحال بالمحال کا مرادف تھا۔ آخر کار استعفیٰ تو انہوں نے پیش کر دیا جس کا لہجہ والفاظ نامناسب وقابل اعتراض ہیں اور جس کی ذمہ داری خود ان پر ہے۔ لیکن استعفیٰ کی منظوری کا ایک مسودہ میرے سامنے بھی اسی قسم کا پیش کیا گیا جس میں اپنی تعریف وتوصیف اور خدمات کے اعتراف کے مطالبہ کے ساتھ اسٹاف کی تذلیل وتوہین کے لیے سخت سے سخت الفاظ استعمال کیے گئے تھے۔ میں نے اس کے حصہ اول کے ساتھ اتفاق کرتے ہوئے آخر حصہ کو مناسب ترمیم کے ساتھ پیش کرنے کا حکم دیا۔

لیکن میں نے نہایت افسوس اور حیرت سے اس تحریر کو دیکھا۔ جس پر انہوں نے اپنے مستقبل اور ضرورت کے وقت اپنی پوزیشن کو محفوظ ثابت کرنے کے لیے باصرار اور جذبات کی اپیل کے ساتھ مجھ سے دستخط کرائے تھے غلط طور پر ایک طبقہ کو جس سے وہ اپنی شکست کی بناء پر ناراض ہیں میرے خلاف مشتعل کرنے کی بے جا توقع میں شائع کیا ہے اور دوسری طرف ٹرسٹیوں کو یہ دکھایا جاتا ہے کہ سکریٹری بورڈ ایک طرف جوائنٹ سکریٹری سے استعفیٰ طلب کرتے ہیں جس سے معلوم ہوتا کہ وہ قصوروار ہیں اور دوسری طرف اس قسم کی تحریر دیتے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ خواجہ صاحب بالکل بے قصور ہیں۔

مجھے افسوس ہے کہ خواجہ صاحب نے مختلف اخبارات میں یہ تحریر شائع کر کے اس اعتماد پر ایک سخت ضرب لگائی ہے جو مجھے ان پر تھا اور ہونا چاہیے تھا۔ نوعیت تعلقات ہمیشہ بدلتی رہتی ہے لیکن خاندانی اور شریفانہ تعلقات کسی نہ کسی صورت میں باقی رہتے ہیں۔

خواجہ غلام السبطین صاحب کی علیحدگی پر اسٹرائک اور اس کے نتائج کا بڑی حد تک استیصال ہوگیا۔ کالج اور بورڈ کے ہر شعبے میں امن وسکون نظر آنے لگا۔ تمام انتظامات حسب دستور اپنے صحیح طریقے پر آ گئے۔ لیکن خواجہ صاحب نے کچھ اس غم میں کہ مستقبل قریب میں ''مافات'' کا بدل ان کے سامنے نہ تھا اور کچھ اس غصہ میں کہ وہ اپنی علیحدگی کو اپنی شکست کا مرادف سمجھتے تھے اور بعض ان کے حامیوں نے ٹرسٹیوں کی اس جماعت سے مل کر جس کے طریق عمل سے یہ میلان ظاہر ہوتا ہے کہ وہ سکریٹری کی تبدیلی چاہتی ہے، اندرونی طور پر مخالفت شروع کر دی۔ بدقسمتی سے حکیم محمد احمد خاں صاحب بھی ماضی اور مستقبل دونوں سے قطع نظر کر کے اس جماعت کی جو سکریٹری کی تبدیلی چاہتی ہے خواہشیں پوری کرنے کے لیے آمادہ بیان کیے جاتے ہیں۔ مخالفت کے لوازم ونتائج کے طور پر اس زمانہ میں جو نشر واشاعت تہذیب ومتانت سے گری ہوئی پس پردہ رہ کر کرائی گئی، آپ حضرات سے پوشیدہ نہیں۔

ان مفاسد کو ختم کرنے کے لیے میں نے مناسب سمجھا کہ عہدہ داروں کے انتخاب کا اعلان کردوں۔ تاکہ ٹرسٹی صاحبان ایک ایسا سکریٹری منتخب کرلیں جو دانشمندی، قابلیت، عاقبت اندیشی، خوش اخلاقی اور نیکنامی کی اعلیٰ صفات سے متصف ہونے کے ساتھ ایثار بھی رکھتا ہو کہ اپنے ذاتی مفاد کے مشاغل ترک کر کے پورا وقت دے سکے اور کارکنوں کے ہر موافق ومخالف عنصر کو خوش رکھ سکے اور اس امر سے تو ٹرسٹی صاحبان اچھی طرح واقف ہیں کہ ان کا کام سکریٹری کے انتخاب پر ختم نہیں ہوجاتا بلکہ بورڈ کے آئندہ نفع ونقصان اور دواخانہ کی کامیابی وناکامی کی صورت میں بھی اخلاقاً وقانوناً تمام تر وہ ذمہ دار اور جوابدہ ہیں۔ اس لیے ان کا پورا فرض ہے کہ آئندہ ہونے والے سکریٹری کو پوری مدد دیں۔

آخر میں یہ عرض کرنا بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ کالج کے مالیات کی حفاظت میں میری طرف سے کوشش اور نگرانی کا کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا گیا ہے۔

میرے زمانہ میں کوئی قرضہ کسی کو نہیں دیا گیا۔ جب تک حفاظت کا پورا بندوبست نہیں کرلیا گیا

اور ضابطہ کی پوری طور پر تعمیل نہیں کر لی گئی اور میں پورے طور پر مطمئن نہیں ہوگیا۔ میں نے کالج کے روپے کو ایک مقدس امانت سمجھ کر اس کی حفاظت کرنے اور اسے جائز اور بجا مصرف پر خرچ کرنے میں اپنے فرض کو خاطر خواہ طریقہ سے ادا کیا اور جو رقوم دی گئی ہیں ان کے متعلق میں بالکل مطمئن ہوں کہ سکریٹری کی تبدیلی بھی ان پر کسی طرح اثر انداز نہیں ہو سکتی اور وہ انشاء اللہ معاہدوں کے مطابق اپنے وقت پر بورڈ کو واپس مل جائیں گی۔

دستخط

حکیم جمیل خاں

تنقیح بیان

حکیم سید امیر حسین اور حکیم محمد حنیف ہاشمی

جناب سکریٹری صاحب بورڈ آف ٹرسٹیز طبیہ کالج دہلی

رکھیو غالب مجھے اس تلخ نوائی سے معاف

آج اِک درد مرے دل میں سوا ہوتا ہے

سند یافتگان طبیہ کالج دہلی کی طرف سے ایک پمفلٹ بعنوان ''طبیہ کالج کے عہدہ دار اور افسر کے مغالطہ آمیز اور گمراہ کن بیانات ۲۱ر دسمبر ۱۹۳۰ء کے شائع ہونے کے بعد ایک طویل بیان جناب سکریٹری صاحب بوڈر آف ٹرسٹیز طبیہ کالج دہلی کی طرف سے گیارہ صفحہ پر شائع ہوا ہے۔ جس میں سکریٹری صاحب نے چند امور پر تبصرہ فرمایا ہے۔ پھر زمانہ اسٹرائک میں اسٹاف کی شکایات کا ازالہ کرتے ہوئے ذمہ دار خواجہ غلام السبطین کو قرار دیا ہے۔ آخر میں ٹرسٹی صاحبان سے مبہم الفاظ میں اپنی قابلیت ایثار جتاتے ہوئے اپنے انتخاب میں مدد دینے کی کوشش فرمائی ہے، ساتھ ہی سرمایہ کے تحفظ کا بھی اطمینان دلایا ہے۔

اب ہم جناب سکریٹری صاحب سے ان کے بیان کے متعلق ہر شعبہ کے جداگانہ ترتیب وار سوالات کرتے ہیں، جن سے تمام جناب سکریٹری صاحب کے بیان کی حقیقت کھل جائے گی اور ہم اُمید کرتے ہیں کہ سکریٹری صاحب اگر یہ واقعات غلط ہیں تو ان کی تردید مع ثبوت شائع فرمادیں گے ورنہ پھر ہم ٹرسٹی صاحبان کو ان کی ذمہ داری اور ادائیگی فریضہ کی جانب توجہ دلادیں گے اور درخواست کریں گے کہ کالج طب یونانی ویدک کے بچانے کے لیے شخصی تاثرات اور تعلقات کو بالائے طاق رکھ کر دلیری ایمانداری سے اپنا فرض ادا کریں۔

متعلق دواخانہ

۱- آپ نے اپنے بیان میں جو تحریر کیا ہے کہ حکیم صاحب مرحوم کی وفات کے بعد دواخانہ کو نقصان پہونچا۔ پھر آپ نے اس کو اپنے حسن انتظام سے سنبھال لیا، کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ دواخانہ کو کیا نقصان پہونچا، کب پہنچا اور کس قدر آرڈر منسوخ ہوئے اور آپ کے نام شائع ہونے سے اس کی تلافی ہوگئی۔

۲- کیا یہ صحیح نہیں ہے ۱۹۲۰ء سے دواخانہ برابر ترقی کر رہا ہے اور اس وقت سے لے کر اب تک دوا خانہ کو کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچا ہے اور صرف مسیح الملک کا نام اور شہرت اس کو دن دوگنی رات چوگنی ترقی دے رہی ہے۔ کیا مسیح الملک کی شہرت موجودہ سکریٹری بورڈ کی شہرت سے کم تھی اور کیا موجودہ سکریٹری بورڈ کی شہرت مسیح الملک کی شہرت کی رہین منت نہیں ہے۔ کیا یہ سمجھ میں آسکتا ہے کہ مسیح الملک کی عالم گیر شہرت دواخانہ کو ترقی نہ دے سکے اور موجودہ غیر مشہور سکریٹری بورڈ کی شہرت دوا خانہ کی ترقی کا باعث ہو۔ کیا یہ آپ کا تخمینہ سالانہ قبل اختتام ۱۹۳۰ء ہی کرلیا گیا اور اس تخمینہ پر سب کمیٹی کی بھی تصدیق ہو چکی ہے یا نہیں۔

۳- آپ کے مطب میں کس قدر مریض آتے ہیں اور دواخانہ کو ان سے کیا فائدہ پہنچتا ہے۔

۴- کیا یہ صحیح ہے کہ آپ کے مطب سے نہایت قیمتی دوائیں مثلاً حب خاص، کشتہ طلاء، معجون مومیائی وغیرہ جن پر آپ کی جیب سے کچھ خرچ نہیں ہوتا۔ نہایت بیدردی سے مالدار لوگوں کو مفت تقسیم کی جاتی ہیں اور اس کی عوض میں ذی حیثیت اصحاب سے معقول رقم وصول کی جاتی ہے، جو دواخانہ میں نہیں پہونچتی ہے اور دواخانہ میں وہ خیرات کھاتہ میں لکھی جاتی ہے۔

۵- کیا یہ صحیح ہے کہ آپ نے اپنی سہ سالہ سکریٹری شپ کے درمیان میں ایک مرتبہ بھی ہندوستانی دوا خانہ کو ملاحظہ نہیں فرمایا اور کسی قسم کی کوئی اصلاح دواخانہ کی ترقی کے لیے نافذ نہیں کی۔

۶- کیا آپ بتلادیں گے کہ ہندوستانی دواخانہ کی ادویہ کی بابت آپ نے کبھی کوئی اصلاحی قدم

بڑھایا یا کبھی کسی دوا کو خود دیکھا یا کارکنوں کو کسی قسم کی ہدایت کی۔

۷- کیا آپ بتلا دیں گے کہ دواخانہ کے ملازمین میں سے کس کو آپ نے سہ سالہ سکریٹری شپ کے درمیان میں اس کی حسن کارکردگی کے سلسلہ میں انعامات و ترقیاں دی ہیں اور وہ سالانہ انعام جو حکیم صاحب کے زمانہ سے ملتا ہے اس کے علاوہ کونسا انعام کس ملازم کو دیا گیا۔ جس کو آپ نے بیان میں اپنا عظیم الشان کارنامہ دکھایا ہے۔

۸- کیا یہ صحیح ہے کہ منیجر ہندوستانی دواخانہ سے آپ کی ذاتی اغراض کو پورا کرنے کے لیے دربار داری کرائی جاتی ہے یہاں تک کہ بغیر رخصت کے آپ اپنے ذاتی کاموں کے لیے دہلی سے باہر بھی بھیجتے ہیں جس کی وجہ سے دواخانہ کے انتظام میں خلل واقع ہوتا ہے۔

۹- کیا یہ صحیح ہے کہ دواخانہ کی سب کمیٹی (جس کے آپ سکریٹری ہیں) کے جلسوں میں عموماً آپ غیر حاضر رہتے ہیں خواہ کمیٹی کا جلسہ آپ کے مکان ہی پر کیوں نہ ہو۔

۱۰- کیا یہ صحیح ہے کہ آپ نے ایک پریس میں شرکت کر کے بورڈ کے تمام صیغوں کو مجبور کیا کہ چھپائی کا کام صرف اسی پریس کو دیا جائے اور اس پریس نے اجرت زیادہ لی اور کام ناقص کیا اور بعد از وقت دیا۔ جس کی وجہ سے دواخانہ کو ہزار ہا روپیہ کا نقصان پہونچا۔

۱۱- کیا یہ صحیح ہے کہ آپ اپنے مطب کے نسخہ دواخانہ کی ان کاپیوں پر تحریر نہیں کرتے ہیں جن کے ایک جانب دواخانہ کا اشتہار ہوتا ہے بلکہ محض اپنی شخصیت کے اشتہار کی غرض سے نسخوں کے لیے آپ نے علیحدہ کاپیاں طبع کرائی ہیں۔

متعلق کالج

۱۲- کیا آپ بتا دیں گے کہ عملی ریسرچ کے لیے آپ نے اب تک کتنا روپیہ چندہ سے حاصل کیا۔

۱۳- کیا یہ صحیح ہے کہ جب عملی ریسرچ کا محکمہ قایم کیا گیا تو آپ نے یہ کہا کہ جو رقم اس پر صرف ہو اس کو بورڈ سے قرض لے لیا جاوے، بعد میں میں چندہ کر کے ادا کر دوں گا، کیا آپ نے اس سلسلہ میں کوئی سفر کیا اور کس قدر چندہ جمع کیا۔

۱۴- کیا یہ صحیح ہے کہ آپ نے اپنے قیام بنگلور کے زمانہ میں ریسرچ کے نام سے چندہ جمع کیا اور اس کی کوئی فہرست یا حساب باقاعدہ دفتر میں داخل نہیں کیا۔

۱۵- کیا آپ یہ بتا سکتے ہیں کہ عملی ریسرچ پر جس قدر روپیہ اب تک صرف کیا گیا ہے اُس سے کون سے مفید نتائج کالج یا دیسی ادویہ اور دواخانہ کے لیے برآمد ہوئے۔

۱۶- کیا کبھی آپ نے تکلیف گوارا فرما کر عملی ریسرچ کے شعبہ کو خود دیکھا یا اس کے طریقۂ عمل کو مطالعہ کیا۔

۱۷- کیا یہ صحیح ہے کہ آپ نے عملی ریسرچ کو جو کہ طب یونانی اور کالج کے لیے نہایت مفید چیز تھی اور جس کے جاری رکھنے کی مسیح الملک مرحوم پرزور تحریر کی صورت میں وصیت فرما چکے تھے آپ نے اپنی خودرائی اور بعض کارکنوں سے ذاتی خصومت کی وجہ سے بند کر دیا اور ہزار ہا روپیہ جو اس پر صرف ہو چکا تھا بغیر کسی نتیجہ کے برباد ہو گیا نیز کالج طلباء، پروفیسران اور خود طب یونانی کو اس سے نقصان پہونچا۔

۱۸- کیا آپ بتائیں گے کہ ریسرچ کے اس علمی شعبہ میں کبھی آپ نے بنفس نفیس شرکت کی تکلیف گوارا فرمائی۔ حالانکہ مسیح الملک مرحوم باوجود اپنی پیرانہ سالی اور دائمی علالت انتہائی مصروفیت کے دہلی میں برابر اپنا بہت سا قیمتی وقت اس پر صرف فرماتے تھے اور جو بیرون دہلی قیام ہوتا تھا تو ممبران ریسرچ کو صرف کثیر برداشت کر کے اپنے ہمراہ لے جاتے تھے اور انتہائی دلچسپی کے ساتھ اس علمی کام میں شرکت فرماتے تھے۔

۱۹- کیا آپ مہربانی فرما کر بتائیں گے کہ گزشتہ تین سال میں کبھی آپ نے اپنی علمی یا عملی قابلیت سے طلباء کو فائدہ پہونچایا اور کوئی لیکچر کالج میں دیا۔

۲۰- کیا آپ بتائیں گے تعلیمی سب کمیٹی کے کتنے جلسوں میں آپ نے شرکت کی حالانکہ کالج کے علمی اور انتظامی شعبہ کے لیے یہ سب کمیٹی بمنزلہ ریڑھ کی ہڈی کے ہے اور آپ اس کے پریسیڈنٹ بھی ہیں۔

۲۱- کیا یہ غلط ہے کہ اکثر طالب علموں کی درخواستوں پر بلا کسی معقول وجہ کے تعلیمی سب کمیٹی کے خلاف آپ نے سفارشات کیں جس کی وجہ سے کالج کے منتظمین کو سخت دشواریوں کا سامنا ہوا۔

۲۲- کیا مہربانی فرما کر آپ بتائیں گے کہ کالج ہسپتال سب کمیٹی کے کسی جلسہ میں آپ نے شرکت فرمائی۔

۲۳- کیا آپ بتائیں گے کہ کالج میں مقیم مریضوں کو کبھی آپ نے دیکھا اور کبھی اس امر کی بابت

تحقیق فرمائی کہ ملازمین متعلق مرضیٰ کی بابت اپنی خدمات دیانتداری سے انجام دیتے ہیں یا نہیں۔

۲۴- کیا آپ بتائیں گے کہ کالج کی بلڈنگ کمیٹی میں آپ نے کبھی شرکت فرمائی اور کالج کے صیغۂ تعمیرات کو خود بنفس نفیس ملاحظہ فرمایا۔

۲۵- کیا یہ غلط ہے کہ خواجہ غلام السبطین جائنٹ سکریٹری کے رخصت کے زمانہ میں آپ نے ایک رشتہ دار کو ان کا قائم مقام کیا اور جب خواجہ صاحب نے اپنی واپسی پر تعمیرات میں کچھ گڑبڑ پائی اور آپ سے اس کی رپورٹ کی تو آپ نے بغیر کسی تحقیق کے اس معاملہ کو دبا دیا۔

۲۶- کیا یہ صحیح ہے کہ حضور نظام کے کالج میں رونق افروز ہونے کے موقعہ پر آپ کے بعض بزرگوں نے نہایت قیمتی اور کالج کے لیے مفید مشورہ دیا لیکن آپ نے محض اپنی ذاتی اغراض کی وجہ سے اس وقت کوئی فائدہ نہیں اٹھایا اور ایسی جلیل القدر ہستی کے فیض سے کالج محروم رہا۔

۲۷- کیا یہ صحیح نہیں کہ ریاست پٹیالہ کی امداد جو مدتوں سے کالج کو ملتی تھی، محض آپ کی عدم توجہی کی وجہ سے بند ہوگئی۔

۲۸- کیا یہ غلط ہے کہ پنجاب گورنمنٹ سے جو کچھ امداد مقرر ہوئی ہے اور جس کو آپ اپنا کارنامہ ظاہر فرماتے ہیں اس کی تحریک خود مسیح الملک مرحوم فرما چکے تھے۔ کیا آپ ثابت کریں گے کہ آپ نے اس بارہ میں کس قدر خط وکتابت کی اور کن حکام سے مل کر اس کی سعی فرمائی۔

۲۹- کیا آپ بتائیں گے کہ کالج کے حادثہ کی اطلاع پانے پر کالج کے سب سے بڑے عہدہ دار ہونے کی حیثیت سے آپ نے کالج جانے کی تکلیف گوارہ فرمائی اور اس سلسلہ میں آئندہ کے لیے کوئی انتظام کیا۔ زخمی طلباء سے اگر وہ بے قصور تھے تو کسی قسم کی اظہار ہمدردی فرمائی۔

۳۰- کیا یہ غلط ہے کہ زنانہ طبیہ کالج جس کے بانی خاص آپ کے والد قبلہ مسیح الملک مرحوم تھے اور جن کو اس کے ساتھ اس قدر دلچسپی تھی کہ ہمیشہ اس کی ترقی میں کوشاں رہتے تھے اور باوجود مصروفیت کے ہمیشہ منتظمین سے اس کا حال دریافت فرماتے اور مقیمات مریضات زنانہ شفاخانہ کا خود علاج فرماتے تھے۔ طالبات کو مختلف ذرائع سے ترغیب دیتے تھے ایسے شعبہ کے معائنہ کی کبھی آپ نے تکلیف گوارا نہیں فرمائی۔

متعلق اسٹرائیک کالج

''آپ نے اپنے بیان صفحہ ۵ میں ارقام فرمایا ہے''۔

''اس عرصہ میں میری پوری کوشش اصلاح حالات کی طرف مصروف رہی اور میں نے مناسب اور ضروری نہ سمجھا کہ متنازعہ معاملہ میں بطور ایک فریق کے حصہ لوں اور اپنی کوئی تحریر شایع کروں جس سے فریقین کو مجھ سے شکایت پیدا ہو''۔

عبارت کے الفاظ فی الواقع نہایت مصلحانہ ہیں کاش اس پر عمل بھی ہوتا۔ اسٹرائیک کے متعلق جناب سکریٹری صاحب نے صفحہ ۵ سے لے کر صفحہ ۱۰ تک جو گول مول بیان فرمایا ہے اس کے متعلق ہم پندرہ پروفیسران کے دستخطوں سے جو ایک درخواست سکریٹری صاحب کی خدمت میں ارسال کی گئی تھی اس میں جو واقعات درج ہیں ان کو بطور سوال کے پیش کرتے ہیں۔

۳۱- کیا پروفیسران کا یہ بیان مطبوعہ صحیح ہے کہ آپ کی ایماء و ترغیب سے درخواست ترقی دی گئی، آپ نے اس پر پُر زور سفارش تحریر فرمائی کیا یہ حقیقت ہے کہ آپ نے جب کہ پروفیسران کا وفد شکایت لے کر گیا اور بالا تفاق آپ کی خدمت میں خواجہ صاحب کی شکایت کی بناء پر ایک عرضداشت پیش کی تو آپ نے ان سے اظہار ہمدردی فرماتے ہوئے تیسرے روز دو نمائندوں کو بلایا اور ان سے یہ فرمایا کہ تمہاری شکایت بجا ہے، تمہاری اور فن طب کی سخت توہین ہوئی۔ خواجہ صاحب کج خلق، تند مزاج ہیں ان کو ہرگز میری سفارش سے اختلاف کرنے کا حق نہ تھا، آپ لوگوں کو یہ پہلا ہی موقع ہے۔ میرے دل سے پوچھئے کہ مجھ کو کس قدر تکلیفیں ان سے پہونچی ہیں ان کی بدولت مینجنگ کمیٹی میں مجھے چند مرتبہ شکست ہو چکی ہے جس سے مجھے نہایت خفت ہوئی انہیں کی وجہ سے تمام جھگڑے برپا رہتے ہیں۔ صرف انہیں کی وجہ سے تمام ہندو ممبر میرے مخالف ہو گئے، مجھے ان سے کوئی سہولت حاصل نہیں ہوئی، ان کا یہاں سے جانا تو یقینی ہے انہوں نے استعفیٰ بھی دی دیا تھا مگر میں نے صرف اس مصلحت سے اسے واپس کر دیا کہ میرے انتخاب کا وقت قریب ہے اور ممبران بورڈ کی ایک پارٹی پر خواجہ صاحب کا اثر ہے۔

۲۰/اکتوبر تک ان کو علیحدہ کرنے کا وعدہ فرمایا۔ اس دوران میں آپ نے جن جن ممبران بورڈ کے پاس بھیجا۔ نمائندگان اسٹرائیک گئے اور آپ کی تدابیر پر عمل کرتے رہے اسی سلسلہ میں عالی جناب نواب فیض احمد خاں صاحب اور جناب امام صاحب کی خدمت میں آپ نے پروفیسروں کو بھیجا، جب وہ لوگ گئے تو نواب صاحب موصوف نے تحریری بیان طلب فرمایا جس کا آپ سے ذکر کیا گیا آپ نے فرمایا بیان دینے کی کوئی ضرورت نہیں مجھے صرف ان کے گوش گزار کرانا تھا ان کو حکم بنانا مقصود نہیں فیصلہ میں خود کروں گا۔

اس سلسلہ میں نمائندگان اسٹاف برابر آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے رہے آپ ان سے خواجہ کی علیٰحدگی کا وعدہ فرماتے رہے، اسی زمانہ میں آپ نے فرمایا کہ بورڈ کا جلسہ بغرض انتخاب ممبران ہونے والا ہے اس میں ٹرسٹیان سے مشورہ کرلوں۔ چنانچہ جلسہ ہوا مشورہ کے بعد آپ نے فرمایا کہ سب نے مجھ ہی سے فیصلہ کرنے کی خواہش کی ہے اب مجھے کوئی مانع نہیں ہے، اس کے بعد بجائے خواجہ صاحب کے علیٰحدگی کی خبر کے پروفیسروں کو یہ اطلاع ملی کہ اس فیصلہ کے واسطے ایک کمیشن مقرر ہوا ہے۔ نمائندگان اسٹاف نے اس رائے سے سخت اختلاف کیا کیونکہ آپ حتمی اور قطعی وعدہ فرما چکے تھے۔ جس کی صریح خلاف ورزی ہو رہی تھی اس کے بعد لالہ مدن موہن صاحب وائس پریذیڈنٹ اور آپ کے درمیان گفتگو ہو کر کمیشن ملتوی کیا گیا اس امر کی اطلاع خود آنجناب نے نمائندگان اسٹاف کو دی اور لالہ صاحب موصوف کے پاس آپ ہی نے نمائندوں کو بھیجا، چنانچہ لالہ صاحب موصوف نے ان کو اطمینان دلایا اور فرمایا کہ سکریٹری صاحب خود فیصلہ فرمادیں گے۔

پھر یہ سب باتیں خواب ہوگئیں اور کمیشن بحال رہا۔ پروفیسروں نے متعدد مرتبہ تبدیل آراء کی وجہ سے اس امر سے سخت اختلاف کیا مگر آپ کے اصرار اور نمائندوں کو اطمینان دلانے پر بعد بسیار ردوقدح کے کمیشن سے تعاون پر پروفیسر رضامند ہوگئے۔ چنانچہ کمیشن سامنے وہ درخواست پیش ہوئی اور کمیشن نے ہمدردانہ توجہ سے معاملہ فیصل کرنے کا وعدہ کیا اور نمائندگان سے یہ بھی کہا کیونکہ اس درخواست کا لب ولہجہ سخت ہے اس لیے اگر اسی مطالبہ کو نرم الفاظ میں ادا کیا جاوے تو بہتر ہے، چنانچہ اسٹاف نے اس امر کو بخوشی منظور کیا اور معاملہ روبسکون ہونا شروع ہوگیا۔

مگر کمیشن کے علیٰحدہ ہوتے ہی بجائے درخواست کے انتظار کے آپ کا ایک نادر شاہی حکم صادر

ہوا وہ بھی نہایت سخت درشت توہین آمیز طریق سے کہ خواجہ صاحب تو کیا اگر میں شیطان سے بھی کہوں تو معافی مانگو گے یا نہیں۔

جب تمام پروفیسران نے یہ رنگ بدلا ہوا دیکھا، انگشت بدنداں رہ گئے کہ کس کے منہ سے اور کن لوگوں کے واسطے یہ الفاظ نکل رہے ہیں، چنانچہ سب نے معافی مانگنے سے بالاتفاق انکار کر دیا، اس کے جواب میں آپ نے فرمایا کہ بس دیکھ لیا جو جی میں آوے جو چاہے کرو اس کی ایک دن بعد ۳۰ رستمبر کو وائس پرنسپل صاحب کی معزولی کا حکم اس شان سے صادر ہوا چونکہ آپ کو ثقل سماعت ہے آپ تعلیمی کمیٹی میں کام نہیں کر سکتے اور وائس پرنسپل کا کام سرانجام نہیں دے سکتے، آپ کو علیٰحدہ کیا جاتا ہے اور دس بجے شب کو اس حکم کی تعمیل ہوئی اس کے بعد ۳ را کتوبر کو دوسرے وائس پرنسپل کو علیٰحدہ کیا گیا اس کی وجہ یہ قرار دی گئی کہ لیڈی ڈاکٹر زنانہ شعبہ کا اچھی طرح انتظام کر سکتی ہے۔

جب اول الذکر وائس پرنسپل نے بطور احتجاج یہ درخواست پیش کی کہ میں اسی ثقل سماعت کے ساتھ مدتوں آپ کا استاد رہا اور مسیح الملک مرحوم نے اور نہ آپ نے کبھی کوئی شکایت کی اور بارہ چودہ سال سے برابر کالج میں کام کر رہا ہوں کوئی شکایت طلباء اور ممبران تعلیمی کمیٹی نے نہیں کی تو کیا وجہ کہ اچانک یہ ثقل سماعت علیٰحدگی کا باعث ہوا۔

چنانچہ آپ کی طرف سے یہ جواب آیا کہ برخاستگی صرف آزمائشی تھی کہ ’’تعمیل حکم ہوتی‘‘ ہے یا نہیں (حالانکہ حکم برخاستگی میں سبب ثقل سماعت قرار دیا تھا) اسی طرح دوسرے وائس پرنسپل نے احتجاجاً درخواست پیش کی کہ چند روز قبل آپ اور جوائنٹ سکریٹری صاحب و پرنسپل صاحب ان کے حسن انتظام و کارکردگی و حسن خدمت کا پوری طرح تحریراً و تقریراً اعتراف کر چکے ہیں۔

اس کے جواب میں آپ نے تحریر فرمایا کہ ان کی نسبت ۱۶-۱۷ دستخطوں سے ایک درخواست آئی ہے جس کے مضمون کو لکھنا بھی مناسب نہیں ہے (حالانکہ حکم برخاستگی میں یہ تحریر تھا کہ لیڈی زنانہ شفاخانہ کا انتظام اچھی طرح کر سکتی ہے)

مگر اب آپ نے اپنے بیان میں وائس پرنسپلوں کی علیٰحدگی کی یہ وجہ بیان کی ہے کہ ’’خواجہ صاحب اس معاملہ میں ایک فریق تھے لیکن بحیثیت جوائنٹ سکریٹری ان کے مشوروں پر اعتماد کرنا سہولت انتظام کے لیے ضروری اور ان کی اطلاعات کو باور کرنا ناگزیر تھا اس تمام دوران میں عموماً

اور ۲۸ ستمبر کے بعد خصوصاً وہ اور ان کی پارٹی مجھے اطلاع دیتی رہی کہ اسٹاف کے خفیہ جلسے ہوتے ہیں اور میرے اور کالج کے خلاف سازشیں ہوتی ہیں اس لیے بااثر ممبران اسٹاف کے اثر کو کم کرنا صورت حالات پر قابو پانے کے لیے لازمی ہے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں دو وایس پرنسپلوں کی علیحدگی عمل میں لائی گئی تاکہ تعلیمی کمیٹی میں سے جس کے اختیارات میں پروفیسروں کا تقرر اور برطرفی اور احاطہ کالج کا نظم ونسق ہے اسٹاف کا عنصر کم ہو جائے'' اس بیان سے صاف ظاہر ہو گیا کہ برخاستگی تعلیمی کمیٹی سے اثر کم کرنے کو کی گئی ہے اور باقی مذکورہ بالا سب فرضی بناوٹی کارروائیاں ہیں۔

اب ہم اس بیان پر وفیسران کے متعلق چند سوالات کرنا چاہتے ہیں۔

۳۲- کیا آپ نے اس بیان بالا پر کوئی نوٹس لیا اور کوئی تردید شائع کی اگر تردید شائع نہیں کی تو کیوں؟

۳۳- کیا ایک فریق سے کچھ، دوسرے فریق سے کچھ کہہ کر فساد کرانا اسی کا نام اصلاح ہے۔

۳۴- کیا آپ دوران اسٹرایک میں متعدد وعدوں سے نہیں پھرے۔

۳۵- کیا یہ صحیح ہے کہ خواجہ صاحب کے استعفیٰ کو نہ قبول کرتے ہوئے آپ نے یہ فرمایا کہ آپ کو ضرورت ملازمت کی نہیں لیکن مجھ کو آپ کی ضرورت ہے۔ آپ کو کسی طرح نہیں چھوڑ سکتا ہوں۔

۳۶- کیا آپ نے پروفیسر کے نمائندوں سے خواجہ صاحب کو تندمزاج تندخو قابل اخراج نہیں کہا اور ان کی تحریر سے فن طب کی توہین ہونے کا اقرار نہیں کیا۔

۳۷- آپ کی تحریر جو خواجہ صاحب نے شائع کی ہے تو کیا اس میں آپ نے خواجہ صاحب کی تحریر متنازعہ سے فن طب کی توہین کو غلط ثابت نہیں کیا۔ پروفیسران کی مزمت وحقارت نہیں کی اور خواجہ صاحب کے حسن خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے آپ کی ان کی خدمات کے صلہ میں تین ہزار کی رقم کالج سے دینے کی سفارش نہیں کی، جب کہ خواجہ صاحب نے آپ کی اصلی تحریر شائع کر دی تو آپ کو اس موجودہ بیان میں ان کی اس حرکت پر اظہار افسوس کرنے کی وجہ ہے۔

نیز اسی تحریر متنازعہ کے متعلق آپ نے خواجہ صاحب کو یہ نہیں فرمایا کہ میں نے حکیم امین الدین کے فرمانے سے سفارش لکھدی ہے، آپ اس کی مخالفت میں نوٹ لکھ دیں۔

۳۸- کیا آپ نے وایس پرنسپل مردانہ کے متعلق اول برخاستگی کی وجہ ثقل سماعت اور ان کے احتجاج پر تعمیل حکم کی آزمائش بتائی اور اب موجودہ بیان میں تعلیمی کمیٹی میں سے اسٹاف کا اثر کم کرنا ظاہر

کیا ہے ان تینوں متضاد باتوں میں سے کس کو تسلیم کیا جاوے۔

۳۹- علیٰ ہذا وایس پرنسپل زنانہ کی برخاستگی میں اول لیڈی ڈاکٹر کو زنانہ شفاخانہ کے لیے حسن انتظام میں ترجیح دینا ظاہر کیا ہے، ان کے احتجاج پر ۱۶-۱۷ دستخطوں کی درخواست کو سبب قرار دیا ہے اب موجودہ بیان میں دونوں کی علیحدگی کا ایک ہی سبب بیان کیا ہے، کس کو تسلیم کریں۔

الف- وہ سولہ سترہ دستخطوں والی درخواست علیحدگی کے حکم کی پہلے پہونچی تھی یا بعد میں اگر پہلے پہونچی تھی تو اس کو سبب کیوں نہ قرار دیا گیا اور حسن انتظام کو کیوں حیلہ بتایا۔

ب- کیا اس الزام کی ان پر اس درخواست کی بناء پر عاید کیا گیا تھا آپ نے تحقیق کی اگر نہیں تو قبل از تحقیق علیحدہ کرنا کہاں تک صحیح تھا۔

ج- بعد اسٹرایک باوجود اس الزام کے کیوں ایسے زبردست مجرم کو اسی عہدہ پر مامور کیا گیا۔

د- کیا یہ صحیح نہیں ہے کہ بحالی کے بعد اس الزام کی تفتیش کے لیے وایس پرنسپل مذکور نے درخواست دی اور تفتیش کے بعد وہ الزام جھوٹا ثابت ہوا۔ اور جن طالبات کے اس پر دستخط بنائے گئے تھے انہوں نے اپنے دستخطوں سے انکار کیا تو پھر آپ نے اس جعل ساز کو کیا سزا دی۔

اگر یہ تمام امور صحیح ہیں تو ہم اس نتیجہ پر پہونچے ہیں کہ آپ نے اپنی دانائی سے ہر شخص کو مغالطہ میں رکھا ہے اور ہر شخص کو دھوکہ میں رکھ کر فساد برپا کرایا پھر خدارا آپ ہی بتایئے۔

۴۰- کیا ایسا شخص جس پر اس قدر سوالات کیے جاسکتے ہوں اور جو ایسی نازیبا حرکات متضادہ مذکورہ بالا کا ایسے جلیل القدر عہدے پر رہ کر مرتکب ہوا ہو اور مکر و جہل سے کام لیتا رہا ہو اور جو اپنے باپ کے قدیم جاں نثاروں پر ایسے رکیک حملہ کر کے ان کو ستاتا رہا ہو جو کالج کے مفاد کو اپنی ذاتی مفاد پر قربان کرنے میں دریغ نہ کرتا ہو اور کالج کے روپیہ کو اپنے ذاتی مصارف پر صرف کرتا رہا ہو۔

درآں حالیکہ وہ روپیہ اسی کے الفاظ میں ایک مقدس امانت ہو اس جلیل القدر عہدے پر موزوں ہوسکتا ہے یا نہیں؟

آخر میں ہم ٹرسٹی صاحبان سے التماس کرتے ہیں یہ تنقیح خاص جناب کے ملاحظہ کی غرض سے تحریر کی گئی ہے تاکہ ہمارے بیان اور جناب سکریٹری صاحب کے بیان کو سامنے رکھ کر اور واقعات مذکورہ پر غور فرما کر خود فیصلہ کرلیں کہ ایسے جلیل القدر عہدہ پر ایسی ہستی کا رکھنا کہاں تک مناسب ہے۔

السائلین

حکیم سید امیر حسین (بازار چتلی قبر دہلی) و دیگر از حکیم محمد حنیف ہاشمی (پہاڑ گنج دہلی)

سند یافتگان طبیہ کالج دہلی

(مطبوعہ مطبع نعمانی دہلی)

ایک کھلا خط

نمائندگان حامیان اصلاحات

بخدمت جناب

حافظ عبدالعزیز صاحب۔ وکیل

نواب ابوالحسن خاں صاحب

حکیم امیر سنگھ صاحب

و دیگر ٹرسٹیان طبیہ کالج دہلی

جناب من۔ ہم لوگ جن سے ۲/ مارچ گزشتہ کو آپ صاحبان نے طبیہ کالج کے معاملات کے متعلق سمجھوتہ کیا تھا۔ آپ کی طرف سے اب تک کوئی تشفی بخش جواب نہ پاکر اور مایوس ہو کر آخری دفعہ اپنا یہ مختصر بیان آپ کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔ ہماری طرف سے

پے در پے تین خطوط آپ کو لکھے گئے جن کی نقول ہمرشتہ ہیں، لیکن اُن خطوط کا کوئی جواب ہم کو نہیں ملا۔ قطعِ نظر اس امر کے کہ ہم آپ کی طرف سے اپنے کو معمولی اخلاق کا مستحق سمجھتے ہیں، کالج کے اہم معاملات میں ایک ایسی جماعت کے ساتھ آپ کی بے توجہی جو کالج کے حالات کی اصلاح کے لیے ہر طرح آپ کی تعاون کرنے پر آمادہ ہے، جس قدر ہمارے قلوب کے لیے تکلیف دہ ہے اسی قدر عام پبلک کی نظروں کے سامنے بھی، ٹرسٹی صاحبان کی غفلت اور سہل انگاری کا ایک برا نمونہ پیش کرے گی، اس حالت میں جب کہ ہنوز کالج کے حالات کی نزاکت باقی ہے، اسی جماعت کے ساتھ جو اپنے عزیز کالج کی خاطر آپ سے تعاون کرنا چاہتی ہے آپ کی یہ بے توجہی عہدہ داری کے اقتدار کو

قائم رکھنے کے بجائے ہمیں اندیشہ ہے کہ اُس کو کہیں کم نہ کردے۔ ہم نے اپنی تمام ذمہ داریوں کا احساس رکھتے ہوئے اور آپ صاحبان کی ذمہ دارانہ حیثیت پر بھروسہ کرتے ہوئے آپ سے وہ تحریری وعدے حاصل کیے تھے جن کا ایفا تو کجا، جن کے متعلق ہماری یاددہانیوں کا جواب بھی آپ عنایت نہیں کررہے۔ اگر آپ اپنے کیے ہوئے معاہدہ کے وزن کو محسوس نہیں فرماتے تو کم ازکم ہم تو ضرور اپنی ذمہ داریوں کو محسوس کررہے ہیں اور امیدوں اور آرزوؤں میں زیادہ وقت ضائع کیے بغیر اپنے کام کو جاری رکھنا چاہتے ہیں۔ ہم نے حسب وعدہ سختی کے ساتھ معاہدہ کی شرائط پر اپنی جماعت کے ہر شخص کو قائم رکھا ہے اور بجائے دس دن کے ۱۵ دن تک آپ کے فیصلوں کا صبر وسکون کے ساتھ انتظار کیا ہے، مگر منتظمین کالج کی طرف سے یکے بعد دیگرے جو واقعات پیش آرہے ہیں وہ ہمارے لیے بہت مایوس کن اور ہماری جماعت کے زیادہ پرجوش ارکان کے لیے یقیناً اشتعال انگیز ہیں، ایفائے وعدہ میں بغیر اظہار اسباب و وجوہ آپ کا تساہل کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو نظر انداز کی جاسکے۔ چونکہ ہم حکیم محمد احمد خان صاحب، جیسے ذمہ دار عہدہ دار کے متعلق یہ دیکھ چکے ہیں کہ صاحب موصوف نے اپنے صاف و صریح تحریری وعدوں سے ۱۲ گھنٹہ کے اندر صاف وصریح انکار کردیا، اس لیے ہمیں معاف کیا جائے اگر ہم صاحب موصوف کے قائم مقاموں کے وعدوں کے متعلق بھی اپنے قلب میں مکمل طمانیت نہ پاسکیں اور خصوصاً ایسی حالت میں جب کہ ۱۵ دن سے ان وعدوں پر ایک گہری خاموشی کا بھاری پردہ ڈالا گیا ہو جس کو اب تک ہماری یاددہانیاں اور خان بہادر عبدالرحمٰن صاحب کی کوششیں بھی نہیں ہٹا سکیں۔

آپ صاحبان کی زبردست خاموشی کو دیکھتے ہوئے ہم لوگ یہ محسوس کرنے لگے ہیں کہ ہمارا بغیر کسی امید اور بغیر کسی ظاہری امکان کے اس طرح خاموش رہنا، اپنے مقاصد کا دیدہ و دانستہ خون کرنا ہے، خصوصاً جب کہ ہم بھی یہ دیکھ رہے ہیں کہ منتظمین کالج آپ کی ماتحتی میں معاہدہ کی خلاف ورزی کرنے پر تلے ہوئے ہیں اور آہستہ آہستہ اپنے تھکے ہوئے اقتدار کو تازہ دم کرنا چاہتے ہیں تاکہ اصلاح کی تحریک کو ایک آخری ضرب سے کچل دیا جائے۔ لہٰذا تعجب نہیں کہ ہم بادل ناخواستہ اس پر مجبور ہوئے ہیں کہ آخری دفعہ آپ کو صورت حالات پر توجہ دلاکر اپنی تحریک کا عہد التوا ختم کریں اور اگر معاہدہ کو آپ کی طرف سے توڑا جائے تو اس کی تمام ذمہ داری پبلک کی نظر میں آپ پر رکھ دیں اور پھر ہر وہ کام کریں جو ہم ایمانداری کے ساتھ کالج کے مفاد کے تحفظ اور حالات کی اصلاح کے لیے ضروری

سمجھتے ہوں۔

ہم آپ کی خدمت میں واقعات کو چند سوالات کی صورت میں پیش کرتے ہیں اس کمزور امید کے ساتھ کہ شاید اب بھی آپ ہمارے اس تعاون کی کچھ قدر کرنے پر آمادہ ہوں جو ہم نے سچے دل اور نیک نیت کے ساتھ ۲؍مارچ کو آپ کی خدمت میں پیش کیا تھا۔

۱- کیا یہ واقعہ نہیں ہے کہ کالج کے حالات سے غیر مطمئن ہو کر چند ماہ پہلے چند معزز ٹرسٹی صاحبان نے (جس میں سے ایک صاحب آپ تین اصحاب میں سے بھی تھے) آنریری سکریٹری بورڈ سے مطالبہ کیا تھا کہ ایک تحقیقاتی کمیٹی مقرر کی جائے؟ کیا وہ مطالبہ کسی ذاتی عناد پر مبنی تھا؟ کیا اس مطالبہ کا کوئی معقول جواب دیا جاسکا؟ جو شکایتیں ان ٹرسٹی صاحبان نے آنریری سکریٹری صاحب کو لکھی تھیں ان میں سے کسی ایک کی تحقیقات کی گئی؟ کبھی وہ تحریر مینجنگ کمیٹی یا بورڈ کے سامنے رکھی گئی؟ سوائے خاص احباب کے سکریٹری صاحب نے ٹرسٹیان بورڈ سے ان شکایات کے متعلق کوئی مشورہ کیا؟

۲- کیا یہ غلط ہے کہ ٹرسٹیان کے اس مطالبہ کے بعد سے کالج میں ایک انقلاب پیدا کرنے کی شدید کوشش شروع کی گئی اور بعض عہدہ داران و پروفیسران کو یک قلم برطرف کرنے کے لیے زمین تیار کرنی شروع کی گئی اور اسی مقصد کو پیش نظر رکھ کر شریف منزل میں طلباء کی ایک جماعت کو اپنا ہم خیال بنانے کے لیے سازشیں شروع کی گئیں تاکہ ان طلبا سے وقت ضرورت کام لیا جاسکے؟ کیا یہ واقعہ نہیں ہے کہ تعلیمی کمیٹی میں بہت سی بیجا رعایتیں صرف اسی لیے کہ جاتی تھیں کہ طلبا پر اپنا اثر قائم رکھا جاسکے؟

۳- پھر جب دفعتاً ایک پرنسپل کے تقرر کے بعد عہدہ داران و ملازمین کالج کی ایک جماعت پر سکریٹری صاحب کا ہاتھ اٹھا تو زنانہ شعبہ کی لڑکیوں اور بعض طلبا نے اس زبردستی اور خودمختاری کے خلاف احتجاجاً بھوک ہڑتال شروع کردی اور اس بھوک ہڑتال کے شروع ہونے کے بعد سکریٹری صاحب نے جو اس قسم کے احتجاج کے لیے بالکل تیار نہ تھے اول پریسیڈنٹ صاحب بورڈ سے تحقیقاتی کمیشن مقرر کرنے کا وعدہ کیا اور جب ہم نے پریسڈنٹ صاحب بورڈ کے اصرار سے مجبور ہو کر ان شرائط کو منظور کرلیا جو کمیشن کے تقرر کے متعلق حکیم محمد احمد خان صاحب

نے پیش کی تھیں تو پھر صاحب موصوف اس وعدہ سے روگرداں ہوگئے، اس کے بعد دوران ہڑتال میں خان بہادر عبدالرحمٰن صاحب سے اپنے خلاف قاعدہ احکام واپس لینے اور تحقیقاتی کمیٹی مقرر کرنے کا وعدہ کر کے احکام بھی لکھ دیئے (ملاحظہ نمبر۱) اور احکام پر دستخط بھی کردیئے، لیکن ۱۲ گھنٹہ کے اندر ان وعدوں اور اس حکم سے رجعت پسند سکریٹری صاحب نے اس طرح رجعت فرمائی کہ بعض ٹرسٹیان بورڈ کے سامنے یہ بھی فرمادیا کہ میں نے کسی ایسے حکم پر دستخط نہیں کیے۔ یہ سب کھیل کیوں کھیلا گیا۔

۴- کیا آپ کو معلوم نہیں کہ جب اس آخری حکم کی اطلاع خان بہادر عبدالرحمٰن صاحب نے ہڑتال کرنے والوں کو دی تو ان کے نمائندوں نے محض بخیال رفع شران شرائط کے منظور کرنے پر اپنی آمادگی ظاہر کردی لیکن سکریٹری صاحب کی رجعت کے بعد وہ حکم ہڑتالیوں تک نہیں پہنچایا گیا اور ان کے پاس صرف اس حکم کی ایک نقل جس پر خان بہادر صاحب کی تصدیق ہے، باقی رہ گئی جو ہمیشہ ہمیشہ سکریٹری صاحب بورڈ کی صداقت ودیانت کی ایک ناقابل انکار شہادت بن کر دنیا کے سامنے رہے گی۔

۵- پھر ان وعدہ خلافیوں اور ''سیاسی'' کشمکش کے بعد جو کچھ ہوا اور جس طرح یہ معاہدہ ہمارے اور آپ کے درمیان ہوا، ان واقعات کی تصدیق آپ صاحبان سے بہتر کون کرسکتا ہے، جن کے دستخطوں سے یہ آخری دستاویز مزین ہے۔ (ملاحظہ ہو نمبر۲) ہم یقین نہیں کرسکتے کہ اس دستاویز کا بھی وہی حشر ہوگا جو جناب حکیم محمد احمد خان صاحب کے متذکرہ بالا اس دستاویز کا ہوا جو خان بہادر عبدالرحمٰن صاحب کے دفتر میں شام کو ۶ بجے لکھی گئی اور صبح ہوتے ہوتے صفحۂ ہستی سے محو ہوگئی! ہماری آپ کی قرارداد کی ایک نقل اس عریضہ کے ساتھ شامل ہے اس کے تین اجزاء تھے۔

الف- خلاف قاعدہ احکام کی واپسی مابعد اور مطابق مشورہ خان بہادر عبدالرحمٰن صاحب۔

ب- تقرر تحقیقاتی کمیٹی دس روز کے اندر۔

ج- فریقین کی طرف سے انتقامی کارروائیوں کا انسداد۔

یہ اب آپ ہم کو بتائیں کہ ان تین شرائط میں سے کتنی شرائط آپ آج ۱۵ دن بعد تک پوری کرسکے ہیں؟ آپ کے وعدوں پر بھروسہ کر کے ہم نے ہڑتال ختم کرائی اور آج تک اپنی طرف سے کوئی

کارروائی ایسی نہیں کی جس سے فضا کے خراب ہونے کا اندیشہ ہوتا۔ مگر آپ کی طرف سے اس کا جواب کیا ملا؟

۶- کیا یہ واقعہ نہیں ہے کہ خان بہادر عبدالرحمٰن صاحب کو دہلی واپس تشریف لائے ہوئے نو دن ہو چکے اور اس عرصہ میں ہم نے اور صاحب موصوف نے آپ سے خواہش کی کہ جن امور کا خان بہادر صاحب کو فیصلہ کرنا ہے ان کے متعلق آپ جو کچھ کہنا چاہیں کہہ لیں (ملاحظہ ہو نمبر ۳) لیکن ہمارے عریضوں کا تو آپ نے جواب ہی دینا ضروری نہ سمجھا مگر خان بہادر صاحب نے کیا قصور کیا تھا کہ آپ صاحبان نے ان کے وجود کو بھی بہ اطمینان تمام نظر انداز فرما دیا۔

بلاشبہ خان بہادر صاحب کو آپ نے اپنی عدم توجہی اور بے پناہ خاموشی سے تھکا دیا ہوگا لیکن ہم بہ ادب عرض کرتے ہیں کہ جناب کا تغافل ہم لوگوں کو تھکا نہیں سکتا۔ خان بہادر صاحب کو ان غلط اور خلاف قاعدہ احکام کے متعلق حکم بنا کر پھر ان سے رجوع نہ کرنا کہاں تک مناسب تھا۔ اس کا بہتر فیصلہ خود آپ ہی فرما سکتے ہیں۔ لیکن جہاں تک ہمارا تعلق ہے ہم کو اس معاملہ میں آپ کی بے توجہی نے نہ متعجب کیا نہ رنجیدہ۔ اس لیے کہ ''سیاسیات'' کے مد و جزر میں موسم کے ان تغیرات کے لیے ہم جانتے تھے کہ ہم کو تیار رہنا چاہیے۔

۷- بہر حال معاہدہ کا پہلا جزو تو اس طرح ختم ہوا۔ رہا دوسرا جزو، اس کے متعلق بھی ہم نے آپ کو دو دفعہ توجہ دلائی (ملاحظہ ہو نمبر ۳) حتیٰ کہ خود اپنی طرف کے نام بھی کمیٹی کی رکنیت کے لیے تجویز کر دیئے (ملاحظہ ہو نمبر ۴) لیکن آپ کی خاموشی نے ہم جیسے کمتر لوگوں کی یاد دہانیوں کا حریف ہونا گوارا نہ کیا۔ دس دن کی مقررہ میعاد ۱۲/ مارچ کو گزر گئی اور ہنوز روز اول ہے! آپ ہی بہتر فیصلہ کر سکتے ہیں کہ اس شرط کے دس روز کے اندر پورا نہ کرنے کی ذمہ داری کا وزن کس قدر ہے اور وہ ذمہ داری کس پر عائد ہوتی ہے۔ اگر بفرض محال اس شرط کو پورا کرنے میں کچھ دشواریاں اور دقتیں حائل تھیں تو بلاشبہ آپ ان دشواریوں اور دقتوں سے ہم کو مطلع کر کے ہمیں منتظر رکھتے اور ہم آپ کی دشواریوں کے کم کرنے کی سعی کرتے اور مطمئن ہوتے کہ آپ اپنے وعدے کو بھولے نہیں ہیں۔ لیکن جواب نہ دینے کا قانونی پہلو، کتنا ہی قانونی اور دانشمندانہ ہو لیکن ہمارے لیے تسکین بخش نہیں ہو سکتا۔

۸- معاہدہ کا تیسرا جزو البتہ ایسا تھا جس پر آپ خاموش رہے ہوں یا نہ رہے ہوں لیکن آپ کے ماتحت منتظمین کالج خاموش نہیں رہے۔ انہوں نے اپنے قدموں کے پاس گھاس کو اُگنے کا موقعہ دینا پسند نہیں کیا اور اپنی کارروائیوں کو آہستہ آہستہ برابر جاری رکھا اس کی بہت سی مثالیں تو ہم اپنے خط مرقومہ ۱۳/ مارچ میں عرض کر چکے ہیں (ملاحظہ نمبر ۵) جس کی ایک نقل ہمرشتہ ہے، مگر اس خط کے لکھنے کے بعد پرنسپل صاحب کالج جو فاتحانہ احکام جاری فرما چکے ہیں وہ بھی آپ کی توجہ کے لیے پیش کیے جاتے ہیں۔

الف-۱۳/ مارچ کو منصرمہ کے شوہر کو یہ حکم دیا گیا کہ مکان فوراً خالی کر دیں۔ حالانکہ ایک طرف تو منصرمہ کی معطلی کا سوال کا فیصلہ قرارداد کے ماتحت خان بہادر عبدالرحمٰن صاحب کو کرنا ہے اور دوسری طرف یہ معاملہ تحقیقاتی کمیٹی کے سامنے بھی جانے والا ہے۔ پھر دونوں کے فیصلہ کا انتظار کیے بغیر پرنسپل صاحب کے تاکیدی حکم کا اجرا صرف یہ معنی رکھتا ہے کہ یا تو پرنسپل صاحب اپنی حکومت کا مظاہرہ کرنے کے لیے (خواہ وہ کتنا ہی بے موقعہ ہو) نہایت مضطرب اور بے چین ہیں یا خود آپ صاحبان خان بہادر عبدالرحمٰن صاحب اور تحقیقاتی کمیٹی کے وجود سے قطع نظر کر کے اب ''اس کاغذ کے پرزہ'' کو پھاڑ کر روی دان میں ڈال چکے ہیں جس پر ۲/ مارچ کو دستخط کیے گئے تھے۔ پرنسپل صاحب نے غالباً یہ محسوس نہیں فرمایا کہ ان کے افسران جو معاہدہ کر چکے ہیں اس کے خلاف وہ بحیثیت ماتحت کے کوئی حکم جاری نہیں کر سکتے سوائے اس صورت کے کہ وہ اپنے افسران سے یعنی آپ سے استصواب کر چکے ہوں۔ کیا یہ حکم آپ کے منشا کے مطابق جاری کیا گیا؟

ب- دوسرا حکم پرنسپل صاحب نے اسٹرائک کرنے والے پروفیسروں کے متعلق جاری فرمایا کہ زمانہ ہڑتال کی تنخواہیں روک لی جائیں ''تا فیصلہ سب کمیٹی''۔

ج- تیسرا حکم ہڑتال کرنے والی طالبات کے متعلق جاری کیا گیا کہ ان کے وظائف ''تا فیصلہ سب کمیٹی'' روک دیئے جائیں۔

کیا ہمارے اور آپ کے سمجھوتہ کا یہی مفہوم تھا جو ان احکام کے ذریعہ سے ظاہر کیا جا رہا ہے؟ پھر جو ظلم غریب لڑکیوں پر زنانہ شعبہ میں کیا جا رہا ہے اس سے آپ اگر باخبر ہیں تو کیا وہ بھی جائز ہیں؟ جس طرح لیڈی ڈاکٹر اور نرسیں ان ہڑتال کرنے والی لڑکیوں کے ساتھ برتاؤ کر رہی ہیں اس کی آپ

صاحبان کو اطلاع ہے یا نہیں؟ کم از کم اس واقعہ کا تو آپ کو علم ہوگا کہ یہ ہڑتال سب سے پہلے لڑکیوں نے اپنے جذبات سے مجبور ہو کر کی تھی اور ان کی ہمدردی میں طلبا ہڑتال میں شریک ہوئے تھے اور وہی زنانہ شعبہ کا ایک کانٹا تھا جس نے اس پھوڑے کو جس کے اندر عرصہ سے مواد جمع تھا پھوڑ دیا۔ اس زخم کے لیے جو مرہم ۲ر مارچ کو تیار ہوا تھا کیا اس کے اندر پرنسپل صاحب کو اجازت ہے کہ وہ جس قدر زہر اور تیزاب اور نمک چاہیں ملا دیں؟

آپ کو یاد ہوگا کہ جب سکریٹری صاحب بورڈ کے اختیارات آپ کی طرف منتقل ہوئے تو آپ صاحبان کا پہلا کام یہ تھا کہ آپ نے ہڑتال کرنے والوں کو ۲۴ گھنٹہ کا نوٹس دیا (جس کی ایک نقل ہمرشتہ ہے) اور دوسرے ہی دن دوسرا قدم آپ نے یہ اٹھایا کہ ہماری سرزنش کے لیے پولیس کو طلب فرمالیا، غالباً کوئی سمجھوتہ نہ ہو سکتا اگر پولیس بھوک ہڑتال کرنے والوں کو حدود کالج سے باہر نکالنے پر آمادہ ہو جاتی اور اگر ایسا ہو جاتا تو حکام کالج کے نقطہ نظر سے سارا قصہ پاک ہو جاتا، لیکن بھوک ہڑتال کرنے والی لڑکیوں کا وجود زیادہ تر ''انتظام'' کے راستہ میں حائل ہوا۔ مگر سمجھوتہ کے بعد جب وہ ہڑتال بمشکل ختم کرادی گئی تو اس وقت سے آج تک ان غریب لڑکیوں کے مصائب بدستور قائم رہے اور بلاشبہ ہم جو سمجھوتہ اور معاہدہ کے ذمہ دار ہیں، ان لڑکیوں کو منہ دکھانے کے قابل نہیں جن کو ہم نے کڑھائی سے نکال کر چولہے میں ڈال دیا ہے اور جو اب خاموشی کے ساتھ بھوک کی تکلیف برداشت کرنے کے بجائے ہمہ وقت ملازمین کالج کی گالیاں اور طعنے اور جھڑکیں برداشت کر رہی ہیں اور ان کے لیے وہی نامہ بندی اور ''نگرانی'' قائم ہے جو ہڑتال کے زمانہ میں تھی۔ بلاشبہ اگر کسی وقت کوئی تحقیقاتی کمیٹی مقرر کی جا سکی تو علاوہ ان اہم سوالات کے جو عہدہ داران وافسران بورڈ کے متعلق اس کے سامنے پیش ہوں گے، پرنسپل اور ان کے حاشیہ نشینوں کے ان مظالم کی بھی ایک بڑی فہرست کمیٹی کے سامنے رکھی جائے گی۔ اس حالت میں جب کہ معاہدہ کرنے کے بعد آپ ہمارے خطوط کا جواب بھی دینا پسند نہیں فرماتے، ان واقعات کی تفصیلات سے آپکا قیمتی وقت ضائع کرنا مناسب نہیں۔

نہ صرف بحیثیت افسران بالادست کے بلکہ شخصی حیثیت سے بھی ہم آپ صاحبان کا احترام کرتے ہیں، لیکن یہ احترام ذات تک محدود ہے، واقعات اور طرز عمل کے متعلق نہیں (بحیثیت اس کے کہ آپ نے ہم سے معاہدہ کیا) حق حاصل ہے کہ جائز اور معقول نکتہ چینی کریں اور آپ کو بتادیں کہ

انتظار اور صبر کوئی دریائے ناپیدا کنار نہیں ہے۔ ہماری ذمہ داریاں بہت ہیں اور ان ذمہ داریوں کے ساتھ بہت سے طلبہ اور طالبات کا مستقبل وابستہ ہے اور وہ مستقبل ہمیں خطرہ میں معلوم ہوتا ہے، ہم ہوا کا رخ دیکھ رہے ہیں اور مجبور ہیں کہ اس ''عہد انتظار'' کو جلد سے جلد ختم کرائیں۔ ہم تین دن تک جناب کے جواب کا انتظار کریں گے اور اس کے بعد اس تمام خط و کتابت کو جو ۲؍ مارچ سے آج تک ہوتی رہی ہے شائع کردیں اور اپنا فیصلہ خدا اور رائے عامہ کے ہاتھ میں چھوڑ دیں گے۔

نیازمندان

۱- عبدالغفار ۲- محمد الیاس خاں ۳- سید حفظ الرحمٰن ۴- منظور حسین ۵- فضل الرحمٰن ۶- محمد کبیر الدین

فہرست متعلقات

۱- احکام سکریٹری صاحب بورڈ جو بمشورہ خان بہادر عبدالرحمٰن صاحب لکھے گئے، مگر جاری نہیں کیے گئے۔

۲- آخری معاہدہ جس پر تین ٹرسٹی صاحبان نے ۲؍ مارچ کو دستخط فرمائے۔

۳- خط عبدالغفار بنام ہر سہ صاحبان مرقومہ ۶؍ مارچ ۱۹۳۲ء

۴- خط عبدالغفار بنام ہر سہ صاحبان مرقومہ ۱۱؍ مارچ ۱۹۳۲ء

۵- خط عبدالغفار بنام ہر سہ صاحبان مرقومہ ۱۳؍ مارچ ۱۹۳۲ء

نمبر ۱

۱- حفظ الرحمٰن صاحب کو پروفیسری پر بحال کردیا جاتا ہے اور وہ خدمات سپرنٹنڈنٹ بورڈنگ ہاؤس بمعیت حکیم فرید احمد صاحب تا فیصلہ کمیشن بدستور انجام دیتے رہیں۔

۲- سلطان جہاں بیگم کو بھی علیٰ ہذا بطور منصرمہ بحال کیا جاتا ہے اور وہ بھی تا فیصلہ کمیشن بدستور اپنی خدمات انجام دیتی رہیں گی۔

۳- ایک کمیشن جس کے ممبران حسب ذیل ہوں گے، جملہ شکایات متعلقہ طبیہ کالج اور اس کے افسران وطلبا کے بابت مکمل تحقیقات فرما کر اپنے نتائج تحریر کریں گے اور اس کے انسداد کے لیے آئندہ تجاویز فرمائیں گے، اس کمیشن کا فیصلہ ناطق ہوگا اور ان کو اختیار ہوگا کہ وہ فریقین کی جملہ شکایات وشہادت پر غور فرما کر اپنے فیصلے تحریر فرمائیں:

۱- حاجی سر رحیم بخش صاحب

۲- لالہ پیارے لعل صاحب

۳- ڈاکٹر ذاکر حسین خاں صاحب

۴- مولوی عبدالرحمٰن صاحب پروفیسر مشن کالج

۵- مسٹر واکر پرنسپل عربک کالج

۶- خان بہادر عبدالرحمٰن صاحب وکیل

اگر کوئی شخص اپنے فرائض انجام نہ دے سکے یا اس کے قابل نہ ہو تو ان اصحاب کو اختیار ہوگا کہ اس کی جگہ پر کسی دیگر شخص کو اپنے ساتھ شامل کریں، چار آدمیوں کا کورم متصور کیا جائے گا۔

۴- جو تحقیقات اس وقت پرنسپل نے جاری کر رکھی ہے وہ فی الحال ملتوی کر دی جائے گی اور اس کے متعلق فیصلہ بھی اصحاب مندرجہ بالا کریں گے۔

۵- تحقیقات کمیشن کے متعلق رزولیوشن حسب قاعدہ مینجنگ کمیٹی و بورڈ سے منظور کرا دیا جائے گا۔

محمد احمد

سکریٹری بورڈ ۲۷ر فروری ۱۹۳۲ء

نمبر۲

چونکہ ہڑتال کرنے والی جماعت اپنے مطالبات پر زور دیتی ہے اور باہمی تصفیہ مشکل معلوم ہوتا ہے اس لیے ہم لوگ بحیثیت سکریٹری بورڈ اور بحیثیت ٹرسٹی اس بات کا وعدہ کرتے ہیں اور لکھے دیتے ہیں کہ کمیشن تحقیقات اس طرح مقرر کر دیا جائے گا اور بورڈ مینجنگ کمیٹی سے دس دن کے اندر منظور کرا دیا جائے گا اور فریقین کے نامزد کردہ تین تین آدمی اس میں شریک کیے جائیں گے اور اس کا صدر مقبولہ فریقین ہوگا اور اس کمیشن کو تمام شعبوں، افسران و ملازمان کے متعلق تحقیقات کرنے کا حق حاصل ہوگا اور اس کا فیصلہ آخری اور قطعی سمجھا جائے گا، اس کے علاوہ خان بہادر عبدالرحمٰن صاحب جو اس وقت باہر گئے ہوئے ہیں ان کے واپس ہونے پر ہم بقیہ مطالبات پر ان سے مشورہ کریں گے اور جو وہ مشورہ دیں گے اس پر عمل کریں گے نیز ہم وعدہ کرتے ہیں کہ اسٹرائک کرنے والوں کے خلاف انتقامی کارروائی نہ کی جائے گی۔

اس سمجھوتہ کی بناء پر یہ طے پا گیا ہے کہ فوراً بھوک ہڑتال اور پکٹینگ وغیرہ سب بند کر دی جائے گی اور کوئی کارروائی انتقامی ان طلباء کے ساتھ نہ کہ جائے گی جو اس وقت اسٹرائک کی تحریک سے الگ رہے تھے فقط

دستخط	دستخط
قاضی عبدالغفار صاحب نمایندگان	حافظ عبدالعزیز صاحب وکیل قائم مقام سکریٹری بورڈ
سید حفظ الرحمٰن صاحب حامیان اصلاحات	نواب ابوالحسن صاحب طبیہ کالج، دہلی
حکیم فضل الرحمٰن صاحب ۲/مارچ ۱۹۳۲ء	حکیم امیر سنگھ صاحب ۲/مارچ ۱۹۳۲ء
حکیم کبیرالدین صاحب	

نمبر ۳

جناب من،

۲/مارچ کی شام کو جو تصفیہ ہمارے، آپ کے درمیان ہو چکا ہے۔اس کے سلسلہ میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ:

۱-مہربانی فرما کر ان تین اصحاب کے نام سے مجھے مطلع فرمائیے جو آپ کی طرف سے تحقیقاتی کمیٹی کے رکن مقرر کیے گئے ہیں۔

۲-نیز کمیٹی کی صدارت کے لیے بھی دو تین نام ایسے تجویز فرما دیجیے، جن میں سے کوئی ایک مقبولہ فریقین ہو سکے، اگر آپ کے مجوزہ ناموں میں سے کوئی نام بھی ہمارے لیے قابل قبول نہ ہوگا تو پھر ہم چند نام آپ کی خدمت میں پیش کر دیں گے۔

ہمیں امید ہے کہ آپ ان تجاویز کی تکمیل میں تاخیر نہ فرمائیں گے اور دس روز کی مقررہ میعاد کے اندر کمیٹی تحقیقاتی کی منظوری حسب شرائط مقبولہ فریقین مینجنگ کمیٹی یا بورڈ سے حاصل کر لیں گے۔

دوسرے تمام مطالبات کے تصفیہ کے متعلق بھی میں آپ کو اطلاع دیتا ہوں کہ خان بہادر عبدالرحمٰن صاحب واپس تشریف لے آئے ہیں اور آپ جلد ان سے مشورہ کریں تا کہ ان مطالبات کے متعلق خان بہادر صاحب کے فیصلہ کا جلد اعلان کیا جا سکے۔

عبدالغفار

بخدمت جناب حافظ عبدالعزیز صاحب

بخدمت جناب نواب ابوالحسن صاحب قائم مقام سکریٹرے بورڈ طبیہ کالج

بخدمت جناب حکیم امیر سنگھ صاحب

نمبر۴

قرول باغ۔ دہلی

۱۱/مارچ ۱۹۳۲ء

مکرمی تسلیم!

شرائط مقبولہ فریقین کے مطابق ہم کمیٹی تحقیقاتی کی رکنیت کے لیے حسب ذیل تین نام پیش کرتے ہیں۔

۱-ڈاکٹر ذاکر حسین خان صاحب پرنسپل جامعہ ملیہ، دہلی

۲-مولوی عبدالرحمٰن صاحب پروفیسر مشن کالج دہلی

۳-سید رضا علی صاحب سول لائنس مراد آباد

نیز کمیٹی کی صدارت کے لیے ہم خان بہادر عبدالرحمٰن صاحب وائس چانسلر دہلی یونیورسٹی کا نام پیش کرتے ہیں جو ہمیں یقین ہے کہ آپ کو بھی قبول ہوگا، کل دس دن کی مقررہ میعاد ختم ہوتی ہے اس لیے ہمیں امید ہے کہ آپ کمیشن کی تکمیل میں عجلت فرمائیں گے اور بواپسی اپنی طرف سے مجوزہ ناموں سے ہمیں مطلع فرمائیں گے۔

ہمیں معلوم ہوا ہے کہ سمجھوتہ کے ماتحت اب تک آپ نے دیگر مطالبات کو متعلق خان بہادر عبدالرحمٰن صاحب سے مشورہ نہیں فرمایا ہے کمیشن کی تکمیل کے ساتھ ہی ساتھ سمجھوتہ کی یہ شرط بھی پوری ہونی چاہیے تاکہ کمیشن کے لیے اجلاس کے شروع ہونے سے پہلے کوئی وجہ شکایت کسی فریق کو باقی نہ رہے اور تحقیقات کے لیے سکون واطمینان کی فضا پیدا ہو سکے۔

ہم آپ کے جواب کے منتظر ہیں

نیازمندان

عبدالغفار۔ کبیرالدین۔ فضل الرحمٰن۔ حفظ الرحمٰن

بخدمت حافظ عبدالعزیز صاحب

" نواب ابوالحسن خان صاحب قائم مقام سکریٹری بورڈ آف ٹریبز

" حکیم امیر سنگھ صاحب

۵

قرول باغ۔ دہلی

۱۳ر مارچ ۱۹۲۳

مکرمی ۲ر مارچ کو سمجھوتہ ہونے کے بعد سے اب تک میں دو خط آپ کی خدمت میں بھیج چکا ہوں لیکن اب تک مجھے کوئی جواب نہیں ملا۔ ایک دفعہ پھر آپ کو بعض امور پر فوری توجہ دلاتا ہوں۔

۱- سمجھوتہ کی شرائط کے مطابق دس دن کے اندر تحقیقاتی کمیٹی مقرر ہو جانی چاہیے تھی۔ میں ہڑتال کرنے والے فریق کی طرف سے حسب معاہدہ تین نام ممبروں کے اور ایک نام صدر کا پیش کر چکا ہوں۔ عام افواہ یہ ہے کہ تحقیقاتی کمیٹی کو غیر ضروری بنا دینے کے لیے اندرونی طور پر کوئی کمیٹی اپنی رپورٹ تیار کر رہی ہے۔ تاکہ اس رپورٹ پر کوئی کارروائی کر کے تحقیقاتی کمیٹی کے تقرر کا وعدہ قابل پابندی نہ رہے۔ لیکن یہ محض افواہ ہے اور غالباً خود غرض اصحاب تحقیقاتی کمیٹی کے تقرر میں تعویق ہونے سے ناجائز فائدہ اٹھانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ بہتر ہو کہ آپ جلد سے جلد اس بے بنیاد افواہ کی تردید فرما دیں نیز مہربانی فرما کر قطعی طور پر مجھے یہ بتا دیں کہ تحقیقاتی کمیٹی کے تقرر میں کیوں دیر ہو رہی ہے اور کب تک دیر ہوگی۔

۲- آپ کو یاد ہوگا کہ جب میرے آپ کے درمیان سمجھوتہ کی گفتگو ہو رہی تھی تو کسی وجہ سے آپ اس سمجھوتہ کو قبول کرنے پر آمادہ نہ تھے جو حکیم محمد احمد خان صاحب اور خان بہادر عبدالرحمٰن صاحب کے درمیان ہو چکا تھا۔ اس بناء پر فیصلہ میں سخت دقت پیش آئی بہر حال رفع شر کے خیال سے ہم لوگ اس تجویز پر آمادہ ہو گئے کہ تحقیقاتی کمیٹی کے تقرر کا اعلان کر دیا جائے اور بقیہ ان امور کے متعلق جن کا فیصلہ خان بہادر صاحب حکیم محمد احمد خان صاحب سے کر چکے تھے۔ خان بہادر صاحب پر حصر کر دیا جائے، اس شرط پر آپ نے دستخط فرما دیئے تھے۔ جیسا کہ آپ کو معلوم ہے کہ اس کا مطلب سوائے اس کے کچھ نہ تھا کہ خلاف قاعدہ اور قابل اعتراض جو احکام حکیم محمد احمد خان صاحب نے جاری کیے

تھے۔ ان کے قائم رکھنے یا نہ رکھنے کا فیصلہ خان بہادر صاحب سے کرالیا جائے۔ میں ۶/مارچ کو اطلاع دے چکا ہوں کہ خان بہادر صاحب سفر سے واپس آ گئے ہیں اور میں صاحب موصوف سے بھی چند بار عرض کر چکا ہوں کہ جلد سے جلد وہ اپنا فیصلہ دیدیں لیکن اب تک تحقیقاتی کمیٹی کے تقرر کی طرح یہ معاملہ بھی ملتوی ہے اور کوئی معقول وجہ اس کے التواء کی سمجھ میں نہیں آتی اور قدرتاً بعض لوگوں کے دل میں یہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ کہیں اس تمام سمجھوتہ کو ''نقش ونگار طاق نسیاں'' تو نہیں بنایا جا رہا! بہر حال مجھے اور میرے شرکاء کار کو آپ صاحبان کے الفاظ اور عہد پر اس وقت تک اعتماد ہے اور اس لیے میں بار بار آپ کو لکھتا ہوں کہ کالج کے مفاد کے لیے بھی ضروری ہے کہ جو تجاویز مقبولہ فریقین ہیں ان پر فوراً عمل شروع کر دیا جائے۔ جہاں تک ان معاملات کا سوال ہے جن کا فیصلہ خان بہادر عبدالرحمٰن صاحب کو کرنا ہے کوئی دشواری نہیں معلوم ہوتی۔ سوال صرف اتنا ہے کہ وائس پرنسپل شعبہ زنانہ۔ پروفیسر شعبہ زنانہ۔ سپرنٹنڈنٹ بورڈنگ ہاؤس اور منصرمہ شعبہ زنانہ کے متعلق جو احکام حکیم محمد احمد خان صاحب نے جاری کیے تھے اور جن کے واپس لینے کا حکیم صاحب موصوف بحیثیت سکریٹری بورڈ تحریری وعدہ کر چکے ہیں وہ قائم رہیں یا واپس لیے جائیں۔ اب آپ بحیثیت قائم مقام سکریٹری بورڈ اختیار رکھتے ہیں کہ خان بہادر صاحب جو فیصلہ دیں اس کے متعلق عمل درآمد کرا دیں۔ اس میں کسی کمیٹی یا سب کمیٹی کا مشورہ ضروری نہیں ہے۔

میں نے آج خان بہادر صاحب سے گفتگو کی تھی اور وہ چاہتے ہیں کہ میں اور آپ صاحبان بیک وقت ان سے گفتگو کریں اور ان کا فیصلہ ان امور کے متعلق حاصل کر لیں۔ لہٰذا زیادہ سے زیادہ کل شام تک کوئی وقت مقرر فرما دیجئے تاکہ میں بھی حاضر ہو جاؤں اور معاہدہ کا یہ جزو بھی آیندہ معلق نہ رہے اور مزید شبہات پیدا نہ ہوں۔

۳- ہمارے آپ کے معاہدہ کی تیسری اہم قرارداد یہ تھی کہ طرفین سے کوئی کارروائی انتقامی نہ کی جائے گی لیکن اس وقت تک کالج میں جو صورت حالات ہے وہ آپ کی توجہ کی محتاج ہے۔ میں مختصراً حسب ذیل چند واقعات کا ذکر کرتا ہوں جن کی معتبر شہادتیں میرے پاس موجود ہیں اور جن کو انتقامی کارروائی سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔

الف- سب کمیٹی تعلیمی نے گزشتہ جلسہ میں ہڑتالیوں کے خلاف ناپسندیدگی کا رزولیشن پاس کرنے

میں بہت غیر ضروری عجلت کا ثبوت دیا اور گویا تحقیقاتی کمیٹی کے فیصلہ سے پہلے ایک زیر بحث سوال پر اظہار رائے کر کے ایک ایسی غلطی کی جس سے فضاء کے مکدر ہونے کا اندیشہ ہے، یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ آپ کی کسی رپورٹ پر بھی غور کیا جا رہا ہے اور شاید تحقیقاتی کمیٹی کا انتظار کیے بغیر اس رپورٹ پر بھی اظہار رائے کر دیا جائے گا۔ یقیناً یہ طریقہ نامناسب اور سمجھوتہ کی اسپرٹ کے خلاف ہے۔

ب۔ ہڑتال کرنے والی لڑکیوں کے وظائف اب تک ادا نہیں کیے گئے اور افواہ یہ ہے کہ وہ روکے جائیں گے۔

ج۔ بعض ان طلبا کے وظائف بھی اب تک ادا نہیں کیے گئے جو ہڑتال میں شریک تھے۔

د۔ ہڑتال میں شریک ہونے والے ممبران اسٹاف کی تنخواہیں اب تک ادا نہیں کی گئی ہیں حالانکہ بقیہ ممبران اسٹاف کو ان کی تنخواہیں ۰ ار مارچ کو ادا کی جا چکیں۔

ہ۔ زنانہ مدرسہ میں لیڈی ڈاکٹر کا برتاؤ لڑکیوں کے ساتھ نہایت سخت تکلیف دہ ہے، حتی کہ بیان کیا جاتا ہے کہ لیڈی ڈاکٹر، ہڑتال کرنے والی لڑکیوں کے ساتھ بدزبانی کرتی ہیں اور ان کی بدزبانی اشتعال کا باعث ہو رہی ہے۔

و۔ لڑکیوں کی ملازمہ کو بلاسبب علیحدہ کر دیا گیا اور اس کی جگہ دوسری ملازمہ اب تک نہیں رکھی گئی جس سے لڑکیوں کو سخت تکلیف ہے۔

ز۔ جو لڑکیاں ہڑتال میں شریک نہ تھیں وہ دوسری لڑکیوں کے ساتھ بدزبانی کرتی ہیں اور لیڈی ڈاکٹر و نرس اعلانیہ ان کی ہمت افزائی کرتی ہیں۔

ح۔ زنانہ شعبہ کی ناکہ بندی کے لئے جو زائد چوکیدار رکھے گئے تھے وہ اب تک موجود ہیں اور ناکہ بندی بدستور جاری ہے۔

ط۔ ہڑتال میں شرکت کرنے والے بعض ممبران اسٹاف کے خلاف بعض طلبا سے درخواستیں تیار کرائی گئی ہیں اور معلوم ہوا ہے کہ وہ سکریٹری صاحب بورڈ کی خدمت میں پیش بھی کر دی گئی ہیں۔

مجھے معلوم نہیں کہ آپ کو کہاں تک ان واقعات کا علم ہے لیکن اگر طالبات اور ان کی والدین کے

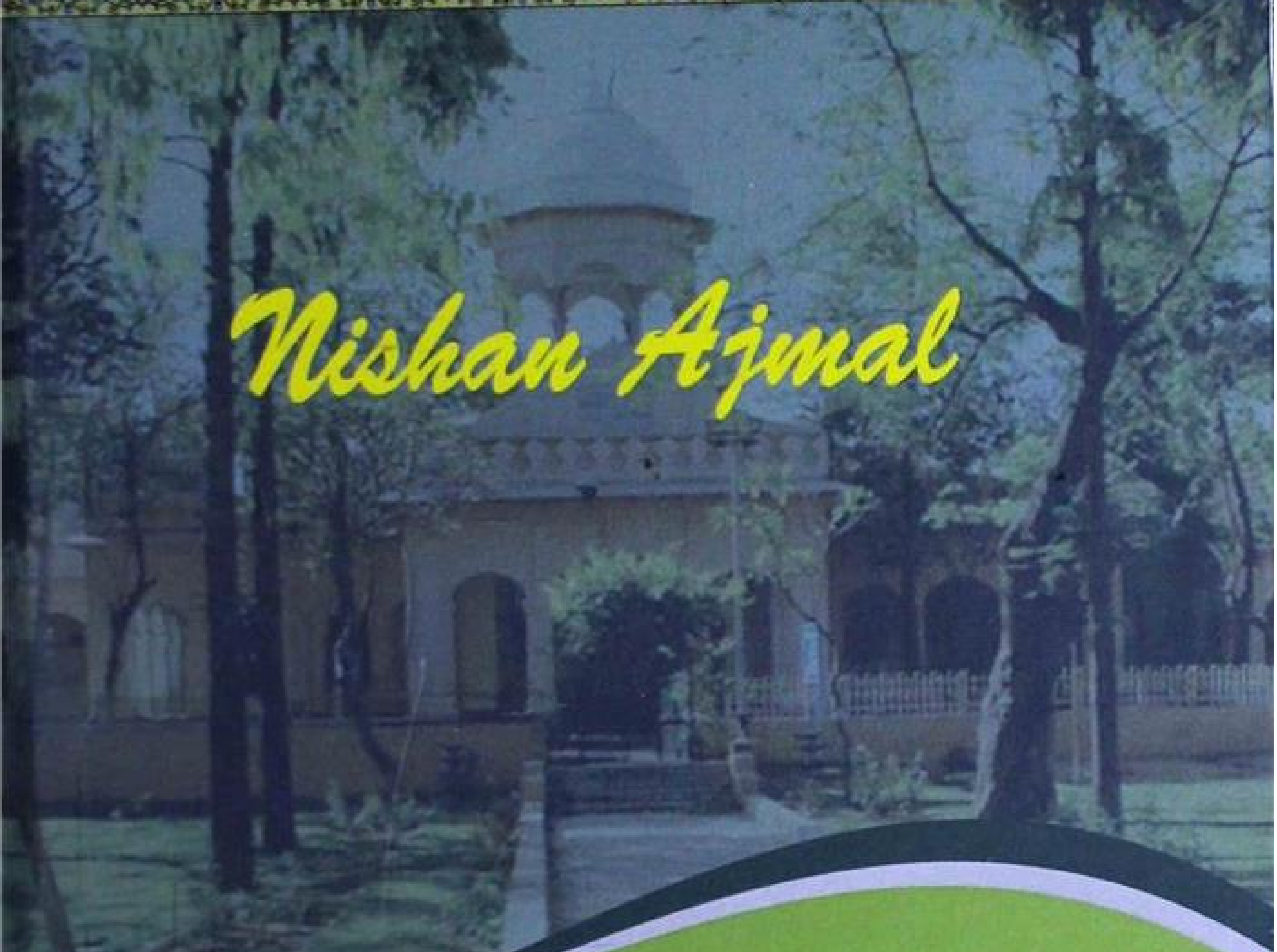
ان بیانات کا جو ہمیں موصول ہوئے ہیں کوئی حصہ بھی صحیح ہے تو مجھے اندیشہ ہے کہ افسران متعلقہ کا یہ غلط طرز عمل آگ کو بجھانے کی بجائے پھر بھڑکا دے گا، میں آپ سے زبانی بھی عرض کر چکا ہوں کہ لیڈی ڈاکٹر کی زنانہ شعبہ میں موجودگی خطرے سے خالی نہیں ۔ مجھے امید ہے کہ اب آپ معاملات طے کرنے میں مزید تعویق گوارہ نہ کریں گے اور کل کسی وقت خان بہادر عبدالرحمٰن صاحب کی موجودگی میں مجھ سے گفتگو کر کے اصلاح حال کی کوئی صورت پیدا کریں گے۔

یہ ظاہر ہے کہ اگر ہماری جماعت میں کچھ لوگوں کے دل میں یہ شبہہ زیادہ قوی ہو گیا کہ اس تاخیر اور تعویق کا مقصود واقعات پر ''وقت کا پردہ'' ڈال کر آخر کار تحقیقات کی شرط کو شکست کرنا ہے، تو ممکن ہے کہ اس قسم کے شبہات کا نتیجہ میری اور آپ کی خواہش اور منشاء کے بالکل خلاف پیدا ہو اور ہم کو پہلے سے زیادہ دشواریوں کا سامنا کرنا پڑے۔ امید ہے کہ آپ مہربانی فرما کر اس تحریر کو ایک دفعہ سے زیادہ پڑھ لیں گے اور خان بہادر عبدالرحمٰن صاحب سے ملنے کا وقت مقرر کر کے حامل عریضہ کی ہاتھ مجھے جواب عنایت فرمائیں گے۔

نیازمند

عبدالغفار

Nishan Ajmal



Edited & Compiled

Hakim Mohammad Fazil Hakim Fakhre Alam

Al-Balagh Publications
N-1, Abul Fazl Enclave, Jamia Nagar
New Delhi-110025 Tel.011-26942592
Email: abpublications@gmail.com

ISBN 938331341-2
9789383313419